ٹارگٹ سری نگر

کشمیر کے شاہین

اے حمید

کمانڈو شیر خان کو یقین ہو چکا تھا کہ وہ پولیس کے قابو آ گیا ہے..... ایک پولیس کانسٹیبل اس کے سامنے کھڑا تھا اور دو کانسٹیبل سینما ہال کے گیٹ پر اندر کی جانب گیٹ کیپر کے پاس کھڑے اس کی جانب دیکھ رہے تھے، جو پولیس کانسٹیبل سامنے کھڑا تھا اس سے شیر خان نظریں چرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

خوبصورت جوان عورت شیر خان کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی تھی اور اس نے شیر خان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا..... شیر خان کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ عورت جو سینما ہال کی سیکنڈ کلاس میں اس سے تین سیٹیں چھوڑ کر بیٹھی تھی اچانک اٹھ کر اس کی ساتھ والی سیٹ پر آ کر کیوں بیٹھ گئی تھی..... پھر اس نے شیر خان کا ہاتھ جلدی سے اپنے ہاتھ میں کیوں لے لیا تھا اور اسے یہ کیوں کہا تھا کہ چپ رہنا..... کوئی بات نہ کرنا۔"

پولیس کانسٹیبل نے عورت کو مخاطب کر کے کہا۔

"گوبندی! ہمیں تو صبح ہی رپورٹ مل گئی تھی کہ تم پٹیالے سے امرتسر پہنچ گئی ہو..... تم نے آتے ہی تھانے میں رپورٹ کیوں نہیں کی؟"

اس عورت کا نام گوبندی تھا..... گوبندی نے اس دوران اپنے پرس میں سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر ایک سگریٹ سلگا لیا تھا..... اس نے سگریٹ کا پیکٹ کانسٹیبل کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"سگریٹ پیو۔"

"کانسٹیبل نے کہا۔

"اس وقت میں سگریٹ نہیں پی سکتا..... یہ بتاؤ کہ تم نے تھانے میں اب تک اپنی امرتسر میں آمد کی رپورٹ کیوں نہیں کی؟"

گوبندی نے جیسے کانسٹیبل کی بات سنی ہی نہیں تھی..... اس نے پرس میں سے سگریٹ کا ایک بند پیکٹ نکال کر کانسٹیبل کی طرف بڑھایا اور کہا۔

"اسے ڈیوٹی سے فارغ ہو کر پینا..... اس میں تمہارے لئے پانچ سو روپے کا ایک نوٹ بھی ہے..... یہ تمہارا تحفہ ہے جو میں پٹیالے سے لائی ہوں۔"

پولیس کانسٹیبل نے چپکے سے سگریٹ کا پیکٹ لے لیا اور شیر خان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ تمہارا پٹیالے کا کوئی یار ہے؟"

گوبندی نے کہا۔

"یہ میرا یار نہیں..... میرا پتی ہے..... اس کا نام مکھی شاہ ہے..... میں نے پٹیالے میں شادی کر لی تھی۔"

کانسٹیبل نے کہا۔

"یہ بولتا کیوں نہیں..... بس دیکھے جا رہا ہے۔"

گوبندی نے کہا۔

"یہ پٹیالے کی جیل میں سات سال قید کاٹ کر آیا ہے..... وہاں اسے اتنا مارا پیٹا لیا تھا کہ اس کی زبان بند ہو گئی ہے..... مجھے اس سے پریم ہو گیا تھا..... میں نے اس سے بیاہ رچا لیا..... اب تم یہاں سے دفع ہو جاؤ..... میں کل تھانے میں آ کر رپورٹ کر دوں گی۔"

پولیس کانسٹیبل بولا۔

"ضرور آ جانا..... یہ میری نوکری کا معاملہ ہے۔" گوبندی نے سگریٹ کا کش لگا کر کہا۔

"ہاں ہاں آ جاؤں گی..... اب مجھے اپنے پتی کے ساتھ آرام سے فلم دیکھنے دو۔"

پولیس کانسٹیبل مسکراتا ہوا واپس چلا گیا..... سینما ہال میں بیٹھے بیٹھے دس پندرہ منٹ کے اندر اندر ایک ایسا ڈرامہ ہو گیا تھا کہ جس پر شیر خان کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا..... گوبندی نام کی اس عورت نے پولیس سے اپنا بچاؤ کرتے ہوئے غیر شعوری طور پر کمانڈو شیر خان کو بچا لیا تھا..... جب پولیس کانسٹیبل چلا گیا تو کمانڈو شیر خان نے اس عورت سے کہا۔

"کیا میں اب بول سکتا ہوں؟"

"وہ عورت جس کا نام گوبندی تھا اور جو بستہ الف کی جرائم پیشہ عورت تھی شیر خان کے اس سوال پر بے اختیار ہنس پڑی..... کہنے لگی۔

"ہاں! اب تم بات کر سکتے ہو، لیکن اگر تم ابھی نہ ہی بولو تو اچھا ہے۔"

پھر اس نے امرتسر پولیس کو گالی دی اور بولی۔

جہاں وہ دونوں بیٹھے تھے ان کے قریب قریب کوئی تماشائی نہیں تھا..... گوبندی نے اسی طرح شیر خان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا، کہنے لگی۔

"تمہارے ہاتھ بڑے کھردرے ہیں..... کیا تم خراد کا کام کرتے ہو؟"

شیر خان نے کہا۔

"تم نے خوب پہچانا ہے گوبندی..... میں..... میں خراد کا کام ہی کرتا تھا..... آج کل بیکار ہوں..... فیروز پور سے یہاں کام کی تلاش میں آیا تھا۔"

اتنے میں ہال کی روشنیاں بجھ گئیں اور فلم شروع ہو گئی..... گوبندی نے شیر خان کا ہاتھ ابھی تک اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا، کہنے لگی۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

شیر خان نے دو چار ہندوانہ نام ہر وقت اپنے ذہن میں تیار رکھے ہوتے تھے..... اس نے کہا۔

"میرا نام کندن لال ہے..... امرتسر میں میرا ایک دوست رہتا ہے..... اس نے کہا تھا میرے پاس آجاؤ..... میں تمہیں یہاں کام دلادوں گا، یہاں آیا تو معلوم ہوا میرا دوست چندی گڑھ چلا گیا ہے..... اس وقت فیروزپور کوئی گاڑی وغیرہ بھی نہیں جاتی تھی..... سوچا کچھ رات فلم دیکھ کر گزار لیتا ہوں، باقی رات سٹیشن پر بیٹھ کر گزار دوں گا..... اور کل کسی گاڑی میں بیٹھ کر فیروزپور واپس چلا جاؤں گا۔"

گوبندی نے کوئی جواب نہ دیا..... وہ شیر خان کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں میں لے کر اسے آہستہ آہستہ سہلا رہی تھی..... کہنے لگی۔

"مجھے مردوں کے سخت ہاتھ بڑے اچھے لگتے ہیں..... تمہاری شادی ہوگئی ہے؟"

شیر خان نے کہہ دیا۔

"شادی ہوئی تھی مگر دو سال بعد میری پتنی سورگباش ہوگئی۔"

گوبندی نے پوچھا۔

"کیا تم اپنی پتنی کو پیٹا کرتے تھے؟"

شیر خان سمجھ گیا تھا کہ یہ جرائم پیشہ عورت کس ٹائپ کی ہے..... اس نے کہا۔

"ہاں کبھی کبھی اسے مارا پیٹا کرتا تھا۔" گوبندی نے کہا۔

"عورتوں کو مارنے پیٹنے والے مرد مجھے بڑے پسند ہیں۔"

شیر خان نے گوبندی سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی بالکل کوشش نہیں کی تھی..... اسے امید پیدا ہوگئی تھی کہ اس عورت گوبندی کی مدد سے وہ کم از کم ایک رات کسی محفوظ جگہ پر ضرور گزار سکتا ہے..... اس کے دل میں ایک سوال بار بار پیدا ہو رہا تھا..... آخر اس نے گوبندی سے پوچھ ہی لیا۔

"تم نے پولیس کے سپاہی سے جو باتیں کہی ہیں وہ تم میرے بغیر بھی کہہ سکتی

تھیں..... پھر تمہیں میرے پاس آکر بیٹھنے..... میرا ہاتھ تھامنے اور مجھے اپنا پتی ظاہر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

گوبندی نے امرتسر کی پولیس کو گالی دے کر کہا۔

"تم ان کتوں کو نہیں جانتے..... اگر میں تمہیں اپنا پتی ظاہر نہ کرتی تو ان لوگوں نے مجھے پکڑ کر اپنے خفیہ اڈے پر لے جانا تھا اور ساری رات خراب کرنا تھا..... مجھے نفرت ہے پولیس والوں سے..... یہ تو اچھا ہوا کہ تم اکیلے بیٹھے تھے اور میں نے تمہیں اپنا پتی بتادیا..... میں نے تمہیں گونگا اس لئے ظاہر کیا تھا کہ تم پولیس کے آگے کوئی الٹی سیدھی بات نہ کردو۔"

فلم کا انٹرول ہوا تو گوبندی نے چائے پیسٹری منگوالی..... کہنے لگی۔

"شو ختم ہونے کے بعد تم کہاں جاؤ گے؟"

شیر خان نے کہا۔

"یہاں سے سیدھا سٹیشن پر جاکر بیٹھ جاؤں گا..... صبح کسی گاڑی میں بیٹھ کر فیروزپور چلا جاؤں گا۔"

وہ کہنے لگی۔

"میں نے تمہیں اپنا پتی ظاہر کیا ہے تو اب تم میرے ساتھ میرے گھر چلو گے اور رات میرے ساتھ گزارو گے..... کل بے شک چلے جانا۔"

شیر خان نے سوچا کہ چلو رات بسر کرنے کا تو انتظام ہوا..... صبح وہ منہ اندھیرے سی طرف کو نکل جائے گا۔

فلم کا شو ختم ہوا تو گوبندی کمانڈو شیر خان کو اپنے مکان پر لے گئی..... اس کا مکان ایم گنج ہی کی آبادی میں بہت آگے کی جانب ایک نالے کے قریب تنگ گلی میں تھا..... مکان دو منزلہ تھا..... نیچے بیٹھک تھی، جس میں آمنے سامنے دو پلنگ بچھے ہوئے تھے..... گوبندی کے بوڑھے نوکر راموں نے بیٹھک کی بتی روشن کردی تھی.....

گوبندی نے شیر خان سے کہا۔

"کندن جی! تم اس پلنگ پر سو جاؤ..... میں اس پلنگ پر سوؤں گی..... اس مکان میں دو ہی کمرے ہیں..... ایک یہ اور ایک کمرہ اوپر والی منزل میں ہے جہاں میرے بوڑھے ماتا پتا سوتے ہیں۔"

ابھی موسم ایسا تھا کہ آدمی کمرے کے اندر سو سکتا تھا..... مارچ کے آخری دن تھے..... شیر خان پلنگ پر لیٹ گیا..... کمرے میں گھٹیا شراب کی ہلکی ہلکی بو رچی ہوئی تھی..... گوبندی نے بجلی کی روشنی میں شیر خان کی موجودگی ہی میں اپنی ریشمی ساڑھی اتار کر دوسری سادہ سی ساڑھی پہنی اور بستر پر لیٹ گئی، کہنے لگی۔

"تمہیں بجلی کی روشنی تو ضرور تنگ کرے گی کندن جی، مگر میں اندھیرے میں نہیں سو سکتی۔"

شیر خان نے سونا کہاں تھا..... بس رات کا کچھ حصہ سوتے جاگتے گزار کر وہاں سے منہ اندھیرے نکل جانا تھا، اس نے کہا۔

"نہیں..... مجھے بجلی کی روشنی بالکل تنگ نہیں کرتی۔ تم میری فکر نہ کرو۔"

نوکر رامو دروازہ بند کر کے چلا گیا تھا..... شیر خان بستر پر لیٹا بیٹھک کا جائزہ لے رہا تھا..... چھت کے ساتھ ایک پنکھا لٹک رہا تھا..... دیوار پر بھارت کی فلم ایکٹرسوں کے تین چار کیلنڈر لگے تھے..... ایک جگہ دیوار پر کرشن مہاراج کی شیشے میں جڑی ہوئی تصویر بھی لگی تھی..... شیر خان کا خیال تھا کہ گوبندی ابھی جاگ رہی ہو گی، لیکن کچھ ہی دیر بعد اس کے خراٹوں کی آواز آنے لگی..... اس کے خراٹوں کی آواز بالکل مردوں جیسی تھی..... شیر خان کو پلنگ پر لیٹے بمشکل آدھا گھنٹہ گزرا ہو گا کہ بیٹھک کا دروازہ آہستہ سے کھول کر ملازم رامو اندر داخل ہوا۔

کمانڈو شیر خان نے آنکھیں بند کر لیں اور یہ ظاہر کیا کہ وہ سو رہا ہے..... ایسا اس نے کسی خاص مصلحت کے تحت نہیں کیا تھا بلکہ محض اس لئے کیا تھا کہ رامو کسی

ضروری کام سے آیا ہے..... وہ گوبندی کو جگانے والا ہے اور گوبندی اٹھ کر کہیں پھر شیر خان سے باتیں نہ شروع کر دے، رامو نے گوبندی کے شانے کو ہلاتے ہوئے کہا۔

"بائی! اٹھو..... بھوشن آیا ہے۔"

گوبندی کے خراٹے ایک دم رُک گئے..... اس نے آنکھیں کھول دیں اور رامو سے نیند بھری آواز میں پوچھا۔

"کیا بات ہے۔"

رامو نے کہا۔

"بھوشن آیا ہے۔"

گوبندی نے نیند بھری آواز میں ہی کہا۔

"وہ حرامی اس وقت کیا لینے آیا ہے؟"

رامو نے ایک نظر اس پلنگ پر ڈالی جس پر شیر خان لیٹا ہوا تھا..... شیر خان سمجھ گیا کہ رامو کوئی ایسی بات گوبندی سے کرنے والا ہے جو وہ نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا سنے..... شیر خان یہ بات ضرور سننا چاہتا تھا..... اس خیال سے کہ کہیں بھوشن اسے گرفتار کرنے ہی نہ آ رہا ہو..... بھوشن کوئی سی آئی ڈی کا آدمی ہی ہو یا پولیس کانسٹیبل ہو..... شیر خان ہلکے ہلکے خراٹے لینے لگا..... رامو نے نیند کے زیر اثر گوبندی کو آہستہ سے کہا۔

"بھوشن کوئی پارٹی لے کر پاکستان جانے والا ہے۔" گوبندی نے گالی دے کر کہا۔

"اس حرامی سے کہو مجھے صبح آ کر ملے..... اس وقت میں سو رہی ہوں، جاؤ۔"

ملازم رامو خاموشی سے باہر چلا گیا۔

شیر خان پہلے ہی سے جاگ رہا تھا..... یہ سن کر کہ کوئی پارٹی پاکستان جا رہی ہے وہ اور زیادہ بیدار ہو گیا..... یہ تو اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ جرائم پیشہ لوگوں کے اڈے پر ہے..... گوبندی خود بھی جرائم پیشہ ہے اور اس کا تعلق بھی ظاہر ہے جرائم پیشہ افراد

سے ہے، جن میں ظاہر ہے سمگلر بھی ہوں گے..... چور اُچکے بھی ہوں گے..... سزا یافتہ بھی ہوں گے اور ہو سکتا ہے ان میں وہ بھارتی دہشت گرد بھی ہوں جنہیں بھارت کی بدنام زمانہ خفیہ ایجنسی "را" کی جانب سے دہشت گردی کی خونی وارداتیں کرنے پاکستان بھیجا جاتا ہے۔

کمانڈو شیر خان اب ہر حالت میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ بھوشن نام کا جو شخص پارٹی لے کر پاکستان جا رہا ہے وہ وہاں کیا کرنے جا رہا ہے..... اگر یہ "را" کے دہشت گرد ہیں اور پاکستان میں بے گناہ لوگوں کو اندھا دھند گولیوں کا نشانہ بنانے جا رہے ہیں تو پھر شیر خان بھی ان کے ساتھ جائے گا..... شیر خان نے یہ بھی سوچ لیا تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے، چنانچہ صبح وہ گوبندی کے مکان پر ہی رہا..... وہ منہ ہاتھ دھونے کے بعد گوبندی کے ساتھ بیٹھا چائے پی رہا تھا کہ سوچے ہوئے منصوبے کے تحت اس نے بات شروع کر دی..... اس نے گوبندی سے کہا۔

"دیوی جی! میں سوچتا ہوں کہ فیروز پور جا کر کیا کروں گا..... وہاں سے تو میں کام کی تلاش میں امرتسر آیا تھا۔"

گوبندی نے شیر خان کو سگریٹ کا پیکٹ دیتے ہوئے کہا۔

"لو پہلے سگریٹ پیئو..... پھر بات کرتے ہیں۔"

شیر خان نے کہا۔

"شکریہ..... میں سگریٹ نہیں پیتا۔" گوبندی نے اپنا سگریٹ سلگا کر کہا۔

"تم کندن کے کندن ہی رہو گے..... سگریٹ بھی نہیں پیتے۔"

کمانڈو شیر خان نے کہا۔

"کبھی پیا کرتا تھا..... کبھی شراب بھی پیا کرتا تھا، لیکن پھر سب کچھ چھوڑ دیا۔"

گوبندی نے شیر خان کا بازو پکڑ کر کہا۔

"ارے کندن! تم تو بڑے مہاتما نکلے..... میں تو تمہیں بدھو سمجھ رہی تھی.....

دارو سگریٹ کب چھوڑے..... کیوں چھوڑے۔"

شیر خان نے کہا۔

"کیا بتاؤں..... تم نے مجھے بڑا مان سمان دیا ہے، اب تو تمہارے گھر کا نمک بھی کھا لیا ہے..... تمہارے آگے جھوٹ نہیں بول سکتا..... بات یہ ہے کہ چار پانچ برس ہوئے ہیں دلی میں اسی طرح کام کی تلاش میں پھر رہا تھا کہ ایک آدمی سے ملاقات ہو گئی، اس نے مجھے ایک اور آدمی سے ملا دیا..... ان لوگوں نے مجھے کہا کہ تمہیں پاکستان جا کر ہمارا ایک چھوٹا سا کام کرنا پڑے گا..... اس کے عوض ہم تمہیں دس ہزار روپے دیں گے۔"

گوبندی بڑے غور سے شیر خان کی باتیں سن رہی تھی..... اس نے شیر خان کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"وہ کام کیا تھا؟"

شیر خان بولا۔

"کیا بتاؤں..... بڑا اُلٹا کام تھا..... پاکستان کے شہروں میں بموں کے دھماکے کرنے اور لوگوں کے گھروں میں گھس کر انہیں بے دریغ قتل کرنا تھا۔"

"پھر..... تم ایسا کرتے تھے؟" گوبندی نے پوچھا۔

شیر خان کہنے لگا۔

"پیسے ملتے تھے..... یہ کام کرتا رہا..... تین برس تک پاکستان میں مسلمان بن کر رہا اور ہر شہر میں بموں کے دھماکے کئے..... کئی لوگوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا۔"

گوبندی نے پوچھا۔

"تم نے یہ کام چھوڑ کیوں دیا؟"

شیر خان نے کہا۔

"بس بھگوان نے جتنی دیر تک مجھ سے سیوا لینی تھی لے لی..... میرا بھی جی بھر

گیا تھا..... اس کے بعد میں نے شراب، سگریٹ اور اٹنک وادی (دہشت گردی) بھی چھوڑ دی۔"

گوبندی نے کہا۔

"تم تو پاکستان کے شہروں سے اچھی طرح واقف ہو گے کندن؟"

شیر خان نے کہا۔

"واقف ہونا تو دوسری بات ہے..... میں تو پاکستان کے ہر بڑے شہر کے چپے چپے سے واقف ہوں..... میں تو مسلمان بن کر پاکستان کے ایک شہر میں چائے کی دکان بھی چلاتا رہا ہوں۔"

گوبندی نے پوچھا۔

"اب وہ دکان کون چلاتا ہے؟ کیا تمہارا راز تو نہیں کھل گیا تھا؟"

شیر خان بولا۔

"راز کھلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا..... میں نے اپنے سلوک سے وہاں لوگوں میں اپنا ایک باعزت مقام بنایا ہوا ہے..... لوگ مجھے حاجی صاحب کہہ کر بلاتے تھے..... وہ لوگ آج بھی مجھے یاد کرتے ہیں..... میں چائے کی دکان اپنے ایک نوجوان ملازم کے حوالے کر کے آ گیا تھا..... میں نے محلے والوں کو یہی کہا تھا کہ میں سعودی عرب جا رہا ہوں..... وہاں دو تین سال عبادت کر کے خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگوں گا اور پھر واپس آ جاؤں گا۔"

گوبندی نے پوچھا۔

"تمہارا چائے کا ہوٹل پاکستان کے کس شہر میں تھا؟"

شیر خان نے سب کچھ پہلے سے سوچ رکھا تھا..... اس نے کہا۔

"لاہور کی ایک کالونی میں تھا۔"

گوبندی نے مجھ سے وہ سوال کیا جو میں چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے پوچھے، اس نے کہا۔

"کندن لال! تم ہمارے مطلب کے آدمی ہو..... اگر ہم تمہیں دس ہزار ماہوار دیں تو کیا تم پاکستان واپس جا کر وہی کام کر سکو گے جو تم اپنے ایجنٹ کے کہنے پر کیا کرتے تھے؟"

شیر خان گوبندی کو جہاں لانا چاہتا تھا وہ وہاں آ گئی تھی..... پھر بھی اس نے ایک دم حامی بھرنے سے گریز کیا..... اس نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"میں یہ کام چھوڑ چکا ہوں..... پیسے تو اس میں بہت مل جاتے ہیں مگر ہر وقت پکڑے جانے کا ڈر لگا رہتا ہے اور اٹنک وادی (دہشت گرد) ایک بار پکڑا جائے تو پھر اس کی اذیت ناک موت یقینی ہوتی ہے۔"

گوبندی نے کہا۔

"مگر یہ بھی دیکھو کہ تم پاکستان میں جا کر بھارت ماتا کی سیوا کرو گے۔"

شیر خان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے..... بھارت ماتا کی سیوا کی خاطر میں یہ کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

گوبندی کہنے لگی۔

"ہماری ایک پارٹی پاکستان جا رہی ہے، اس کا لیڈر بھوشن ہے..... بھوشن میرا شاگرد ہی ہے..... اس پارٹی میں ایک لڑکی کملا بھی شامل ہے جو مسلمان بن کر پاکستان میں کام کرے گی..... بھوشن آج کسی وقت میرے پاس آ رہا ہے..... وہ بھی پاکستان میں کئی جگہوں پر بم کے دھماکے کر چکا ہے، مگر اس بار یہ پارٹی ایک خاص مشن پر پاکستان جا رہی ہے۔"

شیر خان کے کان کھڑے ہو گئے..... اس نے پوچھا۔

"یہ خاص مشن کیا ہے؟ کیا میں پوچھ سکتا ہوں؟"

گوبندی نے کہا۔

"تمہیں جانے سے پہلے سب کچھ بتا دیا جائے گا..... ابھی تم میرے مکان میں ہی

رہو گے اور باہر بالکل نہ نکلنا، کیونکہ تم پارٹی کے ساتھ پاکستان میں سمگل کئے جاؤ گے اور میں نہیں چاہتی کہ یہاں تمہیں لوگ دیکھیں..... باقی تم خود اس معاملے میں سمجھ دار ہو۔"

شیر خان کو ایک بہت بڑی دہشت گرد پارٹی کو پاکستان میں گرفتار کروانے اور اس خطرناک مشن کا کھوج لگانے کا بیٹھے بٹھائے موقع میسر آ گیا تھا جس کے لئے یہ لوگ پاکستان میں سمگل کئے جا رہے تھے..... اس نے کہا۔

"میں ان باتوں کو بڑی اچھی طرح سے سمجھتا ہوں..... تم فکر نہ کرو..... میں مکان کے اندر ہی رہوں گا۔"

سارا دن کمانڈو شیر خان بھارتی دہشت گرد کندن لال کی حیثیت سے جرائم پیشہ گوبندی کے مکان بلکہ ڈیرے پر بھارتی دہشت گردوں کا انتظار کرتا رہا..... ان میں سے کوئی بھی نہیں آیا تھا..... گوبندی تھوڑی دیر کے لئے ایک ضروری کام سے باہر گئی تو شیر خان کو تاکید کر گئی کہ وہ نیچے بیٹھک میں ہی رہے..... شام کے وقت گوبندی واپس آ گئی، کہنے لگی۔

"بھوشن ابھی تھوڑی دیر میں آ رہا ہے..... میں نے اسے تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے..... وہ یہ سن کر خوش ہوا ہے کہ ان کی پارٹی کو ایک ایسا اپنا آدمی مل گیا ہے جس کے پاس پاکستان میں چائے کے ہوٹل کی شکل میں ایک ٹھکانہ موجود ہے۔"

شیر خان نے کہا۔

"میں ان لوگوں کی ہر طرح سے پاکستان میں راہنمائی کروں گا، لیکن تم نے مجھے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ ہم کس مشن پر پاکستان جا رہے ہیں۔"

گوبندی بولی۔

"میں نے اس بارے میں پارٹی کے لیڈر بھوشن سے مشورہ کیا تھا..... اس نے کہا ہے کہ چونکہ ہم نے ابھی تک پارٹی کے کسی آدمی کو اس خاص مشن کے بارے میں

کچھ نہیں بتایا اس لئے کندن لال یعنی تمہیں بھی ابھی نہیں بتایا جائے گا کہ ہمارا مشن کیا ہے۔"

"تو پھر ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ ہم پاکستان کیا کرنے جا رہے ہیں۔"

گوبندی نے کہا۔

"یہ تمہیں پاکستان پہنچنے کے بعد موقع آنے پر پارٹی لیڈر بھوشن سب کچھ بتا دے گا..... بہتر ہے کہ ابھی تم اس بارے میں کوئی سوال نہ کرو۔"

کمانڈو شیر خان خاموش ہو گیا..... اسے معلوم تھا کہ ان دہشت گردوں کے اور خاص طور پر بھارت کی پاکستان دشمن خفیہ ایجنسی "را" کے دہشت گردوں کے بعض بڑے سخت اصول ہوتے ہیں اور وہ ان کی خلاف ورزی کبھی برداشت نہیں کرتے۔

رات کے دس بج رہے تھے..... گوبندی اوپر والے کمرے میں اپنے ماتا پتا کے پاس تھی کہ باہر سے کسی نے دروازے پر دستک دی..... شیر خان نیچے بیٹھک میں تھا..... بیٹھک کا دروازہ اس نے گوبندی کے کہنے پر اندر سے بند کیا ہوا تھا..... اس نے دروازے کے ساتھ کان لگا لئے..... یہ دیکھنے کے لئے کہ باہر سے کون آیا ہے..... دوسری بار دستک ہوئی تو بوڑھے ملازم رامو نے ڈیوڑھی کا دروازہ کھول دیا..... ڈیوڑھی میں پارٹی لیڈر بھوشن کی آواز سنائی دی۔

"بائی جی کہاں ہیں؟"

ملازم رامو نے کہا۔

"اوپر ہیں..... تمہارا ہی انتظار کر رہی ہیں۔"

بھوشن اوپر چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد گوبندی پارٹی لیڈر بھوشن کو ساتھ لے کر نیچے بیٹھک میں آ گئی..... اس نے شیر خان سے بھوشن کا تعارف کرایا اور کہا۔

"بھوشن! یہ کندن لال ہے۔"

بھوشن تیس پینتیس سال کا ایک صحت مند جوان تھا..... چہرے پر بائیں جانب زخم کا لمبا نشان تھا..... شکل ہی سے جرائم پیشہ لگتا تھا..... رنگ سانولا تھا..... پتلون قمیض پہن رکھی تھی..... سگریٹ پی رہا تھا..... بھوشن نے شیر خان پر ایک گہری نگاہ ڈالی اور اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔

"بائی تمہاری بڑی تعریف کر رہی تھی۔"

گوبندی نے شیر خان سے کہا۔

"کندن! یہ پارٹی لیڈر بھوشن ہے..... تم لوگ اس کے ساتھ پاکستان جاؤ گے اور اس کے ہر حکم کی پابندی کرو گے۔"

شیر خان بولا۔

"میں جانتا ہوں ہمیں اپنے پارٹی لیڈر کے حکم کے مطابق چلنا پڑتا ہے۔"

بھوشن نے صوفے پر بیٹھے ہوئے شیر خان سے پوچھا۔

"لاہور میں تمہاری کس جگہ پر چائے کی دکان ہے؟"

شیر خان نے اسے جگہ کا نام بتایا اور کہا۔

"میں ساڑھے چار سال سے وہاں ایک مسلمان کی حیثیت سے چائے کا چھوٹا سا ہوٹل چلا رہا ہوں..... پچھلے ایک سال سے بھارت واپس آ گیا ہوں، لیکن ہوٹل اپنے ایک پاکستانی ملازم کو دے آیا تھا..... میں نے اسے یہی کہا تھا اور محلے والوں کو بھی یہی بتایا تھا کہ میرا دل دنیا سے بھر گیا ہے..... اب چاہتا ہوں کہ سعودی عرب جا کر کچھ عرصہ عبادت کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگوں..... بس یہ بہانہ بنا کر میں بارڈر کراس کر کے بھارت آ گیا..... میرا ارادہ واپس جانے کا نہیں تھا..... میں نے "را" کے اپنے ایجنٹ کو کہہ دیا تھا کہ اب میں پاکستان نہیں جاؤں گا، لیکن دیوی گوبندی جی نے جب بتایا کہ اس وقت بھارت ماتا کو میری ضرورت ہے تو میں آپ لوگوں کے ساتھ جانے پر تیار ہو گیا ہوں۔"

بھوشن کہنے لگا۔

"لاہور میں تمہارا گھر کس جگہ پر ہے اور کیا وہ محفوظ ہے؟"

کمانڈو شیر خان کے پاس تو لاہور میں اپنا کوئی گھر نہیں تھا اور نہ ہی چائے کی کوئی دکان تھی..... وہ ان لوگوں کو اس طرف لے جانا ہی نہیں چاہتا تھا، مگر ان لوگوں کو کوئی دوسرا ٹھکانا بتانا بھی ضروری تھا جہاں وہ انہیں خفیہ طور پر رکھ سکے اور ان کے خفیہ مشن کے بارے میں معلومات حاصل کر کے پاکستان کی خفیہ ایجنسی کو اطلاع دے سکے اور پاکستان کی حکومت کو خبردار کر دے..... پاکستان میں صرف اس کا چیف کمانڈو کرنل ہی تھا جس سے اس نے کمانڈو ٹریننگ حاصل کی تھی اور جس کی راہنمائی میں وہ کشمیر کے جہاد میں شریک ہوا تھا..... دلی میں بیٹھ کر وہ اپنے چیف کرنل سے رابطہ پیدا نہیں کر سکتا تھا..... یہ کام وہ پاکستان پہنچ کر ہی کر سکتا تھا۔

اس نے بھوشن سے کہا۔

"بھوشن جی! میرے پاس ایک اپنا مکان تو ہے جو میرے لاہور والے چائے کے ہوٹل کے اوپر ہی ایک کمرے کی شکل میں ہے، لیکن اس جگہ پر ہماری پارٹی کا رہنا خطرناک ثابت ہو گا۔" میں تو وہاں چلا جاؤں گا، لیکن تم لوگوں کو میں وہاں آنے کا مشورہ نہیں دوں گا۔"

دہشت گردوں کے لیڈر بھوشن نے کہا۔

"یہ سب کچھ میں سمجھتا ہوں..... تم آخر چار پانچ سال سے لاہور میں انڈیا کی طرف سے حاجی صاحب کے نام سے دہشت گردی کی ڈیوٹی دے رہے ہو..... تمہیں کوئی ایسی جگہ ضرور معلوم ہو گی جہاں ہماری پارٹی کچھ دنوں کے لئے چھپ کر اپنے مشن کے لئے ابتدائی تیاریاں کر سکے۔"

شیر خان نے کہا۔

"اس کا بندوبست لاہور جا کر ہو جائے گا، لیکن جب تک میں کوئی خفیہ اور محفوظ

جگہ تلاش نہیں کر لیتا..... تم لوگوں کو پارٹی کے ساتھ کسی ہوٹل میں ہی رہنا ہوگا۔"

بھوشن بولا۔

"ہوٹل ہمارے لئے مناسب نہیں ہوگا..... ہم کسی جگہ رہ لیں گے، لیکن کیا دو ایک دنوں کے اندر اندر تم کوئی خفیہ جگہ تلاش کر سکو گے؟ کیونکہ ہماری پارٹی نے لاہور میں کبھی قیام نہیں کیا..... ہم جب بھی دہشت گردی کے مشن پر پاکستان گئے ہیں تو لاہور میں کچھ وقت کے لئے ضرور ٹھہرے ہیں لیکن وہاں رہے کبھی نہیں..... ہم نے دہشت گردی کی زیادہ وارداتیں سندھ کے شہروں میں کی ہیں یا کراچی میں کی ہیں، لیکن اس دفعہ ہمیں بھارت کی ایجنسی "را" کی طرف سے جو مشن سونپا گیا ہے اس کے لئے بعض ضروری باتوں کا علم حاصل کرنے کے لئے ہمارا لاہور میں کچھ روز ٹھہرنا ضروری ہو گیا ہے۔"

شیر خان نے کہا۔

"میں تقریباً پانچ برس سے پاکستان کے شہر لاہور میں حاجی عبداللہ کے نام سے چھوٹا سا چائے کا ہوٹل چلا رہا ہوں..... میں نے علاقے میں اپنا بڑا اثر و رسوخ بنایا ہوا ہے..... میرا وہاں لوگوں میں بھی بڑا اثر و رسوخ ہے..... میں آپ لوگوں کی رہائش کے لئے کوئی نہ کوئی جگہ ضرور تلاش کروں گا۔"

گوبندی نے بھوشن سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بھوشن! کندن بڑا کام کا آدمی ہے..... ہمیں پاکستان میں ایک ایسے ہی اپنے کسی آدمی کی تلاش تھی..... یہ اچھا ہوا کہ ہمیں کندن لال مل گیا..... تم یہ بتاؤ کہ کملا، کالیا اور گوپی کہاں ہیں۔"

معلوم ہوا کہ بھوشن پارٹی میں بھوشن کے علاوہ ایک عورت کملا اور دو آدمی کالیا اور گوپی شامل تھے..... بھوشن نے سگریٹ بجھاتے ہوئے کہا۔

"ان لوگوں کو بارڈر کے ایک گاؤں میں خفیہ جگہ پر پہنچا دیا گیا ہے۔"

گوبندی نے پوچھا۔

"میں نے تمہیں ستر ہزار روپے کی جو رقم ضروری خرچے کے لئے پاکستانی کرنسی کی شکل میں دی تھی وہ تم نے کہاں رکھی ہوئی ہے؟"

بھوشن بولا۔

"وہ میرے پاس یہاں میرے امرتسر والے مکان میں ہی ہے..... جاتی دفعہ اسے ساتھ لیتا جاؤں گا۔"

گوبندی نے پوچھا۔

"تم لوگوں نے مسلمانوں والے حلئے میں بارڈر کراس کرنا ہے..... اس کا بھی انتظام ہو گیا ہے کہ نہیں؟"

بھوشن کہنے لگا۔

"میں تو پتلون قمیض میں ہی رہوں گا، کالیا اور گوپی شلوار قمیض میں ہوں گے جو پاکستان میں عام پہنی جاتی ہے اور کملا بھی شلوار قمیض میں ہو گی..... اس کے واسطے سیاہ رنگ کا ایک برقعہ ساتھ رکھ لیا ہے جو وہ پاکستان کی سرحد میں داخل ہوتے ہی پہن لے گی۔"

کمانڈو شیر خان ان کے پاس کندن لال دہشت گرد کے روپ میں بیٹھا ان لوگوں کی باتیں سن کر حیران ہو رہا تھا کہ یہ لوگ کتنا زبردست اور مکمل بندوبست کر کے پاکستان میں دہشت گردی کرنے جا رہے ہیں..... وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اتفاق سے سینما ہاؤس میں اسے گوبندی نہ ملتی اور وہ اس کے ساتھ اس کے مکان پر نہ آ جاتا تو "را" کے ایجنٹوں کی یہ دہشت گرد پارٹی پاکستان کے شہروں میں نہ جانے کیسی کیسی تباہی مچاتی۔"

گوبندی نے بھوشن سے پوچھا۔

"بارڈر سکیورٹی فورس نے تمہارے بارڈر کراس کرانے کا کس رات کو انتظام

کیا ہے؟"

بھوشن نیا سگریٹ سلگا کر بولا۔

"یہ کل ہمیں معلوم ہو جائے گا۔"

گوبندی کہنے لگی۔

"پاکستان میں بھارتی سفارت خانے کے آدمیوں کو تمہارے بارے میں اطلاع دی جا چکی ہے..... تم جانتے ہو کہ تمہیں اسلام آباد جا کر کس سے ملنا ہے..... وہ لوگ تمہیں تمہارے مشن کے بارے میں صحیح تفصیلات بتا دیں گے۔"

بھوشن نے کہا۔

"اس کی تم فکر نہ کرو..... لاہور میں کندن لال نے جیسے ہی ہماری خفیہ رہائش کا انتظام کیا میں فوراً اپنے سفارت خانے سے رابطہ پیدا کر کے اسلام آباد روانہ ہو جاؤں گا۔"

"اور یاد رکھنا" گوبندی نے کہا۔ "کملا تمہارے ساتھ اسلام آباد جائے گی۔"

"مجھے سب کچھ یاد ہے بائی جی..... تم فکر نہ کرو۔" بھوشن نے کہا..... پھر صوفے سے اٹھا اور بولا۔

"اب میں جاتا ہوں..... کندن لال اس دوران تمہارے پاس ہی رہے گا..... کل شام کو میں آؤں گا اور بتا دوں گا کہ انڈین بارڈر سکیورٹی فورس کے آدمی ہمیں کس وقت بارڈر کراس کروا رہے ہیں..... اب میں جاتا ہوں۔"

بھوشن نے گوبندی کو نمسکار کیا..... شیر خان سے ہاتھ ملا کر اسے بھی نمسکار کیا اور چلا گیا..... اس کے جانے کے بعد گوبندی نے شیر خان سے کہا۔

"تم بھی کچھ دیر آرام کر لو..... میں بھی آرام کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ چلی گئی..... شیر خان بستر پر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ اسے لاہور پہنچتے ہی فوراً اپنے باس کرنل کمانڈو سے رابطہ پیدا کرنا ہو گا تاکہ اسے سارے حالات

سے آگاہ کرے۔

وہ سارا دن شیر خان نے گوبندی کے مکان پر ہی گزارا..... شام گہری ہو رہی تھی کہ دہشت گرد بھوشن آ گیا..... گوبندی اور شیر خان اس کا انتظار ہی کر رہے تھے..... گوبندی نے پوچھا۔

"بارڈر کراس کرانے کا انتظام ہو گیا کیا؟"

بھوشن نے کہا۔

"ہم رات کے ایک بجے بارڈر کراس کریں گے..... کندن کو ابھی میرے ساتھ چلنا ہو گا۔"

شیر خان پہلے ہی سے تیار بیٹھا تھا..... گوبندی کہنے لگی۔

"انڈیا کا بارڈر تو تمہیں انڈین سکیورٹی فورس والے کراس کرا دیں گے..... آگے پاکستانی بارڈر کراس کرنے کا کیا بندوبست کرو گے؟"

بھوشن بولا۔

"پاکستان کا بارڈر ہمیں ایک سمگلر کراس کرائے گا..... اس سے بات ہو چکی ہے..... اگرچہ اس میں مارے جانے کا خطرہ ہے، لیکن یہ خطرہ ہمیں مول لینا ہی پڑے گا۔"

"بھگوان تمہاری رکھشا کرے گا۔" گوبندی نے کہا۔

اس کے بعد شیر خان بھوشن کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

اٹاری تک وہ ایک جیپ میں سوار ہو کر گئے..... اٹاری انڈیا اور پاکستان کے بارڈر کے قریب ایک مشہور سرحدی قصبہ ہے..... وہاں ایک مکان میں دوسرے دہشت گرد کالیا اور گوپی موجود تھے..... کملا بھی موجود تھی..... کالیا اور گوپی نے پاکستانی لباس یعنی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی..... کملا بھی شلوار قمیض میں تھی..... اس نے کالا برقعہ اپنے پاس رکھا ہوا تھا جو بارڈر کراس کرنے کے بعد پاکستان میں داخل ہونے کے بعد اوڑھ لینا تھا تاکہ وہ مسلمان عورت لگے..... صرف بھوشن اور شیر خان پینٹ قمیض

میں تھے۔

اس مکان میں وہ آدھی رات تک چھپے رہے..... جب رات کا ایک بجنے والا تھا تو انڈین بارڈر سکیورٹی فورس کا ایک آدمی سادہ کپڑوں میں آیا اور بھوشن سے کہنے لگا۔

"آجاؤ۔"

شیر خان..... بھوشن..... کالیا..... گوپی اور کملا..... یہ سب لوگ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے..... کھیتوں میں اندھیرا چھایا ہوا تھا..... بارڈر فورس نے اس پارٹی کو بارڈر کراس کرانے کا پورا انتظام کر رکھا تھا..... یہ انہیں اوپر سے آرڈر آئے ہوئے تھے..... ایک جگہ سے انہیں بارڈر کراس کروایا گیا..... اب یہ پارٹی اس جگہ پر تھی جو دونوں ملکوں کی سرحدوں کی درمیانی جگہ تھی اور جسے نو میز لینڈ کہا جاتا ہے..... یہاں پہنچتے ہی بھوشن نے پارٹی کو اندھیرے میں ایک جگہ بٹھا دیا اور بولا۔

"ایک سمگلر ہمیں آگے لے جائے گا..... بس وہ آ ہی رہا ہوگا۔"

تھوڑی دیر بعد کھیتوں میں سے ایک آدمی آتا دکھائی دیا..... بھوشن نے کہا وہ آرہا ہے۔

یہ ایک پراسرار سا آدمی تھا جس نے منہ سر چادر میں چھپا رکھا تھا..... وہ آکر ان لوگوں کے پاس ہی بیٹھ گیا اور آہستہ سے بھوشن سے پوچھا۔

"سب لوگ تیار ہیں کیا؟"

بھوشن بولا۔

"سب تیار ہیں۔"

"میرے پیچھے پیچھے آجاؤ، جہاں میں کہوں بیٹھ جانا۔"

"یہ سمگلر تھا..... وہ آگے آگے چل پڑا..... ساری پارٹی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی..... رات تاریک تھی..... کھیتوں میں کہیں فصل کھڑی تھی کہیں کٹائی ہو چکی تھی..... سمگلر انہیں کھڑی فصل میں سے لے جا رہا تھا..... کھیتوں کے ساتھ نو میز لینڈ

تھی..... اس کی دوسری جانب پاکستان کا بارڈر تھا..... دُور سے ایک جیپ کی روشنیاں دکھائی دیں..... سمگلر نے کہا۔

"بیٹھ جاؤ۔"

ساری پارٹی کھڑی فصل میں بیٹھ گئی..... جیپ گزر گئی تو سمگلر بولا۔

"اب چلو۔"

سمگلر اس پارٹی کو ایک جھونپڑی میں لے گیا جہاں پہلے سے ایک سمگلر موجود تھا..... یہاں پہلا سمگلر واپس چلا گیا..... یہاں سے دوسرے سمگلر نے ایک خاص جگہ سے دہشت گردوں کی پارٹی کو بارڈر کراس کروادیا، جس وقت شیر خان اس پارٹی کے ساتھ لاہور شہر کی حدود میں داخل ہوا تو صبح ہو چکی تھی..... کملا نے کالا برقعہ اوڑھ لیا تھا..... یہ لوگ پاکستانی مسلمان لگ رہے تھے..... وہ ایک گاؤں سے کچھ فاصلے پر کھیتوں کے پاس بیٹھ گئے..... بھوشن گاؤں میں گیا اور وہاں مسلمان بن کر کچھ روٹیاں، مکھن اور دودھ لے آیا..... انہوں نے وہیں کھیتوں میں بیٹھ کر ناشتہ کیا..... بھوشن شیر خان سے پوچھنے لگا۔

"نندن! اب تمہارا کیا پروگرام ہے..... تم نے کہا تھا کہ تم لاہور میں حاجی عبداللہ کے نام سے چائے کا ہوٹل چلاتے رہے ہو اور ہماری رہائش کا عارضی انتظام کر دو گے۔"

شیر خان کہنے لگا۔

"بھوشن بھیا! میں نے یہ بھی کہا تھا کہ میں اس جگہ لے کر تمہیں نہیں جاؤں گا جہاں میرا چائے کا ہوٹل ہے..... میں لاہور ہی میں اپنے ایک اور دوست سے مل کر تم لوگوں کی عارضی رہائش کا انتظام کر دوں گا۔"

بھوشن نے کہا۔

"ٹھیک ہے..... اتنی دیر تک ہم مسلمانوں کے کسی مزار پر جا کر بیٹھ جائیں گے..... تم ہی بتاؤ کہ یہاں کون سا ایسا مزار ہے جہاں ہم ضرورت پڑنے پر رات بھی

گزار سکتے ہیں..... ہم یہی ظاہر کریں گے کہ اپنے گاؤں سے مزار شریف کی زیارت کرنے آئے ہیں۔"

شیر خان نے انہیں ایک مزار کا پتہ بتادیا اور کہا۔

"تم لوگ وہاں جاکر بیٹھو..... میں تمہاری عارضی رہائش کا انتظام کرکے وہیں آکر تمہیں ملوں گا..... وہاں سے اِدھر اُدھر مت ہونا۔"

دہشت گرد کالیا کہنے لگا۔

"کندن بھیا! ہم اس جگہ پر ہی رہیں گے۔"

شیر خان بولا۔

"ٹھیک ہے..... اب میں جاتا ہوں۔"

بھارتی دہشت گردوں کی پارٹی کو وہیں چھوڑ کر شیر خان سیدھا اپنے باس کرنل کماندو کے پاس پہنچا..... کرنل صاحب اسے دیکھ کر حیران ہو کر بولے۔

"شیر خان! تمہیں اچانک دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی ہے..... تمہاری اور شاہد علی کی مجاہدانہ سرگرمیوں کی اطلاع ہم تک پہنچتی رہی ہیں۔"

"مجاہد شاہد علی کہاں ہے؟"

شیر خان نے کہا۔

"ایک مجاہدانہ مشن میں وہ مجھ سے جدا ہو گیا تھا..... شاید وہ کشمیر پہنچ گیا ہو گا..... بہر حال اس وقت میں ایک بڑی ضروری بات کرنے آیا ہوں۔"

اس کے بعد شیر خان نے سارے واقعات بیان کر دیئے..... کماندو کرنل بڑے غور سے سنتا رہا..... شیر خان بولا۔

"اس وقت بھارتی دہشت گردوں کی یہ پارٹی ایک خانقاہ کے مسافر خانے میں ہے..... جب تک ہمیں یہ علم نہیں ہو جاتا کہ بھارتی خفیہ ایجنسی "را" نے ان لوگوں کو کس مشن پر پاکستان بھیجا ہے ہمیں ان لوگوں کو گرفتار نہیں کرنا چاہئے۔" کماندو کرنل

نے کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو، کیونکہ اگر ہم نے اس وقت انہیں پکڑ لیا، جو ہم بڑی آسانی سے کر سکتے ہیں تو "را" کی ایجنسی کوئی دوسری پارٹی پاکستان بھیج دے گی..... ہمیں جس طرح بھی ہو سکے یہ معلوم کرنا ہو گا کہ یہ لوگ کس خفیہ مشن پر پاکستان میں داخل ہوئے ہیں۔"

شیر خان کہنے لگا۔

"میں یہی معلوم کرنے کی سر توڑ کوشش کر رہا ہوں، مگر ان لوگوں کو امرتسر سے ہی بتادیا گیا تھا کہ پارٹی کے لیڈر بھوشن کو اسلام آباد میں انڈین سفارت خانے کا کوئی افسر بتائے گا کہ کس مشن پر انہیں کام کرنا ہو گا۔"

کماندو کرنل نے کہا۔

"اس کے لئے تمہارا اس دہشت گرد بھوشن کے ساتھ انڈین سفارت خانے تک جانا بہت ضروری ہے۔"

شیر خان بولا۔

"میں یہی کوشش کروں گا، مگر ہو سکتا ہے بھوشن مجھے اپنے ساتھ اسلام آباد نہ لے جائے۔"

کماندو کرنل نے کہا۔

"اس صورت میں تمہیں اپنی عقل سے کام لے کر جلدی سے جلدی یہ سراغ لگانے کی کوشش کرنی ہو گی کہ ان لوگوں کا پاکستان میں مشن کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے سر۔" شیر خان بولا..... لیکن سر! جس چیز کی اس وقت اشد ضرورت ہے وہ ہے دہشت گردوں کی اس پارٹی کے لئے عارضی رہائش گاہ کا کوئی انتظام۔"

کماندو کرنل نے کہا۔

"اس کا بندوبست ہو جائے گا..... اس کی تم فکر نہ کرو۔"

اس کے بعد کمانڈو کرنل نے شیر خان کو شہر سے باہر ایک غیر آباد جگہ پر موجود ایک کوارٹر کا ایڈریس بتایا اور کہا۔

"اس کوارٹر میں تم پارٹی کے ساتھ رہ سکتے ہو..... وہاں ہمارا ایک سی آئی ڈی کا آدمی نوکر اور باورچی کی حیثیت سے پہلے سے موجود ہوگا۔"

اس کے بعد شیر خان واپس دہشت گردوں کی پارٹی کے پاس آگیا جو ایک مزار کے مسافر خانے میں اس کا انتظار کر رہے تھے..... شیر خان کو دیکھ کر پارٹی لیڈر بھوشن نے پوچھا۔

"کندن! رہنے کا کوئی انتظام ہوا کیا؟"

شیر خان بولا۔

"بڑا اچھا انتظام ہو گیا..... ہم لوگوں کو ابھی وہاں چلنا ہوگا۔"

وہاں سے ایک ٹیکسی میں سوار ہو کر شیر خان کی سربراہی میں یہ لوگ شہر سے باہر غیر آباد جگہ پر واقع کوارٹر میں آگئے..... وہاں سی آئی ڈی کا آدمی باورچی اور ملازم کے روپ میں پہلے سے موجود تھا..... اس نے ان لوگوں کے لئے کوارٹر کھول دیا..... انہوں نے کوارٹر کے ایک بڑے کمرے میں ڈیرہ جما لیا..... ملازم نے شیر خان سے کہا۔

"حاجی صاحب! میرا نام میاں داد ہے..... میں بڑا اچھا کھانا پکا لیتا ہوں۔"

شیر خان نے کہا۔

"یہ بڑی اچھی بات ہے..... یہ میرے دوست ہیں..... گاؤں سے یہاں مزاروں کی زیارت کو آئے ہیں..... انہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔"

میاں داد بولا۔

"صاحب! یہ ہمارے مہمان ہیں..... ان کے آرام کا خیال رکھنا میرا فرض ہے۔"

دوپہر کو میاں داد نے بڑا مزیدار کھانا پکایا..... سب لوگ کھانا کھا کر کمرے میں بیٹھ گئے..... پارٹی لیڈر بھوشن نے اٹھ کر دروازہ بند کر لیا اور گوپی سے کہنے لگا۔

"مجھے اور کملا کو آج ہی کسی وقت اپنے سفارت خانے والوں سے ملاقات کرنے کے لئے اسلام آباد کے لئے روانہ ہو جانا چاہئے۔"

شیر خان یہ معلوم کرنے کے لئے کہ یہ بھارتی دہشت گرد پاکستان میں کس مشن پر آئے ہیں ان کے ساتھ اسلام آباد جانا چاہتا تھا، مگر اسے کوئی بہانہ نہیں مل رہا تھا..... جب بھوشن نے اسلام آباد جانے کی بات کی تو شیر خان بولا۔

"بھوشن بھیا! تم لوگ اسلام آباد میں کہاں رہو گے؟ ہمارا مشن بڑا سیکرٹ مشن ہے، تمہیں بڑی احتیاط کرنی ہوگی۔"

بھوشن بولا۔

"میرا خیال ہے کسی ہوٹل میں ہی ٹھہر جائیں گے۔" اپنی انڈین ایمبیسی کے کسی آدمی کے ہاں ٹھہرنا خطرناک ہوگا۔"

شیر خان نے کہا۔

"بھوشن بھیا! آپ لوگوں کا کسی ہوٹل میں ٹھہرنا اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوگا..... خفیہ ایجنسی کے آدمی ہوٹلوں میں یہ دیکھنے کے لئے موجود ہوتے ہیں کہ باہر سے کون آکر ٹھہرا ہے..... یہ یہاں کی سکیورٹی کے لئے بڑا ضروری سمجھا جاتا ہے۔"

گوپی نے کہا۔

"تو پھر کیا کریں..... اسلام آباد میں تو ہمارے پاس ایسی کوئی جگہ نہیں ہے جو محفوظ ہو۔"

شیر خان انہیں اسی نقطے پر لانا چاہتا تھا..... اس نے کہا۔

"آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ میں حاجی عبداللہ بن کر عرصہ کئی سال سے پاکستان میں ہوٹل چلا رہا ہوں اور میں اسلام آباد، راولپنڈی بھی جاتا رہتا تھا..... وہاں میرا ایک دوست ہے..... اس کا بہت بڑا مکان ہے..... میں آپ کو وہاں ٹھہرا دوں گا..... وہاں آپ کو کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

بھوشن کہنے لگا۔

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے کندن؟ تم نے تو ہماری پریشانی حل کر دی ہے.....

ٹھیک ہے تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔"

شیر خان یہی چاہتا تھا..... اس نے کہا۔

"ہمیں رات کی بجائے دن کے وقت راولپنڈی روانہ ہونا چاہئے، تاکہ دن ہی

دن میں وہاں ہمارے ٹھہرنے کا سلسلہ بن جائے۔"

دہشت گرد کملا پاکستانی لباس میں قریب ہی بیٹھی تھی، کہنے لگی۔

"دن کے وقت کون سی گاڑی راولپنڈی جاتی ہے؟"

شیر خان نے کہا۔

"ایک ریل کار صبح صبح چلتی ہے مگر اس میں سیٹیں ریزرو کروانی پڑیں گی..... ہم

بس میں جائیں گے..... راولپنڈی کے لئے بسیں چلتی ہی رہتی ہیں۔"

چنانچہ سب نے بس میں جانے کا ہی فیصلہ کیا۔

رات انہوں نے شہر سے دُور کوارٹر میں ہی گزاری..... شیر خان ان لوگوں سے

الگ نہ ہوا..... اسے خطرہ تھا کہ اگر وہ اِدھر اُدھر ہو گیا تو کہیں بھوشن یا پارٹی کے

دوسرے دہشت گردوں کو اس پر شک نہ پڑ جائے کہ وہ کہاں چلا گیا تھا، لیکن دن کے

وقت بس سٹینڈ پر جانے کے بعد ان لوگوں کے لئے جب شیر خان راولپنڈی کے ٹکٹ

لینے گیا تو اس نے ایک جگہ سے کرنل کمانڈو کو فون پر بتا دیا کہ وہ دہشت گردوں کی پارٹی

کے ساتھ اسلام آباد جا رہا ہے..... کرنل کمانڈو نے کہا۔

"یہ بڑی خوشی کی بات ہے شیر خان! بس اب کسی بھی طرح یہ معلوم کرو کہ ان

بھارتی دہشت گردوں کو کس خاص مشن پر پاکستان بھیجا گیا ہے۔"

"فکر نہ کریں سر! میں یہ پتہ لگا کر ہی رہوں گا۔"

اس کے بعد شیر خان نے فون بند کر دیا اور بس کے تین ٹکٹ لے کر بھوشن کے

پاس آ گیا..... اس نے پارٹی لیڈر کو تینوں ٹکٹ دے دیئے..... کملا نے برقعہ اوڑھ رکھا

تھا اور نقاب بھی ڈالا ہوا تھا..... یہ لوگ مسلمان زائرین بن کر بظاہر راولپنڈی مزاروں

پر حاضری دینے جا رہے تھے..... دوپہر کے بعد یہ لوگ راولپنڈی پہنچ گئے..... شیر خان

نے بھوشن سے کہا۔

"آپ لوگ بس کے اڈے پر ہی ٹھہریں..... میں اپنے دوست کو جا کر اطلاع

کرتا ہوں..... اگر وہ گھر پر نہ ہوا تو وہ جہاں بھی ہو گا..... میں اسے تلاش کر لوں گا اور

ٹھہرنے کا بندوبست کر کے ہی واپس آؤں گا..... گھبرانا نہیں..... مجھے زیادہ سے زیادہ

ایک گھنٹہ ہی لگے گا۔"

دہشت گردوں کی جو پارٹی راولپنڈی آئی تھی اس میں شیر خان (کندن) کے

علاوہ پارٹی لیڈر بھوشن اور کملا شامل تھی..... گوپی اور کالیا پیچھے لاہور والے کوارٹر میں

ہی رہ گئے تھے۔

کملا اور بھوشن کو بسوں کے اڈے پر چھوڑ کر شیر خان سیدھا راولپنڈی میں اپنی

مجاہدوں کی تنظیم کے باس سے جا کر ملا اور اسے سارے حالات بتائے..... شیر خان کو

معلوم تھا کہ ان کے ہاں اس قسم کی رہائش کا فوری انتظام ہو سکتا ہے..... جب باس نے

سارے حالات سنے تو کہا۔

"شیر خان! تم فوراً ان لوگوں کو لے کر سرداروں کے باغ والے پرانے مکان میں

چلے جاؤ..... وہاں رمضانی موجود ہے..... وہ ان لوگوں کے کھانے پینے کا سارا انتظام

کر دے گا اور تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو گی وہ وہیں مہیا ہو جائے گی..... تم مجھ سے

رابطہ رکھنا، تاکہ حالات سے ہم لوگ باخبر رہیں۔"

شیر خان بولا۔

"مجھے جب اور جس وقت بھی موقع ملا میں فون پر آپ سے رابطہ کر لیا کروں گا۔"

"یہ لوگ کتنے دن اسلام آباد ٹھہریں گے؟" باس نے پوچھا۔

شیر خان نے کہا۔

"ابھی اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا، لیکن یہاں سے جاتے ہوئے میں آپ کو اطلاع کر دوں گا۔"

باس نے کہا۔

"پوری کوشش کرنا کہ ان دہشت گردوں کے مشن کے بارے میں معلوم ہو سکے کہ یہ یہاں دھماکے اور تخریبی کارروائیاں کرنے آئے ہیں یا ان کا مشن کچھ اور ہی ہے۔"

شیر خان بولا۔

"سر! ابھی تک میں یہی سمجھ سکا ہوں کہ ان کا مشن تخریبی کارروائیوں کے علاوہ بھی کوئی ہے اور یہی ان لوگوں کا خاص مشن ہے جس کے لئے بھارت کی خفیہ ایجنسی "را" نے انہیں یہاں بھیجا ہے۔"

اس کے بعد شیر خان باس سے اجازت لے کر سیدھا سرداروں کے باغ میں آگیا..... یہ راولپنڈی کے مشرق میں ایک محلّہ ہی تھا، مگر زیادہ آباد نہیں تھا..... یہاں قیام پاکستان سے پہلے سکھ سرداروں نے ایک کشادہ باغ میں اپنے رہنے کے لئے کچھ مکانات بنوائے تھے جو قیام پاکستان کے بعد سکھوں کے چلے جانے کے بعد مہاجرین کو الاٹ ہوگئے تھے، اسی آبادی میں ایک مکان وہ تھا جہاں شیر خان نے بھوشن اور کملا کو ٹھہرانا تھا اور خود بھی ان کے ساتھ ٹھہرنا تھا۔

رمضانی مکان کے دروازے پر ہی مل گیا..... شیر خان نے اسے ساری بات سمجھائی..... رمضانی بھی ایک کشمیری مجاہد تھا..... اس نے کہا۔

"میں مکان کھول دیتا ہوں آپ ان لوگوں کو یہاں لے آئیں۔"

شیر خان نے کہا۔

"یاد رکھنا..... یہ بھارتی دہشت گرد مسلمان بن کر آئے ہیں اور میں بھی ان کے

ساتھ حاجی عبداللہ کے نام سے ہوں۔"

رمضانی بولا۔

"میں سب سمجھتا ہوں سر..... آپ بے فکر رہیں۔"

ایک گھنٹے کے بعد شیر خان بس کے اڈے سے بھوشن اور کملا کو ساتھ لے کر مکان پر آگیا..... یہاں انہوں نے نہا دھو کر دوسرے کپڑے پہنے اور کھانا کھایا..... اس کے بعد پارٹی لیڈر بھوشن شیر خان سے کہنے لگا۔

"کندن! مجھے اب کملا کو ساتھ لے کر بھارت کے سفارت خانے جانا ہوگا..... تم اسی جگہ میرا انتظار کرنا۔"

شیر خان نے کہا۔

"ٹھیک ہے..... میں اسی جگہ رہوں گا، لیکن بھوشن بھیا! احتیاط سے کام لینا..... سفارت خانوں میں آنے جانے والوں پر ہر ملک کی خفیہ پولیس نگاہ رکھتی ہے۔"

بھوشن بولا۔

"ہم لوگ اناڑی نہیں ہیں..... میں سفارت خانے کے آدمی کو کسی دوسری جگہ ملوں گا۔"

شیر خان کے ذہن میں ایک منصوبہ تھا جو اسی وقت اس کے ذہن میں آیا تھا..... اس منصوبے پر عمل کرنے سے اسے بھوشن کملا اور بھارتی سفارت کار کے درمیان ہونے والی ساری گفتگو کا علم ہو سکتا تھا، لیکن اس کے لئے ضروری تھا کہ دہشت گرد بھوشن دوسرے دن بھارتی سفارت کار سے ملاقات کرے..... شیر خان سوچنے لگا کہ ان لوگوں کو ایک دن کے لئے کیسے بھارتی سفارت کار کے پاس جانے سے روکا جائے..... آخر ایک ترکیب اسے سوجھ گئی۔

اس نے بھوشن سے کہا۔

"تم لوگ کافی عرصے کے بعد پنڈی اسلام آباد آئے ہو..... میں یہاں مسلمان

حاجی عبداللہ کے بھیس میں پانچ سال سے رہ رہا ہوں..... میرا یہ تجربہ ہے کہ دوپہر کے بعد رات گئے تک بھارتی سفارت خانے کے باہر سی آئی ڈی کے آدمی ہر حالت میں موجود بھی ہوتے ہیں اور اگر کوئی سفارت کار باہر جائے تو ملکی سلامتی کے خیال سے اس کا پیچھا کیا جاتا ہے کہ کہیں وہ دہشت گردی کی کسی خفیہ بھارتی پارٹی سے ملنے تو نہیں جارہا..... اگر اس وقت تم نے بھارتی سفارت کار سے ملنے کی کوشش کی تو تم لوگ سی آئی ڈی والوں کی نگاہوں میں آجاؤ گے اور ممکن ہے کہ ہمارا بھانڈا پھوٹ جائے۔"

کملا نے بھوشن سے کہا۔

"بھوشن! کندن ٹھیک کہتا ہے..... اس کو یہاں کے معاملات کا ہم سے زیادہ تجربہ ہے..... بہتر ہے کہ ہم آج نہیں جاتے..... کل دن کے وقت اپنے آدمی سے ملاقات کریں گے۔"

شیر خان بولا۔

"آپ لوگ کل صبح صبح اپنے سفارت کار کو اس کے گھر پر یا کسی دوسری جگہ ملیں..... میرا تجربہ ہے کہ صبح صبح سی آئی ڈی والے بھی آرام کررہے ہوتے ہیں۔ حالانکہ پاکستان کی انٹیلی جنس کسی وقت بھی غافل نہیں ہوتی اور اپنے ملک کی سلامتی کی خاطر چوبیس گھنٹے چوکس رہتی ہے، لیکن اس وقت شیر خان کیلئے ایسا کہنا ضروری تھا۔

شیر خان نے کہا۔

"تم ایسا کرو کہ ابھی کسی پبلک کال آفس میں جاکر اپنے آدمی کو فون پر بتادو کہ تم کل صبح صبح اس سے ملنا چاہتے ہو، وہ خود تمہیں کوئی جگہ بتادے گا۔"

شیر خان نے کچھ ایسی باتیں کیں کہ بھوشن قائل ہوگیا اور بولا۔

"ٹھیک ہے..... ہم کل اپنے آدمی سے ملیں گے، لیکن فون پر میں آج ہی اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"تمہیں اپنے آدمی کا فون نمبر معلوم ہے؟"

"ہاں! اس کا فون نمبر میرے پاس ہے۔" بھوشن نے کہا۔

شیر خان بولا۔

"لیکن تمہیں صاف لفظوں میں بات نہیں کرنی چاہئے، بلکہ خفیہ کوڈ میں بات کرنی چاہئے۔"

بھوشن نے کہا۔

"بھیا کندن! میں ان ساری باتوں کو جانتا ہوں اور ہم خفیہ زبان میں ہی فون پر بات کیا کرتے ہیں۔"

"بس پھر ٹھیک ہے۔" شیر خان نے خوش ہوکر کہا۔

پانچ بجے سہ پہر بھوشن بھارتی سفارت کار کو فون کرنے چلا گیا..... کملا اور شیر خان مکان پر ہی رہے..... رمضانی چائے بنا کر لے آیا..... جب رمضانی چائے رکھ کر چلا گیا تو کملا نے شیر خان سے کہا۔

"کندن لال! تم نے یہاں خوب اپنا اثر ورسوخ جمایا ہوا ہے۔"

شیر خان بولا۔

"کملا جی! میں نے کوہاپور کے سینٹر میں جاسوسی اور دہشت گردی کی ٹریننگ حاصل کی تھی۔"

کملا بولی۔

"ہم نے بھی وہیں سے ٹریننگ لی تھی۔"

شیر خان نے کہا۔

"لیکن میں پانچ چھ سال سے پاکستان میں حاجی عبداللہ کے نام سے رہ رہا ہوں..... مجھے آپ لوگوں کے مقابلے میں زیادہ تجربہ ہے اور میرے لئے یہاں اپنا اثر ورسوخ بنانا بہت ضروری تھا۔"

کملا نے چائے بناتے ہوئے کہا۔

"اس کا ہمیں بھی بڑا لابھ مل رہا ہے۔"

شیر خان نے کملا کو ٹوکتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری ٹریننگ ابھی نامکمل ہے۔"

"وہ کیسے؟" کملا نے تعجب سے پوچھا۔

شیر خان بولا۔

"تم نے ابھی ابھی ہندی کا لفظ لابھ بولا ہے..... تمہیں یہاں یہ لفظ زبان پر نہیں لانا چاہئے تھا..... اس کی جگہ تمہیں فائدہ کا لفظ بولنا چاہئے تھا..... لابھ کے لفظ سے دوسرے کو شک پڑ سکتا ہے کہ تم بھارت کی رہنے والی ہو اور ہندو عورت ہو۔"

کملا شرمندہ سی ہو گئی..... کہنے لگی۔

"تم نے ٹھیک کہا ہے کندن لال! مجھ سے واقعی غلطی ہو گئی ہے..... میں آئندہ سے احتیاط کروں گی۔"

شیر خان بھی مسکرانے لگا، بولا۔

"وقت کے ساتھ ساتھ تمہیں تجربہ ہو جائے گا۔"

شام کے وقت بھوشن بھارتی سفارت کار کو فون کر کے واپس آ گیا..... شیر خان سے کہنے لگا۔

"کندن! تم نے بڑا صحیح مشورہ دیا تھا..... سفارت خانے کے اپنے آدمی نے بھی مجھے صبح صبح آنے کو کہا ہے۔"

شیر خان نے کہا۔

"بھوشن بھیا! مجھے معلوم تھا کہ وہ صبح کے وقت ہی تمہیں ملنے کا کہے گا..... اب تم دونوں یہاں آرام کرو..... میں اپنے اس دوست سے مل کر آتا ہوں جس کا یہ مکان ہے۔"

"کیا تمہارا جانا ضروری ہے؟" بھوشن نے پوچھا۔

شیر خان بولا۔

"مجھے یہاں ایک ایک پل کی خبر رکھنی پڑتی ہے..... یہاں خفیہ ایجنسی ہر جگہ موجود ہوتی ہے..... میں صرف یہ معلوم کرنے جا رہا ہوں کہ کسی نے تمہارے بارے میں کوئی مخبری تو نہیں کر دی..... میں جلدی واپس آ جاؤں گا۔"

شیر خان ان دونوں یعنی کملا اور بھوشن کو مکان پر چھوڑ کر سیدھا اپنے باس کے پاس آ گیا اور اسے بتایا کہ بھوشن کل صبح بھارتی سفارت کار سے خفیہ ملاقات کر رہا ہے، جس میں بھارتی سفارت کار اسے اس کے مشن کے بارے میں بتانے والا ہے..... باس نے فکر مند ہو کر کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم اس کے ساتھ نہیں جا رہے۔"

شیر خان نے کہنے لگا۔

"وہ مجھے اپنے ساتھ نہیں لے جا رہا..... اگر میں نے زیادہ اصرار کیا تو اسے مجھ پر شک پڑ سکتا ہے۔"

"پھر تم نے کیا سوچا ہے؟" باس نے پوچھا۔

شیر خان نے کہا۔

"میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے..... اگر ہم اس ترکیب پر عمل کر سکیں تو ہمیں ان بھارتی دہشت گردوں کے مشن کے بارے میں پوری تفصیل معلوم ہو سکتی ہے۔"

کون سی ترکیب؟" باس نے پوچھا۔

❁ ❁ ❁

٦

شیر خان کہنے لگا۔

"اگر ہمیں کوئی چھوٹے سے چھوٹا اور مختصر سے مختصر مگر انتہائی طاقتور ٹیپ ریکارڈر میسر آجائے تو میں اسے موقع پاکر بھوشن کی جیب میں ڈال دوں گا..... یہ ٹیپ ریکارڈر ان ساری باتوں کو ٹیپ کرے گا جو اس کے بعد بھارتی سفارت کار کے درمیان ہوں گی، بعد میں یہ ٹیپ ریکارڈر اس کی جیب سے نکال لوں گا..... کیا خیال ہے۔"

باس کے چہرے پر ایک چمک سی آگئی..... اس نے کہا۔

"ایسا ہو سکتا ہے۔"

شیر خان نے خوش ہو کر کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ مجھے ایسا ٹیپ ریکارڈر مل سکتا ہے۔"

باس کہنے لگا۔

"ہم نے اس قسم کے سارے انتظام کر رکھے ہیں..... ہمارے پاس ایک ایسا ٹیپ ریکارڈر ہے جو چپکانے والی سکاچ ٹیپ کی شکل میں ہے..... اس پر ایسا کیمیکل لگایا گیا ہے جو انسانی آوازوں کو باریک سے باریک نقطوں کی شکل میں ٹیپ کر لیتا ہے..... تم یہ بتاؤ کہ بھارتی دہشت گرد بھوشن کی جیکٹ کا رنگ کون سا ہے؟"

"اس کی جیکٹ کا رنگ نسواری ہے۔" شیر خان نے کہا۔

باس بولا۔

"ہمارے پاس ہر رنگ کی ایسی ٹیپ موجود ہے..... میں ابھی تمہیں نسواری رنگ کی ٹیپ لا کر دیتا ہوں۔"

باس دوسرے کمرے میں گیا اور ایک چھوٹی گول ڈبی لے کر آگیا..... اس میں نسواری رنگ کی ٹیپ رکھی ہوئی تھی..... اس نے شیر خان کو ٹیپ نکال کر دکھاتے ہوئے کہا۔

"یہ جرمنی کے سرکاری محکمہ انٹیلی جنس کی سب سے جدید ترین ایجاد ہے۔"

پھر باس نے ٹیپ کا دو انچ لمبا ٹکڑا کاٹ کر شیر خان کو دیا اور کہا۔

"اس ٹکڑے کو بھارتی دہشت گرد بھوشن کی جیکٹ کے باہر یا اندر کی طرف کسی جگہ چپکا دینا..... جب وہ بھارتی سفارت کار سے مل کر واپس آئے تو اسے نکال کر میرے پاس لے آنا..... یہ ٹیپ چپکنے کے بعد آسانی سے اتر بھی جاتی ہے۔"

شیر خان کے دل کی مراد پوری ہو گئی تھی..... وہ جو چاہتا تھا ویسا ہی ہوا تھا..... اس نے ٹیپ کو ایک چھوٹے لفافے میں ڈال کر لفافہ اپنی جیب میں رکھ لیا اور واپس دہشت گردوں کی طرف روانہ ہو گیا..... مکان پر آیا تو دہشت گرد بھوشن اور کملا کھانا کھا رہے تھے..... کملا کہنے لگی۔

"کندن بھیا! ہم نے تمہارا کافی انتظار کیا..... بڑی بھوک لگ رہی تھی..... تم مائنڈ نہ کرنا۔"

شیر خان بولا۔

"نہیں نہیں کملا جی؟ میں کیوں مائنڈ کروں گا..... آپ لوگوں نے بڑا اچھا کیا..... مجھے دیر بھی ہو سکتی تھی۔"

"سب ٹھیک ہے نا؟" بھوشن نے پوچھا۔

شیر خان نے کہا۔

"ابھی تک سب ٹھیک ہے..... ہم لوگوں کے بارے میں کسی کو معمولی سا شک

بھی نہیں پڑا..... بس ہمیں اسی احتیاط سے کام لینا ہوگا۔"

"کندن بھیا! تمہارا تجربہ زیادہ ہے، مگر میں بھی اسی جل کی مچھلی ہوں۔" بھوشن بولا..... "مجھے معلوم ہے کہ اس قسم کے کاموں میں ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا ہے۔"

پھر ہنس کر کہنے لگا۔

"کملا نے مجھے بتایا ہے کہ اس کی زبان سے فائدے کی جگہ لابھ کا لفظ نکل گیا تھا اور تم نے اسے ڈانٹ دیا تھا کہ وہ پاکستان میں ہندی کا لفظ زبان پر نہ لائے۔"

شیر خان بولا۔

"اس لئے کہ یہ بات ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔"

کملا کہنے لگی۔

"بھیا جی! میں نے کان پکڑ لئے ہیں..... اب آپ میری زبان سے ہندی کا کوئی لفظ نہیں سنیں گے۔"

رات گزر گئی۔

دوسرے دن شیر خان منہ اندھیرے اٹھ کھڑا ہوا..... اس وقت بھوشن اور کملا ابھی سو رہے تھے..... شیر خان نے وہ لفافہ رات کو ہی اپنے سرہانے کے نیچے چھپا کر رکھ لیا تھا جس میں آواز ٹیپ کرنے والی حساس سکاچ ٹیپ تھی، وہ لفافہ جیب میں رکھ کر دوسرے کمرے میں آ گیا..... یہاں کملا اور بھوشن کے پہننے والے کپڑے لٹکے ہوئے تھے..... راولپنڈی میں موسم ٹھنڈا ہو چکا تھا اور بھوشن اپنی نسواری جیکٹ پہن کر ہی باہر نکلتا تھا..... شیر خان نے لفافے میں سے حساس ٹیپ نکالی اور اسے بھوشن کی جیکٹ کے کالر کے اندر چپکا دی۔

اس کے بعد وہ واپس اپنے پلنگ پر آ کر لیٹ گیا۔

بھارتی سفارت کار نے اسے صبح پانچ بجے آنے کو کہا تھا..... بھوشن چار بجے ہی

بیدار ہو گیا..... اس نے نہانے کے بعد کپڑے پہنے تو شیر خان اسے دیکھ رہا تھا..... بھوشن نے جب جیکٹ پہن لی تو شیر خان کو تسلی ہو گئی..... ملازم چائے بنا کر لے آیا تھا..... دونوں بیٹھ کر چائے پینے لگے۔

شیر خان نے کہا۔

"بھوشن! بڑی احتیاط سے کام لینا۔"

بھوشن بولا۔

"کندن بھیا! بے فکر رہو۔"

کچھ دیر کے بعد بھوشن چلا گیا..... مکان سے نکل کر بھوشن نے ایک ٹیکسی لی اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں بھارتی سفارت کار نے اسے آنے کے لئے کہا تھا..... بھارتی سفارت کار پہلے سے وہاں اس کا انتظار کر رہا تھا..... بھوشن نے ٹیکسی چھوڑ دی..... بھارتی سفارت کار نے اسے اپنی گاڑی میں بٹھایا اور گاڑی ایک غیر آباد علاقے کی طرف نکل گئی..... وہاں ایک جگہ ایک کچی کوٹھڑی سی تھی جو خالی پڑی تھی۔

بھارتی سفارت کار بھوشن کو کوٹھڑی کے اندر لے گیا اور دونوں باتیں کرنے لگے۔

بھارتی دہشت گرد ایک گھنٹے کے بعد مکان پر واپس آیا..... کملا نے پوچھا۔

"بات ہو گئی؟"

بھوشن بولا۔

"ہاں ہو گئی۔"

شیر خان کملا کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا..... اس نے کہا۔

"یہ بڑا اچھا ہوا..... اپنے آدمی نے کیا کہا ہے..... میرا مطلب ہے ہمارا مشن کیا ہے۔"

بھوشن بولا۔

"آئی ایم سوری کندن! تم یہ مت سمجھنا کہ ہمیں تم پر بھروسہ نہیں ہے، لیکن

بات یہ ہے کہ اپنے آدمی نے سختی سے منع کیا ہے کہ اپنی خاص پارٹی کے آدمیوں کے سوائے اس مشن کے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتایا جائے اور تم تو جانتے ہی ہو کہ ان معاملات میں ہمیں اپنے کچھ اصولوں کی سختی سے پابندی کرنی پڑتی ہے۔"

شیر خان بولا۔

"بھوشن بھیا! تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو..... اگر اپنے آدمی نے تمہیں منع کیا ہے تو میں تم سے کچھ نہیں پوچھوں گا..... تم مجھے جو حکم دو گے میں اس پر عمل کروں گا۔"

بھوشن نے کہا۔

"ہمیں جو مشن دیا گیا ہے اس کے سلسلے میں مجھے اور کملا کو کراچی جانا ہوگا۔"

شیر خان نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔"

"نہیں۔" بھوشن بولا..... "ابھی صرف میں اور کملا ہی اس مشن پر کام کریں گے..... اس کے بعد تمہاری ضرورت بھی پڑے گی..... پھر ہم تمہیں بھی کراچی اپنے پاس بلوالیں گے۔"

شیر خان کہنے لگا۔

"کراچی میں اگر تم لوگوں کے رہنے کا کوئی محفوظ ٹھکانہ نہ ہو تو میں اس کا بھی انتظام کر سکتا ہوں۔"

بھوشن نے کہا۔

"اصل میں بھارتی سفارت کار کی طرف سے کراچی میں ہماری رہائش کا انتظام کر دیا گیا ہے۔"

"یہ بڑی اچھی بات ہے۔" شیر خان نے کہا..... "تم لوگ کب کراچی جا رہے ہو؟"

بھوشن کہنے لگا۔

"ہم کل کا دن چھوڑ کر پرسوں شام کی گاڑی سے کراچی روانہ ہوں گے۔"

شیر خان نے کہا۔

"میں اسی مکان میں رہوں گا..... اگر میری ضرورت پڑ گئی تو مجھے اس مکان کے ایڈریس پر ٹیلی گرام دے دینا..... ٹیلی گرام ظاہر کو ڈالفاظ میں ہی ہوگی۔"

بھوشن بولا۔

"میں تمہیں ٹیلی گرام کر دوں گا..... تم اسی جگہ رہنا۔"

رات کو جب بھوشن اور کملا سو گئے تو شیر خان خاموشی سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں گیا اور اس نے بھوشن کی جیکٹ کے کالر کے اندر چپکائی ہوئی حساس ٹیپ اتار کر اسے لفافے میں ڈالا اور لفافہ ایک جگہ سنبھال کر چھپا دیا۔

دوسرے روز موقع پا کر شیر خان نے ریکارڈنگ ٹیپ والا لفافہ جیب میں رکھا اور ایک ضروری کام کا بہانہ بنا کر سرداروں کے باغ والے مکان سے نکل کر سیدھا اپنی مجاہد تنظیم کے باس کے ہاں پہنچ گیا..... اسے لفافہ دے کر کہا۔

"سر! یہ ہے وہ ٹیپ جو میں نے بھوشن کی جیکٹ کے ساتھ چپکا دی تھی..... مجھے یقین ہے کہ اس میں وہ ساری گفتگو ریکارڈ ہو گئی ہوگی جو بھوشن اور بھارتی سفارت کار کے درمیان ہوئی ہے۔"

باس نے ٹیپ لی اور شیر خان کو ساتھ لے کر ایک لیبارٹری میں آ گیا..... یہاں ٹیپ کو ایک خاص مشین میں ڈال کر بٹن دبایا..... سپیکر پر ٹیپ میں ریکارڈ کی ہوئی آوازیں سنائی دینے لگیں..... سب سے پہلے شیر خان اور بھوشن اور کملا کی وہ باتیں سنائی دیں جو شیر خان نے جیکٹ کے اندر ٹیپ چپکانے کے بعد آپس میں کی تھیں، اس کے بعد بھوشن کے ٹیکسی والے سے باتیں کرنے اور پھر ٹیکسی کے سٹارٹ ہونے اور چلنے کی آواز سنائی دی۔

آخر میں دہشت گرد بھوشن اور بھارتی سفارت کار کے مکالمے سنائی دینے لگے..... بھوشن کی آواز شیر خان پہچانتا تھا..... دوسری اجنبی آواز بھارتی سفارت کار کی

تھی..... اسے بھوشن نے پانڈے جی کے نام سے پکارا تھا..... اب ہم دونوں کے مکالمے جیسے حساس ٹیپ نے ریکارڈ کئے ہیں اسی طرح یہاں لکھے دیتے ہیں..... جب بھوشن بھارتی سفارت کار پانڈے جی سے ملا تھا تو پانڈے جی نے پوچھا تھا۔

"تمہیں یہاں آتے ہوئے کسی نے دیکھا تو نہیں؟ میرا مطلب ہے کہ تمہیں یقین ہے کہ تمہارے پیچھے کوئی نہیں لگا ہوا؟"

اس کے جواب میں بھوشن نے کہا تھا۔

"ہم نے پوری احتیاط سے کام لیا ہے پانڈے جی، اس معاملے میں آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

پانڈے جی نے کہا تھا۔

"چلو..... اس کوٹھڑی کے اندر چل کر بیٹھتے ہیں۔"

پھر ان دونوں کے چلنے، کوٹھڑی کا دروازہ کھولنے اور پھر ان کے کسی چارپائی پر بیٹھنے کی چرچراہٹ کی آوازیں آئیں..... اس کے بعد ان کے مکالمے شروع ہوگئے جو ہم یہاں اسی طرح لکھتے ہیں۔

بھوشن..... پانڈے جی! مجھے دلی میں کہا گیا تھا کہ اس مشن کے بارے میں تمہیں پاکستان میں بھارتی سفارت کر پانڈے جی ہی بتائیں گے۔

پانڈے..... تمہیں ٹھیک کہا گیا تھا۔

بھوشن..... "یہ مشن کیا ہے اور اسے اتنا سیکرٹ کیوں رکھا گیا ہے۔"

پانڈے..... اس لئے کہ یہ ایک ٹاپ سیکرٹ مشن ہے اور اگر تم لوگ اس مشن میں کامیاب ہو جاتے ہو تو یہ ہماری بھارتی حکومت کی ایک بہت بڑی فتح ہو گی..... ایسی فتح جو ایک ڈویژن فوج بھی ہمیں نہیں دلا سکتی۔"

بھوشن..... ہم اس مشن کو کامیاب بنانے کی خاطر اپنی جان تک لڑا دیں گے۔"

پانڈے..... اس مشن پر تمہیں اور کملا کو اکیلے ہی کراچی جانا ہوگا..... جیسا کہ

تمہیں پہلے بھی بتا دیا گیا تھا..... تم نے اپنے ساتھی کندن سے بات کر لی ہے۔

بھوشن..... جی ہاں..... ہم نے اسے کہہ دیا ہے کہ اس مشن پر میں اور کملا اکیلے جائیں گے..... تم پیچھے سرداروں والے باغ کے مکان میں ہی رہو گے۔

آپ کو کندن کے بارے میں امرتسر ہیڈ کوارٹر سے فل رپورٹ مل گئی ہو گی۔

پانڈے..... ہاں، رپورٹ کے ساتھ ہمیں اس کی تصویر بھی مل گئی ہے..... میں اس کی فوٹو دکھاتا ہوں یہ ہے ناں کندن کی فوٹو؟

بھوشن..... جی ہاں..... یہ کندن کی ہی فوٹو ہے۔

پانڈے..... بس کندن یہاں تمہارے پنڈی والے مکان میں ہی رہے گا..... تم دونوں دو دن بعد کراچی چلے جاؤ گے..... وہاں کراچی کے ریلوے اسٹیشن پر سیوا جی تمہیں لینے آئے گا..... سیوا جی کو تم دونوں کے فوٹو پہنچا دیئے گئے ہیں..... وہ تمہیں پہچان لے گا اور تمہیں کہے گا..... السلام علیکم عبدالشکور بھائی..... یہ ہے سیوا جی کا فوٹو..... اسے اچھی طرح سے دیکھ لو۔

بھوشن..... ٹھیک ہے..... شکل سے تجربہ کار لگتا ہے۔

پانڈے..... اسے "را" کے لئے کام کرتے دس سال ہو گئے ہیں..... تم لوگ اسے میاں جی کہہ کر بلاؤ گے۔

بھوشن..... سمجھ گئے۔

پانڈے..... اب اپنے مشن کے بارے میں سنو..... کراچی میں پیر جی نام کے ایک بہت مشہور مذہبی لیڈر رہتے ہیں..... وہ مسلمانوں کے ایک دینی فرقے کے لیڈر ہیں..... تمہیں پیر جی کو قتل کرنا ہے..... اگر تم انہیں قتل کر دو گے تو ان کے فرقے کے لوگ اس قتل کی ساری ذمے داری دوسرے مذہبی فرقے پر ڈالیں گے، اس طرح مسلمانوں کے دو بہت بڑے مذہبی فرقوں میں جنگ شروع ہو جائے گی اور وہ ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں گے اور کراچی بلکہ پاکستان میں انتشار اور افراتفری

کی صورت حال پیدا ہو جائے گی اور یہی ہم چاہتے ہیں، مگر پیر جی کو قتل کرنا اتنا آسان نہیں ہے..... مسلح باڈی گارڈ ہر وقت ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔

بھوشن..... وہ کس وقت اپنے گھر سے نکلتے ہیں..... کہاں کہاں جاتے ہیں اور ان کے باڈی گارڈز کی تعداد کتنی ہے۔

پانڈے..... یہ ساری باتیں تمہیں ہمارے کراچی میں مقیم آدمی سیوا جی سے معلوم ہو جائیں گی..... وہ اس بارے میں تمہیں پوری طرح سے گائیڈ کرے گا۔

بھوشن..... لیکن اس مشن میں کملا کا میرے ساتھ جانا مناسب نہیں رہے گا..... یہ میرا ذاتی خیال ہے۔

پانڈے..... کملا کو ہم اس لئے تمہارے ساتھ بھیج رہے ہیں کہ یہ تمہارے لئے راستہ صاف کرے گی۔"

بھوشن..... وہ کیسے؟

پانڈے..... وہ اسی طرح کہ پیر جی جمعرات کے روز بیماروں کے لئے اپنے بنگلے پر دعا بھی کراتے ہیں..... کملا اپنے بیمار بچے کی ماں بن کر پیر جی کے پاس دعا کرانے جائے گی اور اپنی کوشش اور عیاری سے پیر جی کے شیڈول کے بارے میں اندرونی معلومات حاصل کر کے تمہیں بتائے گی۔

بھوشن..... ایک بات یاد رکھو..... آج تک پاکستان میں مختلف مذہبی فرقوں کے درمیان جتنے بھی فسادات ہوئے ہیں وہ ہم نے ہی کرائے ہیں، ورنہ ایک فرقے کا مسلمان دوسرے فرقے کے مسلمان کو قتل کرنے یا اسے نقصان پہنچانے کا سوچ بھی نہیں سکتا، اس لئے یہ کام تمہیں بہت سوچ سمجھ کر کرنا ہوگا اور اس میں کامیاب ہونا ہوگا۔

بھوشن..... آپ فکر نہ کریں۔

پانڈے..... بس اب تم کراچی جانے کی تیاری شروع کر دو..... سیوا جی کو

تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا گیا ہے..... کل کا دن چھوڑ کر تم پرسوں رات کی گاڑی سے کراچی روانہ ہو جاؤ گے۔

اس کے بعد خاموشی چھا گئی جس میں کاغذوں کی کھڑ بڑ کی آواز سنائی دی..... پھر پانڈے کی آواز ابھری۔

پانڈے..... یہ کچھ رقم ہے..... اسے اپنے پاس رکھ لو..... باقی تمہیں کراچی میں جتنی رقم درکار ہو گی وہ سیوا جی سے مل جائے گی۔ یاد رکھنا..... کراچی کے سٹیشن پر سیوا جی تمہیں السلام علیکم عبدالشکور بھائی کہہ کر ملے گا اور تم اسے میاں جی کہہ کر بلاؤ گے۔

بھوشن..... یاد رہے گا۔

پانڈے..... اس مشن کے بارے میں ابھی کندن کو بھی کچھ نہ بتانا..... ہم اس سلسلے میں انتہائی رازداری سے کام لینا چاہتے ہیں۔

بھوشن..... آپ جیسا کہتے ہیں ہم ویسے ہی کریں گے۔

پانڈے..... اب تم لوگ واپس جاؤ گے..... پہلے تم یہاں سے نکلو گے..... میں تمہارے جانے کے بعد نکلوں گا۔

اس کے بعد ریکارڈنگ ٹیپ پر کوٹھڑی سے نکلنے اور ٹیکسی میں سوار ہونے اور ٹیکسی کے سٹارٹ ہونے وغیرہ کی آوازیں ریکارڈ ہوئی تھیں..... باس نے ٹیپ سٹاپ کر دی اور شیر خان کی طرف دیکھ کر کہا۔

"شیر خان! ہمیں ان بھارتی دہشت گردوں کے ایک انتہائی خطرناک مشن کا راز معلوم ہو گیا ہے..... ہمیں ہر حالت میں پیر جی کو ان دہشت گردوں کے مذموم عزائم سے بچانا ہے..... میں تو کہتا ہوں کہ انہیں گرفتار کروا دینا چاہئے۔"

شیر خان نے کہا۔

"سر! اگر ہم نے انہیں گرفتار کر لیا جو ہم بڑی آسانی سے کر سکتے ہیں تو ان کا کراچی والے گروہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا..... ہمیں ان کے ساتھ سیوا جی اور

سیواجی کے دوسرے بھارتی دہشت گرد ساتھیوں کو بھی پکڑنا ہوگا..... صرف بھوشن اور کملا کے گرفتار کرنے سے پیر جی کی زندگی محفوظ نہیں ہو جائے گی..... یہی کام ان کی گرفتاری کے بعد کراچی والے بھارتی دہشت گرد بھی کر سکتے ہیں۔"

"یہ تم نے ٹھیک کیا ہے۔" باس نے کہا..... "ٹھیک ہے تم ان لوگوں کے ساتھ جاؤ گے..... یہ لوگ پرسوں رات کی گاڑی سے کراچی جا رہے ہیں..... تم کوئی بھیس بدل کر اسی گاڑی میں ان کے ساتھ جاؤ گے اور ان پر نگاہ رکھو گے اور جب کراچی کے سٹیشن پر یہ لوگ اپنے آدمی سیواجی سے ملیں گے تو تم سیواجی کو شناخت کرنے کے بعد ان کا پیچھا کرو گے کہ یہ لوگ کراچی میں کہاں جاتے ہیں۔"

شیر خان نے کہا۔

"سر! میں کسی بھی بھیس میں ہوا یہ لوگ مجھے پہچان لیں گے..... اس طرح میں ان کے قریب نہیں جا سکوں گا، جبکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارا کوئی آدمی ان لوگوں کے قریب رہ کر ان کی نقل و حرکت کا جائزہ لیتا رہے۔"

باس بولا۔

"ٹھیک ہے، ہم رحمت خان کو تیار کر کے ان کے ساتھ اسی گاڑی میں روانہ کر دیں گے۔"

شیر خان نے کہا۔

"میں مجاہد رحمت خان کو جانتا ہوں، مگر سر یہ بڑا نازک کام ہے..... کیا وہ یہ ذمے داری پوری طرح سے نبھا سکے گا؟"

باس نے کہا۔

"رحمت خان بھیس بدلنے کا ماہر ہے اور ہم اسے پیر جی کا چیلا بنا کر اس بھیس میں بھیجیں گے..... تم صرف اتنا کرو کہ رحمت خان کو دہشت گرد بھوشن اور کملا کی شکل دکھا دو..... باقی سارا کام رحمت خان خود کر لے گا..... باقی تم بھی اسی ٹرین میں کراچی

جاؤ گے مگر بھوشن کملا اور رحمت خان کو اپنی شکل نہیں دکھاؤ گے۔"

شیر خان نے کہا۔

"ٹھیک ہے سر! آپ ایسا کریں کہ رحمت خان کو آج سورج غروب ہونے سے پہلے ہمارے مکان پر بھجوا دیں..... اسے کہیں کہ وہ ملازم رمضانی کا رشتے دار بن کر اس سے ملنے کے بہانے آئے گا..... میں اسے بھوشن اور کملا کی چہرہ شناسی کروا دوں گا۔"

باس نے کہا۔

"پرسوں رات کو کراچی جانے سے پہلے تم مجھ سے مل کر جانا۔"

"ٹھیک ہے سر!"

شیر خان مکان پر واپس آ گیا۔

بھوشن اور کملا مکان پر ہی تھے..... انہوں نے اکٹھے کھانا کھایا..... شیر خان نے بھوشن سے کہا

"بھوشن بھیا! کراچی کے ٹکٹ تمہیں کل ہی منگوا لینے چاہئیں..... وقت پر شاید ٹکٹ نہ ملیں..... بڑا رش ہوتا ہے۔"

بھوشن بولا..... "کندن بھیا! ٹکٹ کل اسی جگہ پہنچ جائیں گے۔"

شیر خان سمجھ گیا کہ بھارتی سفارت کار ان کے لئے ٹکٹ مہیا کرے گا.....

تیسرے پہر شیر خان رمضانی کی کوٹھڑی میں گیا تو وہاں رحمت خان پہلے سے بیٹھا ہوا تھا..... شیر خان کے گلے لگ کر ملا اور بولا۔

"شیر بھائی! وہ بھارتی دہشت گرد کہاں ہیں؟"

شیر خان نے کہا۔

"تم اس کھڑکی کی اوٹ میں چھپ کر کھڑے ہو جاؤ..... میں انہیں لے کر اس طرف سے گزرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر شیر خان کوٹھڑی سے نکل آیا..... اس وقت بھوشن اور کملا کمرے کے

اندر بیٹھے باتیں کر رہے تھے..... شیر خان نے جاتے ہی کہا۔

"بھوشن بھیا! آج چائے باغیچے میں بیٹھ کر پینے کو جی چاہتا ہے۔"

کملا نے کہا۔

"کندن نے میرے دل کی بات کی ہے..... میں بھی اس کمرے میں بیٹھ بیٹھ کر تنگ آ گئی ہوں۔"

بھوشن بولا۔

"ہمیں ذرا احتیاط سے کام لینا چاہئے۔"

شیر خان بولا۔

"بھیا! یہاں اِرد گرد قریب کوئی مکان نہیں ہے..... ہمیں کوئی نہیں دیکھے گا اور دیکھ بھی لیا تو کیا ہے..... تم لوگ میرے مسلمان دوست بن کر یہاں رہ رہے ہو۔"

بھوشن اور کملا اٹھ کر شیر خان کے ساتھ باہر باغیچے میں آ گئے۔

شیر خان نے کہا۔

"ذرا چہل قدمی کرتے ہیں۔"

شیر خان بھوشن اور کملا کو اپنے ساتھ چلاتا ہوا رمضانی کی کوٹھڑی کے آگے سے گزر گیا..... رحمت خان نے دونوں یعنی بھوشن اور کملا کو نظر بھر کر دیکھ لیا تھا۔

جس رات کملا اور دہشت گرد بھوشن کو کراچی روانہ ہونا تھا اسی روز دن کے وقت شیر خان اپنی تنظیم کے باس کے ہاں پہنچ گیا..... وہاں اس نے باس کے پہلو میں ایک سبز لمبے کرتے..... سبز تہمد والے آدمی کو دیکھا جس نے سر پر سبز رنگ کا صافہ باندھ رکھا تھا اور ہاتھ میں لمبی تسبیح تھی..... پہلی نظر میں شیر خان نے اسے بالکل نہ پہچانا۔

باس نے کہا۔

"شیر خان! تم نے رحمت خان کو نہیں پہچانا؟"

تب شیر خان نے غور سے دیکھا..... وہ رحمت خان ہی تھا..... باس نے کہا۔

"یہ کراچی والے پیر جی کے چیلے کے روپ میں ہے، بس اب تم اس کا کام دیکھنا، لیکن تمہارا کام اس سے بھی زیادہ اہم ہے..... تمہیں بھوشن کملا اور کراچی کے بھارتی دہشت گرد سیوا جی کو اپنی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دینا..... اگرچہ تم ان سے دُور دُور رہو گے، لیکن ان لوگوں کو اپنی نگاہ میں رکھو گے اور کراچی میں مرکزی دفتر کے عباسی صاحب کو بھی رپورٹ کر کے انہیں سارے حالات سے آگاہ کرو گے تاکہ وہ بھی پیر جی کی حفاظت کے لئے پورا انتظام کر لیں..... اس کے بعد اگر وہاں ان بھارتی دہشت گردوں کو گرفتار کروانے کی ضرورت پڑی تو عباسی صاحب خود ہی ایسا کر لیں گے۔"

رحمت خان کہنے لگا۔

"شیر بھائی! میں بھارتی دہشت گرد بھوشن اور کملا کے ڈبے میں ہی سفر کروں گا۔"

شیر خان نے کہا۔

"کل رات والی گاڑی میں ان کی سیکنڈ کلاس کی نشستیں ریزرو ہو چکی ہیں..... تمہیں بھی اسی ڈبے میں اپنی سیٹ ریزرو کروا لینی چاہئے۔"

رحمت خان نے ہنس کر کہا۔

"میری سیٹ اسی ڈبے میں ریزرو ہو چکی ہے..... یہ نیشنل سکیورٹی کا معاملہ ہے۔"

تم کون سے ڈبے میں ہو گے؟

شیر خان نے کہا۔

"میں بھی کسی نہ کسی ڈبے میں فقیر کے بھیس میں موجود ہوں گا۔"

باس نے کہا۔

"یہ تم اچھا کرو گے کہ فقیر کا بھیس بدل کر ان کے ساتھ جاؤ گے۔"

شیر خان بولا۔

"سر! اگر بھیس بدل کر نہ گیا تو یہ لوگ بڑے چالاک ہیں..... کہیں نہ کہیں ان کی مجھ پر نظر پڑ گئی تو فوراً سمجھ جائیں گے کہ دال میں کالا کالا ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ

کراچی جانے کی بجائے راستے ہی سے واپس آجائیں یا کہیں غائب ہو جائیں۔"

اس کے بعد شیر خان باس سے اجازت لے کر واپس آگیا۔

دوسرا دن بھی گزر گیا..... کراچی جانے والی گاڑی پنڈی سے رات کے آٹھ بجے روانہ ہوتی تھی..... شیر خان ایک فقیر کے بھیس میں پلیٹ فارم پر موجود تھا..... وہ ایک جگہ چھپ کر بیٹھا تھا اور گیٹ کی طرف دیکھ رہا تھا، جہاں سے مسافر اندر آرہے تھے..... اس نے دیکھا کہ بھوشن اور کملا آرہے ہیں..... بھوشن نے شلوار قمیض اور واسکٹ پہن رکھی تھی..... ہاتھ میں چھوٹا سا اٹیچی کیس تھا..... کملا نے کالا برقعہ اوڑھ رکھا تھا..... دونوں پلیٹ فارم پر آکر ایک بنچ پر بیٹھ گئے..... اس کے تھوڑی دیر بعد رحمت خان سبز لباس پہنے ہاتھ میں تسبیح لئے آتا دکھائی دیا..... شیر خان اپنی جگہ پر ایک آہنی ستون کی اوٹ میں بیٹھا رہا..... جب گاڑی آکر پلیٹ فارم پر رُکی تو شیر خان نے دیکھا کہ بھوشن اور کملا فسٹ کلاس کے کمپارٹمنٹ کی طرف بڑھے..... ان کے بعد رحمت خان بھی اسی ڈبے کی طرف بڑھا۔

جب یہ لوگ فسٹ کلاس کے ڈبے میں داخل ہوگئے تو شیر خان بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور دو ڈبے چھوڑ کر ایک ڈبے میں جاکر بیٹھ گیا..... کچھ دیر کے بعد ٹرین چل پڑی..... اب ہم شیر خان کو فقیر کے بھیس میں تھرڈ کلاس کے ڈبے میں چھوڑ کر فسٹ کلاس کے ڈبے میں آتے ہیں، جہاں بھوشن اور کملا کے علاوہ رحمت خان بھی سبز لباس میں ملبوس پیر جی کے مرید کے روپ میں اپنی سیٹ پر بیٹھا تسبیح پھیر رہا ہے..... یہ چار مسافروں کا کوپے تھا اور چوتھا مسافر ڈبے میں نہیں تھا..... صرف بھوشن کملا اور رحمت خان ہی تھے، جب ٹرین راولپنڈی شہر سے نکل آئی تو رحمت خان نے بھوشن کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"بھائی صاحب! آپ کہاں جارہے ہیں؟"

بھوشن نے کہا۔

"جی ہم کراچی جارہے ہیں..... میری بیگم کا بھائی بیمار ہے..... ہم اس کی خبر لینے جارہے ہیں۔"

رحمت خان نے کہا۔

"یہ تو بڑی اچھی بات ہوئی..... ہمارا ساتھ رہے گا میں بھی کراچی جارہا ہوں۔"

بھوشن نے کہا۔

"آپ ضرور کراچی کسی میلے میں شریک ہونے جارہے ہوں گے۔"

رحمت خان نے ہنس کر کہا۔

"بھائی صاحب! ہمارے لئے ساری دُنیا ایک میلہ ہے..... ہم کراچی والے بڑے پیر جی کے مرید ہیں..... ہم ان کی خدمت میں حاضری دینے جارہے ہیں۔"

اتنا سننا تھا کہ بھوشن کے کان کھڑے ہوگئے..... اس نے سوچا کہ اسے اس سبز پوش مرید سے پیر جی کے بارے میں کافی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں..... اس نے تصدیق کرنے کی خاطر کہا۔

"یہ پیر جی تو بڑی مشہور دینی شخصیت ہیں۔"

رحمت خان بولا۔

"پیر جی کی شخصیت سے کون واقف نہیں..... ان کے لاکھوں مرید ہیں..... ان کی دعا میں خدا نے بڑی شفا دی ہوئی ہے"۔

بھوشن کو موقع مل گیا..... اس نے کہا۔

"شاہ جی! یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ کے نیاز حاصل ہوگئے..... میری بیگم کا بھائی ایک عرصے سے بیمار ہے..... بڑے علاج کروائے کوئی آفاقہ نہیں ہوا..... اب ہمارا خیال ہے کہ ہم کراچی میں پیر جی کے آستانے پر حاضر ہو کر ان سے دعا کروائیں گے..... خدا ان کی دعا قبول فرما کر میری بیگم کے بھائی کو ضرور شفا عطاء فرمائے گا۔"

ادھر رحمت خان کو بھی ان دہشت گردوں کے زیادہ سے زیادہ قریب رہ کر ان کی سرگرمیوں اور نقل و حرکت سے آگاہ رہنے کا موقع میسر آرہا تھا..... اس نے کہا۔

"پیر جی مجھ سے بڑی شفقت کرتے ہیں..... وہ مجھے اپنا خاص مرید سمجھتے ہیں..... میں خود آپ کو ان کی خدمت میں لے چلوں گا۔"

"واہ واہ!" بھوشن بے اختیار بولا۔ "شاہ جی آپ نے تو ہمارا کام آسان کر دیا ہے..... ہم آپ کا یہ احسان ساری زندگی نہیں بھولیں گے۔"

رحمت خان نے کہا۔

"احسان کیسا بھائی صاحب! یہ تو خلق خدا کی خدمت ہے..... خلق خدا کی خدمت ہی سے انسان کو انسانیت کا رُتبہ ملتا ہے۔"

ٹرین چلتی رہی اور رحمت خان اور بھوشن کی باتیں بھی جاری رہیں..... کراچی پہنچتے پہنچتے ان دونوں میں ایک طرح کی دوستی ہو گئی تھی..... کراچی گاڑی رکی تو پروگرام کے مطابق کراچی والا بھارتی دہشت گرد سیوا جی بھوشن اور کملا کو لینے آیا ہوا تھا..... اس نے ان دونوں کے فوٹو دیکھ رکھے تھے..... مصلحتاً کملا نے نقاب اُلٹ رکھا تھا..... فسٹ کلاس کے ڈبے سے رحمت خان بھوشن اور کملا ایک ساتھ اترے..... بھوشن نے ایک شلوار قمیض والے آدمی کو مسکراتے ہوئے اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو فوراً پہچان گیا کہ یہی سیوا جی ہے..... سیوا جی نے بھی بھوشن اور کملا کو پہچان لیا تھا۔

سیوا جی نے آگے بڑھ کر کہا۔

"عبدالشکور السلام علیکم۔"

بھوشن نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"میاں جی آپ کیسے ہیں۔"

دونوں دہشت گردوں نے ایک دوسرے کی شناخت کر لی تھی..... بھوشن نے سیوا جی سے کہا۔

"میاں جی! یہ عبداللہ صاحب ہیں..... کراچی والے بڑے پیر جی کے خاص مرید ہیں۔"

سیوا جی کے کان کھڑے ہو گئے..... کراچی والے پیر جی ان دہشت گردوں کا ٹارگٹ تھے..... سیوا جی سمجھ گیا کہ یہ سبز پوش ان کے بڑے کام آسکتا ہے اور اس کے ذریعے انہیں پیر جی کے بارے میں ان کے آنے جانے کے شیڈول اور باڈی گارڈ کے متعلق بہت سی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں..... وہ بھی سمجھ گیا کہ بھوشن نے اسی وجہ سے پیر جی کے اس خاص مرید سے دوستی گانٹھ لی ہے، بھوشن نے رحمت خان سے کہا۔

"شاہ جی! یہ میرے بھائی عبدالشکور ہیں، انہیں بھی آپ کے پیر جی سے بڑی عقیدت ہے۔"

سیوا جی نے آگے بڑھ کر بڑی عقیدت کے ساتھ رحمت خان کے دونوں ہاتھ چومے اور کہا۔

"یہ میری بڑی خوش قسمتی ہے کہ آپ کے نیاز حاصل ہو گئے۔"

یہ سارا ڈرامہ شیر خان فقیر کے بھیس میں پلیٹ فارم سے کچھ فاصلے پر کھڑا دیکھ رہا تھا..... وہ سمجھ گیا تھا کہ رحمت خان اپنا کام بڑی ذمے داری اور خوش اسلوبی سے کر رہا ہے..... پلیٹ فارم پر ہی کھڑے یہ لوگ باتیں کرنے لگے..... بھوشن نے رحمت خان سے کہا۔

"شاہ جی! آپ بڑے پیر جی سے سفارش کر کے میری بیگم کے بھائی کے حق میں دعا کروا دیجئے..... آپ کی بڑی مہربانی ہو گی۔"

کملا نے کہا۔

"شاہ جی! میں آپ کا احسان ساری زندگی نہیں بھولوں ں۔"

رحمت خان خود ان لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اپنی نظروں میں رکھنا چاہتا تھا..... اس نے کہا۔

"بی بی! احسان کی کوئی بات نہیں ہے..... آپ ایسا کریں کہ کل میرے پاس آجائیں..... میں آپ کو لے کر پیر جی کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

بھوشن نے پوچھا۔

"آپ یہاں کس جگہ قیام کریں گے؟"

رحمت خان نے کہا۔

"مسلم ہوٹل صدر میں ہے..... میں ہمیشہ وہیں ٹھہرتا ہوں۔"

"ہم کل کس وقت آئیں شاہ جی؟" کملا نے پوچھا۔

رحمت خان نے پہلے سے سب کچھ سوچ رکھا تھا، کہنے لگا۔

"شام چار بجے آجائیں۔"

اس کے بعد بھوشن، کملا اور سیوا جی چلے گئے..... رحمت خان دوسری طرف نکل گیا..... شیر خان فقیر کے بھیس میں اس کے پیچھے پیچھے گیا..... سٹیشن سے باہر ایک جگہ دونوں مل گئے..... شیر خان نے پوچھا۔

"کیا باتیں ہوئی ہیں؟"

رحمت خان نے کہا۔

"سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے..... کل چار بجے وہ میرے پاس آرہے ہیں..... میں خود انہیں لے کر پیر جی کے پاس جاؤں گا اور ان لوگوں کے منصوبے کا مزید سراغ لگانے کی کوشش کروں گا، چلو..... اب اپنے ٹھکانے پر چلتے ہیں۔"

وہ ایک رکشے میں بیٹھ کر کراچی میں اپنے خاص ٹھکانے پر آگئے..... رحمت خان کہنے لگا۔

"شیر خان! تمہارا کیا خیال ہے، ہمیں پیر جی کو ساری بات بتا دینی چاہئے یا نہیں؟"

شیر خان بولا۔

"اگر دہشت گرد ہماری نگاہوں میں نہ ہوتے تو پھر پیر جی کو خبردار کرنے کی

واقعی ضرورت تھی، لیکن اب وہ لوگ جنہوں نے پیر جی پر حملہ کرنا ہے ہماری پہنچ میں ہیں اس کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ممکن ہے اگر ہم نے انہیں بتا دیا تو ہو سکتا ہے وہ اپنے کسی باڈی گارڈ سے یہ بات کر دیں اور دہشت گرد غائب ہو جائیں اور کسی دوسری جگہ سے ان پر حملہ کر دیں جس کے بارے میں ہمیں بھی کچھ معلوم نہ ہو سکے۔"

رحمت خان نے صدر کے ہوٹل میں ایک کمرہ کرائے پر لے لیا..... شیر خان فقیر کے حلئے میں ہی اپنے کراچی کے ٹھکانے پر رہا..... دوسرے روز چار بجے بھوشن اور کملا رحمت خان کے ہوٹل میں آگئے..... رحمت خان پہلے سے ان کے انتظار میں تھا وہ انہیں وہاں سے سیدھا پیر جی کی رہائش گاہ پر لے گیا اور ان سے کملا کے فرضی بیمار بھائی کی صحت یابی کے لئے دعا کرائی..... اس کے بعد رحمت خان نے بھوشن سے پوچھا۔

بھائی جی آپ کے ماموں عبدالشکور کیوں نہیں آئے۔

بھوشن بولا۔

"انہیں ایک ضروری کام پڑ گیا تھا کہنے لگے..... میں پھر کسی روز پیر جی کے نیاز حاصل کرنے جاؤں گا۔"

رحمت خان نے کہا۔

"آپ لوگوں کا قیام یہاں کس جگہ پر ہے؟"

بھوشن نے یونہی کہہ دیا۔

"ہم اپنے ماموں عبدالشکور کے کوارٹر میں ہی ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

"عبدالشکور بھائی کہاں رہتے ہیں؟" رحمت خان نے پوچھا، بھوشن نے یونہی بتا دیا۔

"کلفٹن کے پیچھے جو نئی عمارتیں بنی ہیں ان کے پاس ہی ہیں یہ کوارٹر۔"

"چلئے میں آپ کو وہاں چھوڑ آتا ہوں۔" رحمت خان نے کہا۔

کملا کہنے لگی۔

"شکریہ بھائی جان! اصل میں مجھے ابھی اپنی ایک سہیلی سے ملنے جانا ہے۔"

"یہ آپ کے بیمار بھائی کہاں پر رہتے ہیں؟"

رحمت خان کے اس سوال پر کملا نے کہا۔

"وہ بھی میرے ماموں جان کے پاس ہی رہ رہے ہیں..... علاج کے لئے یہاں آئے ہوئے ہیں، ٹھیک ہونے کے بعد پنڈی ہمارے پاس واپس آجائیں گے۔"

اتنا کہہ کر کملا اور بھوشن نے رحمت خان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس سے اجازت لی اور ٹیکسی میں سوار ہو کر ایک طرف کو روانہ ہوگئے..... رحمت خان نے ایک رکشا لے لیا اور اسے ٹیکسی کا پیچھا کرنے کو کہا..... رکشا ٹیکسی کے پیچھے لگ گیا.....

رحمت خان نے ڈرائیور سے کہا۔

"اتنا فاصلہ ضرور رکھو کہ ٹیکسی والوں کو شک نہ ہو کہ ہم ان کا پیچھا کر رہے ہیں، لیکن ٹیکسی کو نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دینا۔"

آگے آگے ٹیکسی اور پیچھے پیچھے رکشا..... کراچی کی سڑکوں پر دوڑتے رہے.....

بھوشن آخر ایک تجربہ کار جاسوس اور بھارتی دہشت گرد تھا..... اس نے دیکھ لیا کہ ایک رکشا بڑی دیر سے ان کے پیچھے آرہا ہے..... اس نے کملا کو سرگوشی میں یہ بات بتائی تو کملا نے پیچھے مڑ کر شیشے میں سے دیکھا..... کچھ فاصلے پر رحمت خان کا رکشا چلا آرہا تھا..... اس نے کہا۔

"شاید ہمارا پیچھا کیا جارہا ہے..... یہ ضرور کراچی کی سی آئی ڈی ہوگی۔"

بھوشن بولا۔

"میں ابھی ان سے پیچھا چھڑاتا ہوں۔"

بھوشن کراچی شہر سے واقف تھا..... اس نے ٹیکسی والے کو ایک خاص علاقے کی طرف جانے کے لئے کہا..... یہ علاقہ شہر کا وہ علاقہ تھا جہاں بڑی مارکیٹیں اور شاپنگ سنٹر تھے..... ایک مارکیٹ کے باہر یہ لوگ ٹیکسی سے اتر کر مارکیٹ میں داخل ہوگئے..... یہ مارکیٹ دوسری مارکیٹ میں نکل گئی تھی..... وہاں سے بھوشن کملا کو

ساتھ لے کر ایک شاپنگ پلازہ میں داخل ہوگیا..... اس شاپنگ پلازہ کا دوسرا دروازہ دوسری مارکیٹ کے اندر نکل گیا تھا۔

وہاں سے وہ ایک تنگ گلی میں آگئے اور انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا..... ان کے پیچھے کوئی نہیں تھا..... انہوں نے ایک رکشا پکڑا اور سیدھا اپنے خفیہ ٹھکانے پر آگئے جہاں سیوا جی موجود تھے..... سیوا جی نے پوچھا۔

"تم لوگوں نے بڑی دیر کر دی۔"

کملا نے کہا۔

"خفیہ پولیس ہمارا پیچھا کر رہی تھی۔"

"پھر؟" سیوا جی نے پوچھا۔

"پھر کیا۔" بھوشن بولا..... "خفیہ پولیس کو چکمہ دے کر ہم نکل گئے۔"

"تمہیں یقین ہے بھوشن کہ تمہارے پیچھے یہاں تک کوئی نہیں آیا ہوگا؟" سیوا جی نے پوچھا۔

بھوشن نے کہا۔

"میں کچی گولیاں نہیں کھیلا..... یقین کرو کہ کسی کو ہماری خفیہ جگہ کا علم نہیں ہو سکا۔"

سیوا جی نے پوچھا۔

"اب یہ بتاؤ کہ پیر جی سے تمہاری ملاقات ہوئی۔"

"ہاں ہوئی" بھوشن نے کہا۔

سیوا جی نے سوال کیا۔

"ان کے باڈی گارڈز اور ان کے باہر آنے جانے اور سکیورٹی کے بارے میں کوئی خاص بات معلوم ہوئی؟"

بھوشن بولا۔

"جہاں ہم بیٹھے تھے وہاں تو پیر جی کے چار باڈی گارڈ کمرے کے باہر پہرہ دے رہے تھے..... ایک باڈی گارڈ جہاں وہ بیٹھے تھے وہاں ان کے پیچھے گن لے کر کھڑا تھا۔"

سیواجی کہنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہم پیر جی پر ان کی بیٹھک میں حملہ نہیں کر سکتے۔"

کملا نے کہا۔

"وہاں حملہ کرنے کی صورت میں ہمارا وہاں سے بچ کر نکلنا مشکل ہو جائے گا اور ہمارے پکڑے جانے کا خطرہ موجود ہو گا۔"

بھوشن نے کہا۔

"ہمیں ان پر اسی وقت گولیوں کی بوچھاڑیں برسانی چاہئیں جب وہ اپنی کوٹھی سے نکل کر کسی کھلی جگہ پر سے گزر رہے ہوں یا سڑک کا موڑ کاٹ رہے ہوں۔"

کملا نے کہا۔

"ان کے باڈی گارڈ کا کیا بنے گا؟"

سیواجی بولا۔

"ہمارا ایک آدمی صرف باڈی گارڈز پر برسٹ فائر کرے گا..... باقی ہم دونوں پیر جی کی گاڑی کو نشانہ بنائیں گے۔"

بھوشن نے کہا۔

"ہمیں دستی بم بھی استعمال کرنے ہوں گے..... شاٹ گنوں کا نشانہ چوک سکتا ہے۔"

سیواجی کہنے لگا۔

"ہمارا ایک ساتھی دستی بم پھینکے گا تم فکر نہ کرو..... پیر جی ہمارے ہاتھ سے بچ نہیں سکیں گے۔" یہ بتاؤ کہ کیا تم لوگ اب پیر جی کے سبز پوش مرید سے ملنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

بھوشن نے کہا۔

"میرا خیال ہے اس کی اب ضرورت نہیں ہے، اس شخص کے ذریعے ہمیں کوئی خاص معلومات حاصل نہیں ہو سکیں گی۔"

ہم اپنے طور پر معلوم کر لیں گے کہ پیر جی کس وقت نکلتے ہیں اور کہاں جاتے ہیں..... یہ کوئی اتنا مشکل کام نہیں ہے۔"

دوسری طرف شیر خان اور رحمت خان بھی غافل نہیں بیٹھے تھے..... انہوں نے اپنے تین چار آدمیوں کو پیر جی کی رہائش کے آس پاس دُور دُور تک پھیلا دیا تھا اور انہیں ہدایت کر دی تھی کہ جہاں انہیں کسی رکشا، موٹر یا موٹر سائیکل پر کوئی مشکوک لوگ نظر آئیں وہ فوراً انہیں موبائل پر خبر کر دیں..... رحمت خان اور شیر خان نے خود بھی پیر جی کی رہائش گاہ کی نگرانی شروع کر دی تھی..... رحمت خان نے اپنا سبز لباس اتار کر لمبی داڑھی لگا کر اپنا حلیہ فقیروں والا بنا لیا تھا..... شیر خان پہلے ہی فقیروں کے بھیس میں تھا۔

انہیں اس بات کا افسوس تھا کہ بھوشن اور کملا انہیں اس روز چکمہ دینے میں کامیاب ہو گئے تھے اور وہ ان کے خفیہ ٹھکانے کا سراغ نہیں لگا سکے تھے۔

دوسری طرف سیواجی اور بھوشن کے آدمیوں نے بھی پتہ کر لیا تھا کہ پیر جی کس وقت گھر سے نکلتے ہیں اور کہاں جاتے ہیں..... آخر انہوں نے ایک دن حملہ کرنے کا منصوبہ بنا لیا..... اس روز کراچی کے آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے..... شیر خان نے یہ عقلمندی کی کہ ایک دن پہلے کراچی کے پولیس چیف کو سارے حالات سے آگاہ کر دیا اور انہیں بتا دیا کہ بھارت سے دہشت گردوں کی ایک پارٹی شہر میں داخل ہو چکی ہے اور وہ کسی بھی روز پیر جی پر قاتلانہ حملہ کر سکتی ہے، چنانچہ کراچی پولیس چیف نے خفیہ پولیس کے علاوہ مسلح پولیس کو بھی خفیہ جگہوں پر تعینات کر دیا تھا..... جس روز بھوشن سیواجی کے آدمیوں نے پیر جی پر حملہ کرنا تھا اس روز بھی پولیس کی

جانب سے سیکورٹی کا پورا انتظام کر دیا گیا تھا..... شیر خان اور رحمت خان بھی اسلحہ لئے موجود تھے..... شیر خان نے پولیس چیف کو خاص طور پر ہدایت کی تھی کہ سارے دہشت گردوں کو ہلاک نہ کیا جائے..... کم از کم ایک دہشت گرد کو زندہ پکڑنے کی کوشش کی جائے تاکہ اس سے ان کے خفیہ ٹھکانے اور پاکستان میں موجود دوسرے دہشت گردوں کے بارے میں معلومات حاصل ہو سکیں۔

پیر جی کی گاڑی دن کے دس بجے ان کی رہائش گاہ سے نکلی..... باڈی گارڈز کی ایک گاڑی ان کے آگے اور ایک گاڑی ان کے پیچھے تھی..... پیر جی کی گاڑی درمیان میں تھی..... کمانڈو شیر خان اور رحمت خان ایک عام سی جیپ میں تھے..... انہوں نے بھی اپنی جیپ پیر جی کی گاڑی کے ساتھ تھوڑا فاصلہ رکھ کر لگا دی..... اسی دوران شیر خان کو ان کے ایک آدمی نے موبائل پر اطلاع دی۔

"سر! فوارے والے چوک کے قریب ایک جیپ اور ایک موٹر سائیکل دیکھی گئی ہے جن پر کچھ مشکوک لوگ سوار تھے۔"

شیر خان نے کہا۔

"تم لوگ فوارے والے چوک کا محاصرہ کئے رہو..... ہم بھی پہنچ رہے ہیں۔"

سفید لباس میں ملبوس پولیس کی دو گاڑیاں بھی پیر جی کی گاڑیوں کے دائیں بائیں ساتھ ساتھ جا رہی تھیں..... انہیں موبائل پر شیر خان نے خبر کر دی کہ فوارے والے چوک میں خطرہ ہے..... پولیس الرٹ ہو گئی..... شیر خان نے رحمت سے کہا۔

"مجھے ڈر ہے پولیس کے کسی سپاہی سے کوئی غلطی نہ ہو جائے..... اگر کسی سپاہی نے پہلے کوئی فائر کر دیا تو دہشت گرد فرار ہو جائیں گے۔"

رحمت خان بولا۔

"اب جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

یہ قافلہ جب فوارے والے چوک میں پہنچا تو شیر خان نے اپنی جیپ پیر جی کی

گاڑی کے پہلو میں کر دی، مگر ایک خاص فاصلہ رکھا تاکہ باڈی گارڈز کو بھی شک نہ پڑے، جس وقت باڈی گارڈ کی اگلی جیپ چوک کا موڑ گھوم رہی تھی تو ایک زوردار دھماکہ ہوا اور باڈی گارڈ کی جیپ اُچھل کر الٹ گئی..... اس کے ساتھ ہی فائرنگ شروع ہو گئی..... شیر خان اور رحمت خان نے بھی جیپ میں سے ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے پیر جی کی گاڑی کی طرف دیکھا..... اتنے میں ایک اور دھماکہ ہوا..... یہ دوسرا دستی بم پیر جی کی گاڑی پر پھینکا گیا تھا جو خوش قسمتی سے گاڑی گزر گئی تو پیچھے گرا اور باڈی گارڈز کی پچھلی گاڑی بھی اُلٹ گئی۔

اسی دوران پولیس اندھا دھند فائرنگ کرنے لگی۔ شیر خان نے دیکھا کہ بھوشن اور سیوا جی دو آدمیوں کے ساتھ جیپ میں سے نکل کر شاٹ گن کی فائرنگ کر رہا تھا..... اس کا رُخ پیر جی کی گاڑی کی طرف تھا، لیکن اس اثنا میں پیر جی کا ڈرائیور حاضر دماغی سے کام لیتے ہوئے گاڑی کو نکال کر ایک طرف کو لے گیا تھا..... پولیس اور خفیہ پولیس والوں نے بھی بھوشن اور سیوا جی کو فائرنگ کرتے دیکھ لیا تھا..... انہوں نے ان دونوں پر فائر کھول دیا..... شیر خان نے سیوا جی کو گرتے اور بھوشن کو بھاگتے دیکھا..... بھوشن بھاگتے بھاگتے رکا اور برستی گولیوں میں اس نے وہ کام کر دکھایا جو ایسے موقعوں پر دہشت گرد کیا کرتے ہیں..... اس نے سیوا جی کو شدید زخمی ہو کر گرتے سیوا جی پر شاٹ گن کا ایک برسٹ فائر کیا..... اور جیپ کے پیچھے ایک موٹر سائیکل پر آ کر بیٹھ گیا، جس پر پہلے سے ایک دہشت گرد اسے سٹارٹ کئے ہوئے تھا..... جیسے ہی بھوشن موٹر سائیکل پر بیٹھا موٹر سائیکل وہاں پر کھڑی ٹریفک کے ہجوم میں غائب ہو گئی۔

پولیس نے دونوں کو فرار ہوتے دیکھ لیا تھا..... ان پر پیچھے سے فائر کیا گیا، مگر خطرہ تھا کہ ہجوم جمع ہو گیا ہے..... کسی دوسرے کو گولی نہ لگ جائے، چنانچہ پولیس نے موبائل پر گشتی پولیس کو خبر کر دی اور اپنی جیپ بھی بھوشن کے موٹر سائیکل کے پیچھے لگا دی، مگر موٹر سائیکل اس دوران ٹریفک سگنل کاٹتی ہوئی دوسری گاڑیوں کے

درمیان سے نکل کر پولیس کی نظروں سے اوجھل ہونے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

شیر خان اور رحمت خان کی جیپ بھی پولیس کی گاڑی کے ساتھ تھی، مگر دہشت گرد غائب ہو چکے تھے..... شیر خان اور رحمت خان فوراً واپس فوارے والے چوک میں آ گئے..... معلوم ہوا کہ پیر جی بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے اور ایک دہشت گرد مار دیا گیا ہے..... شیر خان اور رحمت خان کو معلوم تھا کہ یہ سیوا جی کی لاش ہے اور اسے پولیس نے نہیں بلکہ اس کے ساتھی بھوشن نے برسٹ مار کر ہلاک کیا ہے تاکہ زخمی سیوا جی پوچھ گچھ کے دوران ٹارچر سے گھبرا کر باقی ساتھیوں اور ان کے خفیہ ٹھکانے کے بارے میں نہ بتا دے۔

شیر خان کو معلوم تھا کہ بھارتی دہشت گردوں کا قاتلانہ مذموم منصوبہ ناکام بنا دیا گیا ہے اور اب بھوشن فوراً پنڈی واپس جا کر بھارتی سفارت کار سے رابطہ پیدا کرے گا اور منصوبے کی ناکامی کی رپورٹ دے گا اور اس سے مزید ہدایت لے گا کہ اب انہیں کیا کرنا ہو گا..... اس نے رحمت خان سے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ بھوشن وغیرہ اب کراچی میں نہیں ٹھہریں گے..... اس لئے ہمیں ان کے پنڈی پہنچنے سے پہلے وہاں پہنچ جانا چاہئے۔"

چنانچہ اسی روز انہوں نے شام کی فلائٹ پکڑی اور پنڈی پہنچ گئے..... پنڈی پہنچنے کے بعد انہوں نے تنظیم کے باس کو رپورٹ کی اور سارے حالات بتائے۔ باس نے کہا۔

"شیر خان! تم فوراً سرداروں والے مکان میں پہنچو..... وہاں بھارتی دہشت گرد گوپی اور کالیا تمہارے بارے میں ضرور سوچ رہے ہوں گے کہ تم اتنا وقت کہاں رہے ہو..... انہیں تم پر شک پڑ گیا تو ہمارے ہاتھ سے دہشت گردوں کی پارٹی کے باقی ماندہ لوگ بھی نکل جائیں گے، ابھی یہ امید تو ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو گرفتار کر کے ہم ان سے ان کے باقی لوگوں اور دوسرے شہروں میں ان کے خفیہ ٹھکانوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔"

شیر خان اسی وقت سرداروں والے باغ کے مکان کی طرف روانہ ہو گیا..... رات ہو چکی تھی..... کالیا اور گوپی مکان پر ہی تھے..... انہوں نے شیر خان کو حیرانی سے دیکھا..... کالیا نے پوچھا۔

"کندن! تم کہاں چلے گئے تھے؟"

شیر خان نے کہا۔

"تمہیں کچھ خبر نہیں ہے کہ مجھے یہاں تمہاری حفاظت کے لئے کیا کچھ نہیں کرنا پڑا..... بھوشن اور کملا کو ریلوے سٹیشن کی طرف روانہ کرنے کے بعد جب میں یہاں سے اپنے دوست جو اس مکان کا مالک ہے اس کے پاس گیا تو مجھے محسوس ہوا کہ کوئی میرا پیچھا کر رہا ہے..... میں چوکس ہو گیا، لیکن جو آدمی میرے پیچھے لگا تھا اس نے مجھے ایک جگہ روک لیا اور پوچھا کہ میں کون ہوں اور کہاں رہتا ہوں، کہاں جا رہا ہوں۔

دہشت گرد گوپی نے پریشان سا ہو کر پوچھا۔

"پھر تم نے کیا کہا، کندن؟"

شیر خان نے ہنس کر کہا۔

"گوپی! میں پانچ سال سے یہاں مسلمان بن کر رہ رہا ہوں..... یہاں میرے جاننے والے لوگ بھی ہیں..... میں نے کہا کہ میرا نام حاجی عبداللہ ہے..... لاہور میں میرا چائے کا ہوٹل ہے اور یہاں میں اپنے دوستوں سے ملاقات کرنے آیا ہوں..... پھر میں اسی آدمی جو خفیہ پولیس کا اہلکار تھا، کو اپنے پنڈی کے ایک دوست کے پاس لے گیا..... اس نے کہا کہ حاجی صاحب میرے دوست ہیں اور یہ مجھ سے ملنے لاہور سے آئے ہوئے ہیں..... آپ کو مغالطہ ہوا ہے، چنانچہ خفیہ پولیس والا معذرت کرنے لگا اور پھر چلا گیا۔"

کالیا بولا۔

"بڑا اچھا ہوا..... کندن اگر تم ہمارے ساتھ نہ ہوتے تو ہمارے لئے یہاں مشکل

پیدا ہو سکتی تھی..... اسی انڈین ایمبیسی کے آدمی نے تو ہمارے رہنے کے لئے کچھ نہیں کرنا تھا..... انہیں خود اپنی فکر پڑی رہتی ہے کہ اگر کسی نے انہیں دیکھ لیا تو ان کو ناپسندیدہ شخصیت قرار دے کر اس ملک سے نکالا جا سکتا ہے۔"

شیر خان نے پوچھا۔

"کراچی سے بھوشن کملا کی کوئی خبر آئی کہ نہیں؟"

گوپی کہنے لگا۔

"ہمارے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے، یہ تو بھارتی سفارت کار کے ذریعے ہی کچھ پتہ چل سکتا ہے کہ ہماری پارٹی اپنے مشن میں کامیاب ہوئی ہے یا نہیں، لیکن بھارتی سفارت کار ہم سے یہاں آکر ملنے کا کبھی خطرہ مول نہیں لے گا..... بھوشن کے سوا ہم میں سے کسی کو از خود بھارتی سفارت کار سے رابطہ پیدا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

شیر خان بولا۔

"ریڈیو پر خبریں سنیں گے رات کی..... اگر کچھ ہوا ہو گا تو ضرور ریڈیو پر خبر آجائے گی۔"

اس مکان میں ٹی وی نہیں تھا، مگر ٹرانسیسٹر ریڈیو موجود تھا..... انہوں نے رات نو بجے کا خبر نامہ سننے کے لئے ریڈیو اون کر دیا..... ریڈیو پر یہ خبر نشر کی گئی کہ آج دن کے وقت کراچی میں ایک دینی فرقے کے سربراہ پر دہشت گردوں نے قاتلانہ حملہ کیا جسے باڈی گارڈز نے ناکام بنا دیا..... ایک دہشت گرد ہلاک ہو گیا، جبکہ دو باڈی گارڈ شدید زخمی ہو گئے..... دو دہشت گرد فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے..... کراچی پولیس نے سارے شہر کی ناکہ بندی کر رکھی ہے..... توقع ہے کہ یہ بھارتی دہشت گرد بہت جلد پکڑ لئے جائیں گے..... کالیا اور گوپی ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

شیر خان نے کہا یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔

گوپی پریشان ہو کر بولا۔

"ہے بھگوان! کہیں بھوشن نہ مارا گیا ہو۔"

کالیا بھی پریشان ہو گیا تھا..... کہنے لگا۔

"یہ کیسے پتہ چلے کہ بھوشن زندہ ہے یا نہیں..... کملا تو زندہ ہو گی اگر پکڑی جاتی یا ماری جاتی تو ریڈیو پر ضرور خبر آتی۔"

شیر خان بولا۔

"شاید کملا اور بھوشن میں سے کوئی یہاں آجائے۔"

گوپی نے کہا۔

"اگر بھوشن زندہ بھی ہوا تو ابھی اس طرف کا رُخ نہیں کرے گا..... وہ جانتا ہے کہ پولیس مقابلے کے بعد سی آئی ڈی والے شہر میں چاروں طرف پھیل گئے ہوں گے اور وہ پکڑا جا سکتا ہے۔"

"پھر کیا کریں؟" کالیا بولا۔

شیر خان نے کہا۔

"شاید وہ بھارتی سفارت خانے سے رابطہ پیدا کرے۔"

"نہیں۔" گوپی بولا..... "اس کی ہمیں اجازت نہیں ہے..... خاص طور پر جب پولیس ہمارے کسی آدمی کو پکڑ لے یا ہلاک کر دے اور پھر سفارت خانے والے ہمیں اپنا کوئی خفیہ نمبر بھی نہیں دیتے۔"

"تو پھر میں خود کراچی جا کر پتہ کرتا ہوں کہ اصل صورت حال کیا ہے۔"

شیر خان نے کہا۔

کالیا کہنے لگا۔

"تمہارے کراچی جانے کے بعد ہمارا یہاں رہنا ٹھیک نہیں ہو گا..... کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

شیر خان چاہتا تھا کہ یہ لوگ اسی مکان میں رہیں، وہ انہیں اپنی پہنچ سے دُور نہیں

کرنا چاہتا تھا، اس نے کہا۔

"کالی بھیا! تم لوگوں کو یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے..... ہمارا کوئی آدمی پولیس نے زندہ نہیں پکڑا کہ جس سے ہمیں یہ ڈر ہو کہ وہ یہاں کا پتہ بتادے گا اور پھر پنڈی میں اس سے محفوظ جگہ تم لوگوں کے لئے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔"

گوپی نے پوچھا۔

"تم کب تک کراچی سے واپس آجاؤ گے؟"

شیر خان بولا۔

"کم از کم اسی وقت تک تو مجھے کراچی میں ہی رہنا پڑے گا جب تک بھوشن اور کملا کا سراغ نہیں ملتا، لیکن تم فکر نہ کرو کراچی میں کچھ لوگ مجھے بطور حاجی عبداللہ کے جانتے ہیں..... میں جلدی پتہ لگالوں گا..... اگر مجھے دیر ہو گئی تو میں اس مکان کے پتے پر تار دے دوں گا کہ کراچی میں مال ابھی تک نہیں مل سکا..... میں پنڈی واپس آرہا ہوں۔" لیکن اس دوران تم لوگ اسی مکان میں ہی رہنا..... میں اپنے دوست سے کہتا جاؤں گا کہ ایک ضروری کام سے کراچی جارہا ہوں..... وہ تمہارا خیال رکھے گا۔"

کراچی میں اپنے مشن کی ناکامی اور پولیس کے ہاتھوں مقابلے میں اپنے ایک دہشت گرد کے مارے جانے کی وجہ سے کالی اور گوپی پریشان ہو گئے تھے، لیکن تجربہ کار دہشت گرد تھے..... انہوں نے جلد ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا اور شیر خان ان سے اجازت لے کر کراچی روانہ ہو گیا۔

شیر خان اسی روز ہوائی جہاز میں سوار ہو کر کراچی پہنچ گیا۔

کراچی جاتے ہی وہ رحمت علی اور اپنے دوسرے آدمیوں سے ملا..... رحمت علی نے کہا۔

"پولیس نے چاروں طرف سے شہر کی ناکہ بندی کر رکھی ہے..... سیوا جی تو مارا گیا ہے..... بھوشن اور کملا روپوش ہیں۔"

شیر خان نے رحمت علی اور اپنی تنظیم کے دوسرے آدمیوں کو بتایا کہ کالی اور گوپی ابھی تک پنڈی والے مکان میں ہی ہیں..... رحمت علی نے کہا۔

"یہ دونوں دہشت گرد تو ایک طرح سے ہماری تحویل میں ہی ہیں..... ہم انہیں جس وقت چاہیں گرفتار کر سکتے ہیں، لیکن اپنے طور پر کراچی میں بھارتی دہشت گردوں کے خفیہ اڈے کا پتہ چلانا بہت ضروری ہے..... یہ کوئی پورا گینگ ہے جو یہاں تخریبی کارروائیاں کر رہا ہے..... کسی ایک کے پکڑے جانے سے یہ یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ ہمیں باقی گینگ کا بھی سراغ مل جائے گا..... یہ لوگ "را" کے تربیت یافتہ ہیں..... سخت سے سخت اذیت برداشت کر جاتے ہیں مگر زبان نہیں کھولتے۔"

ایک دوسرے ساتھی نے کہا۔

"ان حالات میں ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ کمانڈو شیر خان نے خود مشتبہ اور مشکوک علاقوں خاص طور پر جس طرف ہندوؤں کے دو ایک مندر ہیں اس طرف

کے چکر لگائے..... بھوشن وغیرہ شیر خان کو اپنا آدمی کندن سمجھتے ہیں..... اگر ان میں سے کوئی وہاں پر موجود ہوا تو وہ از خود شیر خان سے رابطہ پیدا کرے گا۔"

چنانچہ اسی منصوبے پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

شیر خان کو اب بھیس بدلنے کی ضرورت نہیں تھی..... وہ اپنی اصلی شکل میں ایسے علاقوں میں چکر لگانے لگا جہاں اس کو شبہ تھا کہ بھوشن اور اس کے ساتھی چھپے ہوئے ہوں گے..... یہ اندھیرے میں تیر چلانے والی بات ہی تھی، دو دن گزر گئے..... بھوشن اور اس کے ساتھیوں کا کوئی سراغ نہ مل سکا..... تیسرے دن شیر خان نے کالی اور گوپی کو پنڈی میں حاجی عبداللہ کے نام سے تار دے دیا کہ مجھے ایک ضروری کام کے سلسلے میں شاید کراچی مزید ایک ہفتہ لگ جائے..... تم لوگ فکر نہ کرنا..... ایک دن شیر خان شہر کے مضافات میں ایک ایسی بستی میں آ گیا جہاں والمیکیوں کا ایک چھوٹا سا مندر تھا..... شیر خان اسی مندر کی ڈیوڑھی کے قریب ایک جگہ اس طرح بیٹھ گیا جیسے چلتے چلتے تھک گیا ہو۔

وہ برابر اردگرد کا جائزہ لے رہا تھا..... اتنے میں ایک لمبی کالی داڑھی والا سادھو اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور بولا

"بالکے! یہاں کیا کر رہے ہو؟"

شیر خان نے اسے غور سے دیکھا اور اسے فوراً پہچان گیا..... یہ پارٹی لیڈر اور بھارتی دہشت گرد بھوشن تھا..... شیر خان نے کہا۔

"بھوشن بھیا!"

"شی!" بھوشن نے آہستہ سے کہا..... "میرا نام کیوں لے لیا؟ میرے پیچھے پیچھے آؤ۔"

یہ کہہ کر بھارتی دہشت گرد بھوشن ایک طرف کو چل پڑا..... تھوڑا فاصلہ ڈال کر شیر خان بھی اس کے پیچھے چل پڑا..... وہ اس بستی میں سے نکل گئے..... مزدوروں کے

جھونپڑوں کی ایک بستی آ گئی..... بھوشن وہاں سے بھی گزر گیا..... اس کے بعد ویران علاقہ شروع ہو گیا..... ایک طرف چھوٹے چھوٹے بھورے رنگ کے تین چار ٹیلے تھے..... بھوشن جوگی کے بھیس میں ان ٹیلوں کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا..... شیر خان اس کے پیچھے آ رہا تھا۔

ایک ٹیلے کے پاس ایک جھونپڑی تھی جس کے باہر ایک عورت غریب محنت کش عورت میلی کچیلی ساڑھی پہنے جھاڑو دے رہی تھی..... شیر خان نے اسے بھی فوراً پہچان لیا..... یہ ان دہشت گردوں کی ساتھی کملا تھی..... کملا نے پہلے بھوشن کو اور پھر شیر خان کو دیکھا تو جھاڑو ایک طرف رکھ کر جھونپڑی کے اندر چلی گئی..... جھونپڑی میں ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی..... دونوں چارپائی پر بیٹھ گئے..... کملا نے جھونپڑی کے باہر جا کر اِرد گرد کا جائزہ لیا اور وہیں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی۔

بھوشن کہنے لگا۔

"کندن! سارا کام چوپٹ ہو گیا..... عین وقت پر پولیس کو خبر ہو گئی اور ہم پیر جی کو ختم کرنے میں ناکام ہو گئے۔"

کندن یعنی شیر خان نے کہا۔

"میں نے اور گوپی اور کالیا نے ریڈیو پر یہ خبر سن لی تھی..... ریڈیو کی خبر میں بتایا گیا تھا کہ ہمارا ایک تیسرا آدمی بھی مارا گیا ہے..... وہ کون تھا؟"

بھوشن بولا۔

"بس تھا ایک آدمی..... وہ تو زخمی ہو گیا تھا..... میں نے برسٹ مار کر اس کا کام تمام کر دیا..... زندہ رہتا تو خطرہ تھا کہ پولیس کو ہمارے خفیہ ٹھکانے کا پتہ نہ بتا دے..... کالیا اور گوپی کیسے ہیں؟"

شیر خان نے کہا۔

"وہ بالکل محفوظ ہیں..... میں تو صرف تمہاری خیر خیریت معلوم کرنے یہاں

آ گیا تھا۔"

"اب تم لوگوں کا کیا پروگرام ہے؟"

بھوشن نے کہا۔

"ابھی تو ہمیں کراچی پولیس سے اپنے آپ کو چھپانا ہے..... ہمارے یہاں کے آدمی روپوش ہو گئے ہیں..... جب ذرا حالات نارمل ہوں گے تو پیر صاحب پر دوبارہ حملہ کیا جائے گا..... انہیں ہلاک کرنا ہمارا مشن ہے جس کے لئے ہمیں دلی سے سخت آرڈر ملے ہوئے ہیں..... تم بھی اپنا خیال رکھنا کندن! یہاں کی سی آئی ڈی چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔

شیر خان نے کہا۔

"میں تو بہت پہلے ہی سے یہاں حاجی عبداللہ کے نام سے رہ رہا ہوں..... میری طرف سے تم فکر مند نہ رہو۔"

بھوشن کہنے لگا۔

"میرا ابھی کراچی میں رہنا بہت ضروری ہے..... تم ایسا کرو کہ فوراً پنڈی پہنچو اور کالیا اور گوپی کو وہاں سے نکال کر کسی دوسری جگہ چھپا دو..... میرے خیال میں اس وقت ان کا سرداروں کے باغ والے مکان میں رہنا ٹھیک نہیں..... سی آئی ڈی اسلام آباد راولپنڈی میں بھی چوکنی ہو گئی ہو گی۔"

شیر خان اس کھوج میں تھا کہ کسی طریقے سے بھوشن سے یہ معلوم ہو جائے کہ کراچی میں اس کے گینگ کے لوگ کہاں کہاں روپوش ہیں تاکہ وہ سب سے پہلے انہیں گرفتار کروا دے..... ان کے گرفتار ہونے کے بعد ہی کراچی کے دینی فرقے کے سربراہ پیر جی کی زندگی محفوظ ہو سکتی تھی..... اس نے باتوں ہی باتوں میں بھوشن سے کہا۔

"بھوشن بھیا! یہاں کے ماحول کا تم لوگوں کو زیادہ تجربہ نہیں ہے..... مجھے ڈر ہے کہ تم لوگوں سے ذرا سی بھی غفلت ہو گئی تو کہیں پولیس کے ہتھے نہ چڑھ جاؤ اور ہمارا

مشن ناکام نہ ہو جائے۔"

بھوشن نے پوچھا۔

"تم کیا مشورہ دیتے ہو؟"

شیر خان نے کہا۔

"میری نگاہ میں یہاں کراچی میں ایک دو جگہیں ایسی ہیں کہ جہاں تم لوگ بالکل محفوظ ہو کر کچھ وقت گزار سکتے ہو..... میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے گینگ کے آدمیوں کو لے کر انہیں کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دیں۔"

بھوشن بولا۔

"اس وقت یہ لوگ الگ الگ جگہوں پر روپوش ہیں..... ان کو ایک جگہ جمع کر کے کسی دوسری جگہ لے جانا مناسب نہیں ہو گا۔"

شیر خان نے کہا۔

"تم مجھے بتا دو کہ وہ کہاں کہاں ہیں..... میں خود انہیں کسی دوسری جگہ پہنچا دوں گا۔"

شیر خان روا روی میں یہ کہہ گیا تھا..... اسے اتنی بے تابی کا اظہار نہیں کرنا چاہئے تھا..... شیر خان کے اس جملے سے بھوشن کے دل میں یونہی ایک شک سا پڑ گیا..... یہ بات ان لوگوں کی تربیت میں شامل تھی کہ وہ ہر آدمی پر شک کریں گے اور ہر آدمی سے چوکس رہیں گے، خواہ وہ ان کا اپنا آدمی ہی کیوں نہ ہو..... بھوشن نے اپنے چہرے سے بالکل ظاہر نہ ہونے دیا کہ اسے کچھ شک ہو گیا ہے..... ویسے بھی یہ ابھی شک ہی تھا..... اس کا شک غلط بھی ہو سکتا تھا..... اس نے کہا۔

"نہیں کندن! اس کی ضرورت نہیں ہے..... تم ایسا کرو کہ فوراً راولپنڈی پہنچ کر کالیا اور گوپی کو کسی دوسری محفوظ جگہ پر لے جا کر چھپا دو..... تم خود اسی مکان میں رہنا..... میں دو تین دن میں خود ہی تم سے رابطہ پیدا کر کے تمہیں بتا دوں گا کہ آگے

ہمارا کیا پروگرام ہے۔"

شیر خان نے اسے مزید کریدنے کی کوشش نہ کی..... اس خیال سے کہ کہیں اسے شک نہ پڑ جائے، لیکن شیر خان نہیں جانتا تھا کہ بھوشن کے دل میں شک کی ایک ہلکی سی لہر پیدا ہو چکی ہے..... شیر خان نے کہا۔

"اچھا تو میں اب چلتا ہوں..... شام کو راولپنڈی جانے والی گاڑی مل جائے گی..... تم نے جیسے کہا ہے میں ویسے ہی کروں گا اور کالیا اور گوپی کو کسی دوسری جگہ پہنچا دوں گا..... اچھا رام رام!"

"رام رام" بھوشن نے کہا۔

شیر خان جھونپڑی سے نکل گیا..... اس کے جانے کے بعد بھوشن بھی جھونپڑی سے باہر آ گیا..... اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا..... شیر خان ایک طرف چلا جا رہا تھا..... بھوشن نے کملا سے کہا۔

"کملا! تم یہیں رہنا..... مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے..... میں جلدی واپس آ جاؤں گا۔"

کملا نے کہا۔

"ایسا کون سا کام ہے؟"

بھوشن بولا۔

"یہ میں تمہیں واپس آ کر بتاؤں گا۔"

اور بھوشن بھی اس طرف چل پڑا جس طرف شیر خان گیا تھا..... بھوشن اپنے اور شیر خان کے درمیان ایک خاص فاصلہ رکھ کر اس کا پیچھا کرنے لگا..... شیر خان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ بھوشن بھی اس کا پیچھا کر سکتا ہے..... یہی اس کی ناسمجھی تھی..... وہ ایک بہادر اور دلیر کمانڈو تھا..... تجربے کار اور چالاک جاسوس یا دہشت گرد نہیں تھا..... اس نے بھوشن کے چہرے سے بھی یہ اندازہ نہیں لگایا تھا کہ بھوشن کو اس

پر شک پڑ گیا ہے۔

بھوشن اس کے مقابلے میں بڑا عیار دہشت گرد تھا..... اگرچہ بھوشن کو یہ یقین نہیں تھا کہ شیر خان یعنی کندن پولیس سے ملا ہوا ہے، لیکن وہ اپنا شک ضرور دُور کرنا چاہتا تھا..... یہ اس کی ڈیوٹی میں شامل تھا..... یہ تو اس کے دماغ میں خیال تک نہیں آیا تھا کہ کندن حقیقت میں ایک مسلمان کمانڈو ہے جو کندن کا روپ دھار کر ان کے گینگ میں شامل ہو گیا ہے..... اسے زیادہ سے زیادہ یہی شک تھا کہ کہیں کندن روپے پیسے کے لالچ میں کراچی کی پولیس کے لئے ان کی مخبری نہ کرنے لگا ہو اور ڈبل ایجنٹ نہ بن گیا ہو..... ایک دو کیس ایسے ہوئے تھے کہ روپے کے لالچ میں ان کے گینگ کا کوئی آدمی ایک طرح سے سلطانی گواہ بن کر پولیس کے لئے ان کی مخبری کرنے پر راضی ہو گیا اور یوں ان کے آدمیوں کو گرفتار کروا دیا..... بھوشن بڑا محتاط ہو کر شیر خان کا پیچھا کر رہا تھا۔

شیر خان بالکل بے فکر ہو کر چلا جا رہا تھا..... کلفٹن پر آ کر وہ ایک رکشے میں بیٹھ گیا..... بھوشن نے بھی ایک رکشا لیا اور اپنا رکشا شیر خان کے پیچھے لگا دیا..... شیر خان سیدھا اپنے مجاہد اور کراچی میں اپنی تنظیم کے خاص آدمی رحمت علی کے مکان پر آ گیا..... مکان کے باہر اس نے رکشا چھوڑ دیا..... عین اسی وقت رحمت علی مکان سے باہر نکل رہا تھا اور اتفاق سے اس کے ساتھ ایک باوردی پولیس انسپکٹر بھی تھا۔

شیر خان کو دیکھ کر رحمت علی رُک گیا..... شیر خان بھی اس کی طرف بڑھا اور اس نے رحمت علی اور پولیس کو بتایا کہ بھارتی دہشت گرد روپوش ہو گئے ہیں اور ان کے ٹھکانوں کے بارے میں ابھی کچھ معلوم نہیں ہو سکا..... پولیس انسپکٹر نے کہا۔

"تم کوشش کرتے رہو..... ایک دو کے پکڑنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا..... الٹا باقی کے لوگ یہاں سے فرار ہو جائیں گے..... ہم چاہتے ہیں کہ بھارتی دہشت گردوں کے پورے گینگ کو پکڑا جائے۔"

شیر خان بولا۔

"میں خود بھی یہی چاہتا ہوں۔"

رحمت علی نے شیر خان سے پوچھا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟"

شیر خان نے اسے بتایا کہ وہ بھوشن کی ہدایت کے مطابق راولپنڈی جا رہا ہے تاکہ وہاں پر مقیم کالیا اور گوپی بھارتی دہشت گردوں کو کسی دوسری جگہ پہنچا دیا جائے۔

بھوشن کچھ فاصلے پر ایک جگہ چھپ کر کھڑا شیر خان یعنی کندن کو پولیس انسپکٹر سے باتیں کرتے دیکھ رہا تھا..... اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ کندن بیس پچیس ہزار روپے کے لالچ میں آ کر کراچی پولیس سے مل گیا ہے اور اب نہ صرف اس کی اور کملا کی زندگی بلکہ راولپنڈی میں کالیا اور گوپی کی زندگی بھی خطرے میں ہے..... بھوشن وہیں سے دوسرا رکشا لے کر کملا کے پاس واپس پہنچ گیا..... اس نے آتے ہی اسے کہا۔

"کملا! کندن پولیس سے مل گیا ہے۔"

کملا نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔

"بھوشن! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

بھوشن نے کہا۔

"میں نے خود کندن کو پولیس انسپکٹر سے باتیں کرتے دیکھا ہے۔"

کملا گھبرا سی گئی، کہنے لگی۔

"ہمیں کندن کو فوراً ہلاک کر ڈالنا چاہئے۔"

بھوشن بولا۔

"کندن کو ہلاک کرنے سے اب کچھ نہیں ہو گا..... اس نے پولیس کو ہمارے بارے میں جو کچھ بتانا تھا بتا دیا ہو گا، اس وقت ہمیں پہلے خود کو اور پنڈی میں موجود کالیا اور گوپی کو بچانا ہے..... اگر ہم نے دیر کر دی تو پولیس گوپی اور کالیا کو پکڑ کر لے جائے گی اور یہاں بھی کسی وقت پولیس ہمیں گرفتار کرنے پہنچ سکتی ہے۔"

"پھر کیا کریں؟" کملا نے پوچھا۔

بھوشن بولا۔

"کندن ریل گاڑی کے ذریعے پنڈی جا رہا ہے، مجھے ہوائی جہاز کی کوئی فلائٹ پکڑ کر فوراً پنڈی پہنچ کر کندن کے پہنچنے سے پہلے گوپی اور کالیا کو وہاں سے نکال کر کسی محفوظ جگہ پہنچانا ہو گا۔"

کملا کہنے لگی۔

"اگر ایسی بات ہے تو تم ان دونوں کو یہاں کیوں نہیں لے آتے؟"

بھوشن نے کہا۔

"ہمیں بھی تو یہاں سے کسی دوسری جگہ فوراً روپوش ہونا ہو گا، کیا خبر کندن کی مخبری سے پولیس یہاں پہنچ کر سب سے پہلے ہمیں ہی گرفتار کر لے۔"

کملا نے کہا۔

"ہم نند لال کے خفیہ ٹھکانے پر چلے جاتے ہیں..... تم ایسا کرنا کہ گوپی اور کالیا کو لے کر نند لال کے ٹھکانے پر ہی آ جانا..... اس ٹھکانے کا کندن کو علم نہیں ہے۔"

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔" بھوشن بولا..... "تم ایسا کرو فوراً یہاں سے نکل کر نند لال کے خفیہ ٹھکانے پر چلی جاؤ..... میں راولپنڈی سے گوپی اور کالیا کو بھی لے کر وہاں آ جاؤں گا۔"

اور انہوں نے ایسا ہی کیا..... بھوشن نے جوگیوں والا لباس اتار کر عام پتلون قمیض پہنی اور ایئرپورٹ پر آ گیا..... اس کے جانے کے فوراً بعد کملا بھی جھونپڑی سے نکل کر اپنے ساتھی دہشت گرد نند لال کے خفیہ ٹھکانے کی طرف روانہ ہو گئی۔

خوش قسمتی سے بھوشن کو کراچی سے اسلام آباد کی ایک فلائٹ میں جگہ مل گئی اور وہ شام ہوتے ہی اسلام آباد پہنچ گیا..... وہاں سے ٹیکسی پکڑ کر سیدھا سردار وں کے باغ والے مکان میں آ گیا..... وہاں کالی اور گوپی چھپے ہوئے تھے..... وہ بھوشن کو اچانک

اپنے درمیان دیکھ کر حیران ہوئے۔

گوپی نے کہا۔

بھوشن بھیا! کندن تو تمہاری طرف کراچی گیا ہوا ہے۔

بھوشن نے کہا۔

"کندن پر مجھے شک ہے کہ وہ پولیس کا مخبر بن گیا ہے..... میں نے اسے کراچی کے پولیس انسپکٹر سے باتیں کرتے دیکھ لیا ہے، اسی لئے میں تمہیں لینے یہاں آیا ہوں، اس سے پہلے کہ پولیس یہاں چھاپہ مارے فوراً میرے ساتھ آجاؤ..... ہم کراچی نند لال کے ٹھکانے پر جارہے ہیں..... باقی باتیں میں وہاں چل کر بتاؤں گا..... کملا بھی وہیں ملے گی۔"

تینوں بھارتی دہشت گرد خاموشی سے وہاں سے نکلے اور سیدھے ایئرپورٹ پر آگئے..... انہیں ایک فلائٹ میں جگہ مل گئی اور وہ کراچی کے لئے پرواز کر گئے۔

اس وقت شیر خان کراچی سے راولپنڈی آنے کے لئے ٹرین میں سوار ہو رہا تھا..... دوسرے دن وہ پنڈی سرداروں کے باغ والے مکان میں پہنچا تو یہ دیکھ کر بڑا حیران ہوا کہ وہاں گوپی اور کالی میں سے کوئی بھی نہیں تھا..... سوچنے لگا یہ لوگ کہاں چلے گئے ہوں گے..... ان دونوں کے کپڑے بھی وہاں نہیں تھے..... اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا..... اسے یہی خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کراچی والے واقعے اور سیوا جی دہشت گرد کی ہلاکت کے بعد بھارتی سفارت کار نے خفیہ ذریعے سے کالی اور گوپی کے ساتھ رابطہ پیدا کیا ہو اور اسے فوراً کسی جگہ روپوش ہو جانے کی ہدایت کی ہو اور دونوں یہاں سے فرار ہو گئے ہوں۔

شیر خان نے خالی مکان کو تالا لگایا اور اپنی تنظیم کے باس کے پاس پہنچ کر اسے ساری صورت حال سے آگاہ کیا..... تنظیم کا باس ایک تجربے کار پرانا مجاہد کمانڈو بھی تھا اور دہشت گردوں کے تمام ہتھکنڈوں اور ان کی سیاسی چال بازیوں سے بخوبی باخبر

تھا..... اس نے شیر خان سے پہلا سوال یہ کیا۔

"کراچی میں تم جس بھارتی دہشت گرد بھوشن سے ملے تھے تو اس کے ساتھ آتی دفعہ کیا باتیں ہوئی تھیں؟"

شیر خان نے وہ ساری باتیں بیان کر دیں جو ساحل سمندر والی جھونپڑی کے اندر اس کے اور بھوشن کے درمیان ہوئی تھیں..... جب شیر خان نے یہ کہا کہ میں نے اس سے یہ معلوم کرنے کی دو تین بار کوشش کی تھی کہ کراچی کے ان کے گینگ کے آدمی کہاں روپوش ہو گئے ہیں تو باس نے پوچھا۔

"بھوشن نے کیا جواب دیا تھا؟"

شیر خان بولا۔

"اس نے مجھے اپنے ساتھی دہشت گردوں کے بارے میں بالکل نہیں بتاتا تھا کہ وہ کہاں روپوش ہیں..... میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ یہ بات مجھے نہیں بتانا چاہتا۔"

باس نے پوچھا۔

"تم نے یہ بات بھوشن سے ظاہر ہے دو تین بار پوچھنے کی غلطی ضرور کی ہو گی؟"

"جی ہاں"

شیر خان بولا..... "میں نے دو تین بار اسے کریدنے کی کوشش کی تھی اور میں نے اس لمحے محسوس کیا تھا کہ بھوشن کچھ حیران سا ہو رہا ہے کہ آخر میں اپنے ساتھیوں کے خفیہ ٹھکانے کے بارے میں علم حاصل کرنے کے لئے اتنا بے تاب کیوں ہوں۔"

باس نے کہا۔

"بس یہی تمہاری غلطی تھی..... اسی جگہ تم نے ایک ناتجربہ کار جاسوس ہونے کا ثبوت دیا ہے..... بھوشن کو تم پر شک ہو گیا ہے کہ تم پولیس کے ساتھ مل گئے ہو، چنانچہ وہ تم سے پہلے پنڈی پہنچ گیا اور کالی اور گوپی کو کسی محفوظ مقام پر منتقل کر دیا۔"

شیر خان بولا۔

"باس! اس کا مطلب ہے کہ بھوشن اور اس کے ساتھیوں پر میرا راز کھل گیا ہے کہ میں کشمیری مجاہد اور کمانڈو ہوں۔"

باس نے کہا۔

"یہ میں نہیں کہہ سکتا، لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ انہیں یہ ضرور یقین ہو گیا ہے کہ تم نے ان کے ساتھ غداری کی ہے اور پیسوں کے لالچ میں آکر تم کراچی پولیس کے مخبر بن گئے ہو..... یعنی تم ڈبل ایجنٹ کا کردار ادا کرنے لگے ہو۔"

"اس کا مطلب ہے کہ..... شیر خان بولا۔" کہ وہ مجھے ابھی تک اپنا دہشت گرد ساتھی کندن ہی سمجھ رہے ہیں۔"

باس نے کہا۔

"اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا..... یہ بھی ممکن ہے کہ ان پر تمہارے مسلمان مجاہد ہونے کا راز بھی کھل گیا ہو۔"

شیر خان کو بڑا افسوس لگا کہ اس کی ذرا سی ناسمجھی اور غلطی سے بھارتی دہشت گردوں کا ایک خطرناک گروہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا..... اس نے باس سے کہا۔

"باس! اب آپ مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں..... کیا مجھے کراچی جا کر بھوشن وغیرہ کو تلاش کر کے انہیں یقین دلانے کی کوشش کرنی چاہئے کہ میں نے مخبری نہیں کی اور میں ان کا ساتھی ہی ہوں؟"

اس کے جواب میں باس نے کہا۔

"تمہاری یہ غلطی پہلی غلطی سے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے..... یہ حماقت نہ کرنا..... اب اگر تم ان لوگوں کے سامنے گئے تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے..... ہمارے ہاتھ میں آیا ہوا شکار ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ہے..... اب ہمیں سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا ہوگا۔"

شیر خان خاموش ہو گیا..... باس نے کچھ دیر توقف کرنے کے بعد کہا۔

"تم اب صرف ایک کام کرو..... کوئی بھیس بدل کر بھارتی سفارت خانے کی نگرانی کرو..... مجھے یقین ہے کہ اپنے بھارتی سفارت کار سے مزید ہدایات حاصل کرنے کے لئے ان دہشت گردوں میں سے کوئی نہ کوئی ضرور وہاں آئے گا..... جیسے ہی تمہیں وہ دکھائی دے تم اس کا پیچھا کر کے معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے..... ہم اسی وقت اسے وہاں سے گرفتار کر لیں گے اور پھر اس سے پوچھ گچھ کر کے معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ اس کے باقی ساتھی کہاں کہاں پر ہیں..... بس ہمارے سامنے یہی ایک راستہ رہ گیا ہے..... دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

شیر خان نے کہا۔

"او کے باس!"

دوسرے ہی روز شیر خان نے ایک ملنگ کا بھیس بدلا اور بھارت کے سفارت خانے سے کچھ فاصلے پر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا..... ایک دن دو دن تین دن گزر گئے..... بھوشن کالی اور گوپی میں سے کوئی بھارتی دہشت گرد وہاں نظر نہ آیا..... چوتھے روز شیر خان نے سفارت خانے میں سے ایک جیپ کو نکلتے دیکھا جس کو وہی بھارتی سفارت کار چلا رہا تھا جس سے بھوشن نے اسے ایک بار ملایا تھا اور اور جو بھوشن وغیرہ کو دلی سے ملنے والی ہدایات سے آگاہ کیا کرتا تھا اور ان کی مالی مدد کیا کرتا تھا، جیسے ہی شیر خان نے اس بھارتی سفارت کار کو دیکھا تو فوراً درخت کے نیچے سے اٹھ کر ایک طرف سڑک پر آکر اس نے خاص اشارہ کیا..... پنڈی خفیہ پولیس کی ایک جیپ بروقت شیر خان کی مدد کے لئے وہاں تیار رہتی تھی..... اس کا اشارہ پاتے ہی جیپ اس کے پاس آگئی..... شیر خان اس میں بیٹھ گیا اور ڈرائیور کو بھارتی سفارت کار کی جیپ دُور سے دکھا کر کہا۔

"اس کا پیچھا کرو، لیکن پیچھا اس طرح کرنا ہے کہ اگلی جیپ کے ڈرائیور کو ذرا سا بھی شک نہ ہو کہ اس کا پیچھا کیا جا رہا ہے۔"

خفیہ پولیس کا ڈرائیور بڑا سمجھ دار اور تجربے کار تھا..... اس نے اپنی گاڑی اگلی جیپ کے پیچھے لگادی مگر اس طرح کہ اگلی گاڑی کو ذرا بھی شک نہ ہو..... اس نے اپنی گاڑی سفارت کار کی گاڑی سے بہت پیچھے رکھی ہوئی تھی..... شیر خان نے دیکھا کہ بھارتی سفارت کار کی جیپ شہر سے کافی باہر ایک ویرانے میں جاکر ایک ٹیلے کی اوٹ میں کھڑی ہوگئی ہے..... سفارت کار جیپ میں سے نکل آیا تھا..... اس کے ہاتھ میں ایک نالی شکاری بندوق تھا..... وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ شہر سے باہر پرندوں کا شکار کرنے آیا ہے..... شیر خان نے اپنی جیپ دوسرے ٹیلے کی اوٹ میں رکوادی اور ڈرائیور سے کہا۔

"تم اسی جگہ میرا انتظار کرو گے اور دُور سے مجھے دیکھتے رہو گے..... اگر میں بھارتی سفارت کار کی گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا تو تم واپس چلے جاؤ گے..... اگر نہ گیا تو تم اسی جگہ ٹھہرو گے..... میں تمہارے پاس آجاؤں گا۔"

یہ کہہ کر شیر خان جیپ سے اتر کر ٹیلے کی دوسری طرف سے ہو کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں بھارتی سفارت کار شکاری بندوق ہاتھ میں لئے ایک درخت پر کسی پرندے کو نشانہ بنا رہا تھا..... جیسے ہی شیر خان اس کے سامنے گیا بھارتی سفارت کار نے اسے فوراً پہچان لیا اور کہا۔

"تم کندن ہو؟"

شیر خان نے کہا۔

"جی ماراج!"

سفارت کار نے دائیں بائیں نگاہ ڈالی اور پھر شیر خان کو ٹیلے کی اوٹ میں لے گیا، کہنے لگا۔

"تم روپوش کیوں نہیں ہوئے؟ تمہیں معلوم نہیں کراچی کا مشن ناکام ہونے اور ہمارے ایک آدمی کے مارے جانے کے بعد پولیس تم لوگوں کی تلاش میں جگہ جگہ

چھاپے مار رہی ہے؟"

شیر خان بولا۔

"سر! میں کراچی گیا ہوا تھا..... اپنے ساتھی سیوا جی کے مارے جانے کے بعد ہم لوگ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے..... بھوشن نے مجھے کچھ نہیں بتایا تھا کہ مشن کے ناکام ہونے کی صورت میں مجھے کہاں جاکر چھپنا ہوگا..... میں دو تین دن کراچی میں ہی ادھر ادھر بھٹکتا پھرتا رہا..... پھر یہ سوچ کر پنڈی آگیا کہ جاکر کالی اور گوپی کو حالات سے آگاہ کرتا ہوں..... یہاں آکر دیکھا کہ یہ دونوں بھی غائب ہیں۔"

بھارتی سفارت کار نے کہا۔

"تم نے سخت غلطی کی کہ پنڈی آگئے..... یہاں تمہارے پکڑے جانے کا بہت زیادہ خطرہ ہے۔"

شیر خان بولا۔

"سر! کیا میں واپس بھارت چلا جاؤں؟"

سفارت کار نے کہا۔

"نہیں نہیں..... بارڈر پر سیکورٹی بڑی سخت ہے..... تم پکڑے جاؤ گے۔"

"پھر آپ مجھے کیا صلاح دیتے ہیں سر؟" شیر خان نے پوچھا۔

بھارتی سفارت کار بولا۔

"تم یہاں سے فوراً کراچی نند لال والے خفیہ ٹھکانے پر چلے جاؤ..... بھوشن، کالی، گوپی اور کملا اور دوسرے کراچی کے اپنے آدمی اسی جگہ چھپے ہوئے ہیں..... جب تک حالات نارمل نہ ہوں تم لوگوں کو اسی جگہ چھپے رہنا چاہئے۔"

شیر خان کہنے لگا۔

"سر! بھوشن نے میرا ایک بار نند لال جی سے کراچی میں تعارف تو کرایا تھا مگر مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کا خفیہ ٹھکانہ کس جگہ پر ہے..... میں اسے وہاں کہاں تلاش

کروں گا؟"

بھارتی سفارت کار بولا۔

"میں تمہیں نند لال کے خفیہ ٹھکانے کا ایڈریس بتاتا ہوں..... تم فوراً وہاں روانہ ہو جاؤ اور مجھ سے دوبارہ رابطہ کرنے یا ملنے کی ہرگز کوشش نہ کرنا۔"

"ٹھیک ہے سر!"

شیر خان نے کہا۔

بھارتی سفارت کار نے جیب سے ایک پاکٹ بک نکال کر شیر خان کو دی اور کہا۔

"اس کے ایک ورق پر اپنے ہاتھ سے وہ ایڈریس لکھو جو میں تمہیں بتاتا ہوں۔"

پاکٹ بک میں پنسل ساتھ لگی ہوئی تھی..... شیر خان سمجھ گیا کہ بھارتی سفارت کار اپنے ہاتھ کی لکھائی شیر خان کو نہیں دینا چاہتا..... اس نے شیر خان کو نند لال کے کراچی والے خفیہ ٹھکانے کا ایڈریس لکھوا دیا..... شیر خان نے کاغذ تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا..... بھارتی سفارت کار کہنے لگا۔

"بس اب فوراً یہاں سے غائب ہو جاؤ۔"

شیر خان اسے نمسکار کر کے اس ٹیلے کی طرف آ گیا جہاں اس کی جیپ کھڑی تھی..... جیپ میں سوار ہوتے ہی اس نے ڈرائیور سے کہا..... یہاں سے فوراً نکل چلو۔

اور جیپ شہر کی طرف روانہ ہو گئی..... شیر خان وہ کاغذ کھول کر پڑھنے لگا جس پر بھارتی سفارت کار نے اسے کراچی میں روپوش بھارتی دہشت گرد نند لال کے خفیہ ٹھکانے کا ایڈریس لکھوایا تھا..... محض اتفاق سے شیر خان کو ایک بہت بڑا راز معلوم ہو گیا تھا..... اس نے ڈرائیور سے گاڑی تیز چلانے کو کہا..... گاڑی کی رفتار اور تیز ہو گئی۔

تنظیم کے آفس میں پہنچتے ہی شیر خان سیدھا اپنے باس کے کمرے میں آ گیا..... اس نے دہشت گردوں کے خفیہ ٹھکانے کے ایڈریس والا کاغذ باس کے سامنے رکھ دیا اور اسے ساری بات بیان کر دی..... باس بولا۔

"شیر خان! یہ تو ہماری ایک بہت بڑی کامیابی ہے..... مجھے یقین ہے کہ اس اڈے پر کالی اور گوپی اور بھوشن سمیت سارے بھارتی دہشت گرد چھپے ہوئے ہوں گے..... ہمیں دیر نہیں کرنی چاہئے..... تم فوراً آج رات کی فلائٹ سے کراچی پہنچو اور وہاں کی پولیس کی مدد سے ان بھارتی دہشت گردوں کو فوراً گرفتار کرو۔"

شیر خان نے کہا۔

"سر! آپ ٹیلی فون کر کے رات کی کسی بھی فلائٹ میں میری سیٹ بک کرا دیجئے۔"

باس نے کہا۔

"اس کی تم فکر نہ کرو..... میں ٹکٹ بھی منگوا لیتا ہوں۔"

باس نے یہ سارا بندوبست کر دیا..... اس نے کراچی میں اپنی تنظیم کے آفس میں رحمت علی کو بھی فون پر بتا دیا کہ شیر خان ایک اہم پیغام لے کر آ رہا ہے..... شیر خان جب ایئرپورٹ روانہ ہونے لگا تو باس نے کہا۔

"اپنا خیال رکھنا..... ان لوگوں پر بھی تمہارا راز کھل چکا ہے..... وہ بھی تمہیں ہلاک کرنے کی فکر میں ہوں گے۔"

شیر خان نے کہا۔

"میں جانتا ہوں سر! آپ بے فکر رہیں۔"

راتوں رات شیر خان کراچی پہنچ گیا..... رحمت علی کو سارا واقعہ بیان کیا اور نند لال کے خفیہ ٹھکانے کا ایڈریس بتایا..... اس وقت رات کے تین بج رہے تھے.....

شیر خان نے کہا۔

"یہ وقت چھاپہ مارنے کے لئے بڑا موزوں ہے..... میں چاہتا ہوں کہ آئی جی پولیس کو اطلاع کر دینی چاہئے۔"

رحمت علی بولا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو..... تم یہیں بیٹھو..... میں آئی جی کے بنگلے پر خود جا کر انہیں صورت حال سے آگاہ کرتا ہوں۔"

رحمت علی اسی وقت آئی جی صاحب کے بنگلے پر پہنچ گیا..... انہیں صورت حال سے آگاہ کیا تو انہوں نے کہا۔

"میں اسی وقت پولیس پارٹی روانہ کرتا ہوں۔"

رحمت علی نے کہا۔

"سر! یہ کام بڑی احتیاط کے ساتھ ہونا چاہئے..... دہشت گردوں کو زندہ یا مردہ قابو کرنا بے حد ضروری ہے..... کسی دہشت گرد کو فرار ہونے کا موقع نہیں ملنا چاہئے۔"

آئی جی صاحب نے کہا۔

"میں پولیس کمانڈوز کی بھاری نفری بھیجوں گا..... تمہیں ان کے ساتھ ہونا چاہئے..... کیا تم بھارتی دہشت گردوں کی شکل سے واقف ہو۔"

رحمت علی نے کہا۔

"چند ایک خطرناک دہشت گردوں کو میں پہچانتا ہوں، باقی بھی وہاں موجود ہوں گے۔"

اسی وقت پولیس کے تجربہ کار و دلیر کمانڈوز کی ایک پارٹی تیار کی گئی۔ دو ایس پی پارٹی کے ساتھ ہو گئے..... رحمت علی بھی ساتھ تھا..... یہ پارٹی پولیس کی تین گاڑیوں میں بیٹھ کر رات کے پچھلے پہر کی تاریکی میں نندلال کے خفیہ ٹھکانے کی طرف روانہ ہو گئی۔

یہ خفیہ ٹھکانہ شہر سے کافی فاصلے پر بنجر پہاڑی ٹیلوں کے درمیان ایک کھنڈر نما مکان کی شکل میں تھا..... پولیس کمانڈوز نے گاڑیوں کو دور کھڑا کر دیا اور اندھیرے میں مکان کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا..... کمانڈو ایس پی حملے کی قیادت کر رہا تھا..... سارے کمانڈوز پوری طرح مسلح تھے..... وہ آہستہ آہستہ مکان کی طرف بڑھ

رہے تھے..... رحمت علی مجاہد ایس پی کمانڈو کے ساتھ تھا..... اس کے ہاتھوں میں بھی سٹین گن تھی..... کھنڈر نما مکان پر اندھیرا چھایا ہوا تھا..... ہر طرف خاموشی تھی..... کمانڈو ایس پی نے سختی سے حکم دے رکھا تھا کہ جب تک وہ فائر نہیں کریں گے کوئی کمانڈو فائر نہیں کرے گا..... ایک مقام پر آ کر یہ لوگ رُک گئے۔

خفیہ مکان پر اندھیرا اور سناٹا چھایا ہوا تھا..... ایس پی نے سرگوشی میں رحمت علی سے پوچھا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ دہشت گرد اسی مکان میں ہیں؟"

رحمت علی بولا۔

"بھارتی سفارت کار نے یہ پتہ بتایا ہے۔ سب دہشت گرد یہیں ہوں گے۔"

اتنے میں مکان کا دروازہ کھلا اور اندھیرے میں مکان کے دروازے میں سے ایک انسانی سایہ نکل کر اس طرف بڑھا جہاں رحمت علی اور ایس پی کمانڈو گھات لگائے بیٹھے تھے..... ایس پی نے سرگوشی کی۔

"رحمت علی! ہم اسے قابو کریں گے، لیکن اس کی آواز نہیں نکلنی چاہئے۔"

رحمت علی بھی ایک تربیت یافتہ کمانڈو تھا اور اس قسم کے کئی مشن سرانجام دے چکا تھا..... اس نے سرگوشی میں کہا۔

"سر! آپ دائیں جانب پیچھے اندھیرے میں ہو جائیں۔"

کمانڈو ایس پی یہ سن کر جلدی سے دائیں جانب اندھیرے میں ہو گیا..... خفیہ اڈے سے جو آدمی نکلا تھا وہ اندھیرے میں آہستہ آہستہ چلتا اب رحمت علی کے قریب آ گیا تھا، جیسے ہی وہ اس کے پہلو سے ہو کر دو قدم آگے بڑھا رحمت علی نے پیچھے سے اٹھ کر اس کی کھوپڑی کے ساتھ سٹین گن کی نالی لگا کر کہا۔

"بیٹھ جاؤ۔"

ایس پی کمانڈو نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے نیچے بیٹھا دیا اور سرگوشی میں کہا۔

"اگر آواز نکالی تو تمہاری کھوپڑی اُڑ جائے گی۔"

ایس پی کمانڈو نے ایک خاص پرندے کی ہلکی سی آواز نکالی..... اس آواز کو سنتے ہی دو کمانڈو جھک کر تیز تیز قدموں سے اس کے پاس آگئے..... ایس پی نے بھارتی دہشت گرد ان کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"اسے پیچھے لے جاؤ..... خبردار، اس کی آواز نہیں نکلنی چاہئے۔"

پولیس کمانڈوز بھارتی دہشت گرد کو دبوچ کر اندھیرے میں غائب ہوگئے۔

کمانڈو ایس پی اور رحمت علی مکان کی طرف نگاہیں جمائے گھات لگا کر بیٹھے تھے..... رحمت نے سرگوشی میں کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ سارے دہشت گرد اندر موجود ہیں..... ہمیں اچانک حملہ کر دینا چاہئے۔"

ایس پی نے ایک اور پرندے کی دھیمی سی آواز نکالی..... یہ کمانڈو پارٹی کو اس بات کا سگنل تھا کہ ہم اچانک حملہ کرنے والے ہیں..... اس کے ساتھ ہی ایس پی اور رحمت علی سٹین گنیں آگے کئے دائیں بائیں کی جانب سے مکان کی طرف بڑھے..... اندھیرا آہستہ آہستہ چھٹ رہا تھا..... صبح کاذب ہو رہی تھی..... مکان کا دروزہ بند تھا..... دونوں کمانڈو دروازے کے دائیں اور بائیں جانب آکر دیوار کے ساتھ لگ گئے..... اندر سے آدمیوں کے باتیں کرنے کی آواز آرہی تھی..... ایس پی نے اشارے سے رحمت کو بتایا کہ اندر کوئی باتیں کر رہا ہے..... رحمت نے اشارے سے جواب دیا کہ ہم دروازہ توڑ کر ایک دم اندر داخل ہوں گے۔

ابھی انہوں نے ایکشن شروع نہیں کیا تھا کہ دروازے کا ایک پٹ کھلا اور دو دہشت گرد باتیں کرتے ہوئے باہر نکلے..... سحر کی ہلکی ہلکی روشنی میں ان کی نظر ایس پی اور رحمت علی پر پڑی تو ان میں سے ایک نے چلا کر کہا۔

"پولیس۔"

اور ساتھ ہی جیب میں سے پستول نکال کر ایس پی پر فائر کر دیا..... ایس پی بچ گیا..... گولی دیوار پر لگی..... اس دوران رحمت علی نے سٹین گن کا فائر کھول دیا، جس دہشت گرد نے ایس پی پر پستول کا فائر کیا تھا وہ وہیں ڈھیر ہو گیا..... دوسرا مکان کے اندر گھس گیا..... اب مکان کے اندر سے بھی فائرنگ شروع ہو گئی..... پولیس کمانڈو کی پوری پارٹی بھی وہاں پہنچ گئی تھی اور ایس پی کا اشارہ پا کر مکان کے دروازے پر اندھا دھند گولیاں برسنے لگی تھیں۔

ایس پی نے فائر روکنے کا اشارہ کیا..... کوٹھڑی کے اندر سے فائرنگ آرہی تھی، مگر پولیس کمانڈو فائر نہیں کر رہے تھے..... ایس پی کی ہدایت پر کمانڈوز نے مکان کو گھیرے میں لے لیا اور تین کمانڈو چھت پر چڑھ گئے..... رحمت علی نے ایس پی سے کہا..... میں گرنیڈ پھینکنے لگا ہوں۔"

ایس پی نے سر زمین کے ساتھ لگا دیا..... رحمت علی نے گرنیڈ دروازے کی طرف اچھالا اور اپنا چہرہ بھی زمین کے ساتھ لگا دیا..... ایک زبردست دھماکہ ہوا اور دوسرے لمحے مکان کا دروازہ غائب تھا..... اس وقت تک دن کی روشنی چاروں طرف پھیل چکی تھی..... ایس پی نے دوسرا گرنیڈ پھینکا جو کوٹھڑی کے اندر جا کر پھٹا..... اس کے بعد خاموشی چھا گئی..... مکان کے اندر سے آنے والی فائرنگ رُک گئی تھی..... ایس پی نے اپنے آدمیوں کو اندر جانے کا اشارہ کیا..... چار کمانڈو مکان کے پہلو کی طرف سے ہو کر ایک دم سے فائرنگ کرتے کوٹھڑی کے اندر داخل ہو گئے..... اندر سے انسانی چیخ کی آواز سنائی دی اور پھر سناٹا چھا گیا۔

ایس پی اور رحمت علی اٹھ کر دوڑتے ہوئے کوٹھڑی میں داخل ہو گئے..... یہ ایک کشادہ کمرہ تھا..... وہاں فرش پر خون میں لت پت پانچ لاشیں پڑی تھیں..... چھٹی لاش کونے کی طرف فرش پر پڑی تھی..... یہ کل چھ دہشت گرد تھے جن میں سے ایک کو انہوں نے زندہ گرفتار کر لیا تھا اور باقی پانچوں کی لاشیں پڑی تھیں۔

ایس پی نے لاشیں باہر نکلوانے کا حکم دیا، اسی وقت بھارتی دہشت گردوں کی پانچوں لاشیں مکان کے آگے صحن میں ڈال دی گئیں..... دن کی روشنی میں رحمت علی لاشوں کو دیکھنے لگا..... اس نے تین دہشت گردوں کو پہچان لیا..... ان میں نند لال کی لاش بھی تھی، مگر دہشت گردوں کے لیڈر بھوشن اور اس کی ساتھی عورت کملا کی لاش نہیں تھی۔

ایس پی نے کہا۔

"یہ دونوں دہشت گرد کسی دوسری جگہ روپوش ہوں گے..... ایک دہشت گرد کو ہم نے زندہ پکڑ لیا ہے..... اس سے سب کچھ پوچھ لیں گے۔"

پانچوں دہشت گردوں کی لاشوں کی تصویریں اتروالی گئیں..... اس کے بعد لاشوں کو گاڑی میں ڈال دیا گیا اور پولیس پارٹی اپنے ہیڈ کوارٹر کی طرف روانہ ہو گئی.....

ایک گھنٹے کے بعد شیر خان بھی ہیڈ کوارٹر آ گیا..... اس نے لاشوں کو دیکھا..... ان میں کالی اور گوپی کی لاشیں بھی تھیں..... اس نے رحمت علی سے کہا۔

"افسوس کہ بھوشن اور کملا اڈے پر موجود نہیں تھے، لیکن جو دہشت گرد پکڑا گیا ہے..... میں اسے بھی دیکھنا چاہتا ہوں..... ہو سکتا ہے وہ پارٹی لیڈر بھوشن ہی ہو۔"

ایس پی اسی وقت شیر خان اور رحمت کو دوسری منزل پر لے آیا، جہاں ایک کمرے میں بھارتی دہشت گرد بند تھا..... شیر خان نے اسے غور سے دیکھا اور ایس پی سے کہا۔

"یہ بھوشن نہیں ہے..... میں اسے پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔"

ایس پی شیر خان کو اور رحمت علی کو لے کر باہر آ گیا، کہنے لگا۔

"فکر نہ کرو..... پوچھ گچھ کے دوران یہ دہشت گرد سب کچھ بتا دے گا کہ بھوشن اور کملا کہاں چھپے ہوئے ہیں۔"

دہشت گرد سے پوچھ گچھ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

یہ اذیت ناک سلسلہ تین دن تک مسلسل جاری رہا، مگر بھارتی دہشت گرد نے

ایک لمحے کے لئے بھی زبان نہ کھولی اور یہی کہتا رہا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں باقی لوگ کہاں کہاں پر روپوش ہیں..... چوتھے روز حوالات میں ہی اس بھارتی دہشت گرد کی بھی موت واقع ہو گئی..... رحمت علی نے شیر خان سے کہا۔

"شیر خان! اب تمہیں بڑی احتیاط کرنی ہو گی..... بھارتی دہشت گردوں کا لیڈر بھوشن ابھی زندہ ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس کے دو چار دوسرے دہشت گرد ساتھی بھی اس کے ساتھ کہیں چھپے ہوئے ہوں..... وہ ضرور تمہاری تلاش میں ہوں گے اور اپنے چھ ساتھیوں کی ہلاکت کے بعد انہیں یقین ہو گیا ہو گا کہ یہ سب کچھ تمہاری یعنی کندن کی مخبری کی وجہ سے ہی ہوا ہے..... ان حالات میں تم پر کسی بھی جگہ قاتلانہ حملہ ہو سکتا ہے۔"

شیر خان کہنے لگا۔

"میں ان باتوں سے ڈر کر اپنے مشن کو نہیں چھوڑ سکتا..... یہ بات تم بھی اچھی طرح جانتے ہو۔"

رحمت علی نے کہا۔

"میں تمہیں مشن چھوڑنے کے لئے نہیں کہہ رہا، لیکن اپنی حفاظت بھی تم پر فرض ہے..... میرا مشورہ ہے کہ تم جتنی جلدی ہو سکے واپس پنڈی چلے جاؤ..... کچھ دنوں کے لئے وہاں اپنی تنظیم کے آفس میں رہو..... اس دوران ہم یہاں باقی دہشت گردوں کی گرفتاری کے لئے کوششیں تیز کر دیں گے۔"

شیر خان کچھ سوچ کر بولا۔

"تمہارا مشورہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔"

رحمت علی کہنے لگا۔

"تم آج ہی کسی فلائٹ کے ذریعے پنڈی چلے جاؤ، اسی میں ہمارے مشن کی بھی بہتری ہے..... تمہارا زندہ رہنا بہت ضروری ہے۔"

شیر خان نے اسی وقت کراچی سے پنڈی چلے جانے کا فیصلہ کرلیا..... شام کی فلائٹ میں اس کی سیٹ بک کروادی گئی اور وہ اپنی تنظیم کے آفس سے نکل کر ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہوگیا..... رحمت علی اس کے ساتھ تھا..... وہ شیر خان کو جہاز پر سوار کرواکر واپس گیا، جس وقت شیر خان کا جہاز اسلام آباد پہنچا تو رات کے سوا آٹھ بجے کا وقت ہوگیا تھا..... رحمت علی نے شیر خان کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنا چہرہ اور حلیہ بدل کر سفر کرے، مگر شیر خان نے کہا تھا۔

"میں ڈیڑھ دو گھنٹوں میں پنڈی پہنچ جاؤں گا، اتنے مختصر وقت کے لئے حلیہ بدلنے کی کیا ضرورت ہے۔"

یہاں شیر خان سے غلطی ہوگئی تھی..... اگر وہ رحمت علی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے اپنا حلیہ بدل کر سفر کرتا تو ممکن تھا کہ اس کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ نہ ہوتا..... ایئرپورٹ سے باہر نکل کر شیر خان نے ایک ٹیکسی لی اور پنڈی اپنی تنظیم کے آفس کی طرف روانہ ہوگیا..... کچھ دیر کے بعد ٹیکسی پنڈی کے گنجان علاقے میں داخل ہوکر تنظیم کے آفس کی گلی کی نکڑ پر آکر رُک گئی۔

شیر خان نے ٹیکسی ڈرائیور کو پیسے دیئے اور ٹیکسی میں سے نکل کر گلی میں داخل ہوگیا..... گلی میں اندھیرا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ بجلی کے کھمبے کی بتی فیوز ہوگئی ہوئی تھی..... شیر خان اندھیرے میں ہی چلنے لگا..... چھ سات قدم چلنے کے بعد جب وہ گلی کا موڑ مڑنے لگا، اس کے سر پر پیچھے کی جانب سے زبردست چوٹ لگی اور اس کے بعد اسے کچھ ہوش نہ رہا..... گلی کے موڑ پر اندھیرے میں پہلے سے دو آدمی چھپے ہوئے تھے، جیسے ہی شیر خان موڑ مڑنے لگا..... ایک آدمی نے اس کے سر پر کسی چیز سے زوردار ضرب لگائی..... ضرب اتنی شدید تھی کہ شیر خان بے ہوش ہوکر گر پڑا..... دونوں آدمیوں نے شیر خان کو اٹھایا..... ان میں سے ایک آدمی نے بے ہوش شیر خان کو اپنے کندھے پر ڈالا اور دونوں گلی کی دوسری طرف اندھیرے میں گزرتے اس جگہ

آگئے جہاں گلی ایک بازار میں نکل آتی تھی..... یہاں پہلے سے ایک بند جیپ کھڑی تھی..... جیپ میں پہلے سے دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے..... شیر خان کو انہوں نے جیپ میں ڈالا..... جیپ سٹارٹ کی اور تھوڑی ہی دیر بعد جیپ وہاں سے غائب ہوگئی۔

شیر خان کو بے ہوش کر کے اغوا کرنے والوں میں ایک تو دہشت گردوں کا پارٹی لیڈر بھوشن تھا اور دوسرا اس کا کراچی کے گینگ کا بھارتی دہشت گرد سوبھاش تھا..... پاکستان میں مقیم یہی دو بھارتی دہشت گرد زندہ بچ سکے تھے..... تیسری کملا تھی جس کو انہوں نے خفیہ طور پر بھارتی سفارت خانے کے اندر پہنچادیا تھا..... جیپ میں ڈالنے کے بعد انہوں نے شیر خان کے دونوں ہاتھ اور بازو پیچھے کی طرف رسی سے کس کر باندھ دیئے تھے..... وہ شیر خان کو شہر سے دُور پہاڑیوں میں ایک جگہ لے گئے، جہاں کچھ دیر کے بعد بھارت کے سفارت خانے کی ایک بند گاڑی آکر رُکی..... انہوں نے شیر خان کو اس میں ڈال کر اس کے اوپر دوائیوں کے خالی ڈبے لگادیئے۔

یہ سفارت خانے کی ایمبولینس کی گاڑی تھی۔

گاڑی بھارت کے سفارت خانے کی طرف تیزی سے چل پڑی..... سفارت خانے میں بھارتی سفارت کار ان کا انتظار کر رہا تھا..... انہوں نے شیر خان کو ایک کمرے میں پلنگ پر لٹادیا..... تھوڑی دیر کے بعد شیر خان کو ہوش آگیا..... بھارتی سفارت کار بھوشن اور سوبھاش کرسیاں کھینچ کر اس کے قریب ہوگئے..... بھوشن نے شیر خان سے پوچھا۔

"کندن! تم نے پاکستانی پولیس کو ہمارے بارے میں اور کیا کچھ بتایا تھا؟"

وہ ابھی تک شیر خان کو کندن ہی سمجھ رہے تھے..... شیر خان نے جب دیکھا کہ وہ اسے کندن ہی سمجھ رہے ہیں اور ابھی تک ان پر یہ راز نہیں کھلا کہ کندن اصل میں مسلمان ہے اور پاکستانی مجاہد کمانڈو ہے تو اس نے اطمینان کا سانس لیا..... بھارتی سفارت کار نے کہا۔

"کندن! تم نے بھارت ماتا سے غداری کی ہے..... تمہاری وجہ سے ہمارے چھ آدمی مارے گئے ہیں..... جانتے ہو تمہیں اس کی کیا سزا مل سکتی ہے؟"

شیر خان نے کہا۔

"مجھے شما کر دو..... مجھ سے بھول ہو گئی..... میں روپے کے لالچ میں آ گیا تھا۔"

بھوشن نے زور سے ایک تھپڑ شیر خان کو رسید کیا اور غصے میں بولا۔

"میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

سفارت کار نے کہا۔

"ہمیں سچ سچ بتا دو کہ تم نے پاکستانی پولیس کو اور کیا کیا بتایا تھا؟"

شیر خان نے کہا۔

"میں نے صرف نند لال جی کے خفیہ ٹھکانے کا پتہ پولیس کو بتایا تھا اور یہ کہا تھا کہ ہم لوگ پیر جی پر بہت جلد دوبارہ حملہ کرنے والے ہیں..... اس کے سوا میں نے کچھ نہیں بتایا۔"

بھوشن نے گالی دے کر کہا۔

"تمہارے اتنا بتانے سے ہی ہمارے چھ آدمی مار دیئے گئے..... تمہیں تو چھ مرتبہ پھانسی دی جانی چاہئے۔"

سوبھاش نے بھوشن سے کہا۔

"اسے یہیں ختم کر کے جلا ڈالو۔"

بھارتی سفارت کار کہنے لگا۔

"نہیں..... ہم اس کی لاش کو سفارت خانے کے احاطے میں نہیں جلا سکتے..... اس کی لاش کو ہم کوہ مری کی پہاڑیوں میں پھینک آئیں گے جہاں درندے اس کی ہڈیاں تک چبا جائیں گے۔"

سوبھاش نے بھوشن سے پوچھا۔

"اس کندن کو تم کہاں سے پکڑ کر ساتھ لے آئے تھے؟ ہمارے کسی آدمی نے آج تک غداری نہیں کی..... یہ کیسے تمہارے ساتھ آ گیا؟"

بھوشن نے کہا۔

"یہ ہماری امرتسر والی گوبندی کی سفارش تھی..... کہنے لگی پرانا بھارتی جاسوس ہے اور پاکستان میں ایک مسلمان کا روپ دھار کر کچھ سال گزار چکا ہے..... ہمیں ایسے آدمی کی ضرورت تھی، اس لئے اسے ساتھ لے آئے..... ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ حرامی ہمیں مروا دے گا۔"

سوبھاش نے گوبندی کا نام سنا تو بولا۔

"گوبندی سے کندن کہاں ملا تھا؟"

بھوشن نے جواب میں کہا۔

"کہتی تھی کہ یہ آج کل بیکار ہے..... فیروز پور سے آیا ہے کام کی تلاش میں۔"

شیر خان بڑی تشویش کے ساتھ ان لوگوں کے یہ مکالمے سن رہا تھا..... اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے مسلمان ہونے کا راز شاید کھلنے والا ہے، چنانچہ وہ بیچ میں ہی بول پڑا۔

"میں پاکستان میں کئی بار وارداتیں کر چکا تھا..... گوبندی نے بتایا کہ ایک پارٹی پاکستان جا رہی ہے تو میں نے کہا مجھے بھی ساتھ لے چلو..... میں نیک نیت کے ساتھ بھارت ماتا کی سیوا کرنے آیا تھا..... بس لالچ میں آ گیا..... پاکستان کے ایک پولیس افسر نے کہا تمہیں پچاس ہزار روپے دیں گے..... اپنے ساتھیوں کا خفیہ ٹھکانہ بتا دو..... مجھ سے بھول ہو گئی..... مجھے شما کر دو۔"

بھارتی سفارت کار کسی سوچ میں تھا..... اس نے جیسے شیر خان کے جملے نہیں سنے تھے..... بھوشن سے کہنے لگا۔

"بھوشن! مجھے ایک شک پڑ گیا ہے۔"

"کون سا شک؟" بھوشن نے پوچھا۔

بھارتی سفارت کار نے کہا۔

"مجھے لگتا ہے یہ شخص اصل میں کشمیری مجاہد ہے اور مسلمان ہے۔"

یہ سن کر سوبھاش اور بھوشن ایک، دوسرے کا منہ دیکھنے لگے..... شیر خان کو ایک لمحے کے لئے محسوس ہوا کہ اس کا کھیل ختم ہو گیا ہے، مگر وہ آخری وقت تک جدوجہد کرنا چاہتا تھا، اس نے کہا۔

"نہیں نہیں..... میں مسلمان نہیں ہوں..... میں ہندو برہمن ہوں..... میرے پتاجی کا نام دیا شنکر تھا..... میری ماتاجی کا نام باگیشوری بائی تھا۔"

مگر ان تینوں بھارتی دہشت گردوں نے شیر خان کی بات پر کوئی دھیان نہ دیا۔

بھوشن بولا۔

"اگر ایسی بات ہے تو یہ شک ابھی دُور کیا جا سکتا ہے..... اس کی پتلون کھول کر دیکھ لیتے ہیں۔"

شیر خان اب کچھ نہیں کر سکتا تھا..... کھیل واقعی ختم ہو چکا تھا..... بھارتی سفارت کار نے سوبھاش سے کہا۔

"سوبھاش! دیکھو اس شخص کے مسلمان ہونے وا۔ لے ختنے ہوئے ہیں یا نہیں۔"

دوسرے لمحے یہ راز سب پر کھل گیا کہ شیر خان ہندو نہیں ہے، بلکہ مسلمان ہے اور کندن بن کر اب تک انہیں بے وقوف بناتا رہا ہے..... اس راز کے کھل جانے کے بعد بھوشن نے بھارتی سفارت کار سے کہا۔

"میرا خیال ہے اب ہمیں اسے قتل کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے..... یہ ہمارا سب سے خطرناک دشمن ہے۔"

بھارتی سفارت کار سوبھاش اور بھوشن کو دوسرے کمرے میں لے گیا اور کہنے لگا۔

"اب ہمیں اس کی زیادہ ضرورت ہے..... ہم اس سے بھارت میں موجود پاکستانی

کمانڈوز کے بارے میں بڑی کار آمد معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔"

"یہ بات تو ہے۔" سوبھاش نے کہا۔

بھوشن بولا۔

"ہمیں ابھی اس سے پوچھ گچھ شروع کر دینی چاہئے..... اس کو زیادہ سے زیادہ ٹارچر کرنا چاہئے..... یہ سب کچھ بتا دے گا۔"

سفارت کار نے کہا۔

"ہم اپنے سفارت خانے میں ایسا نہیں کر سکتے اور ہمارے پاس اس قسم کے جاسوسوں پر تشدد کرنے کا پورا ساز و سامان بھی نہیں ہے۔"

"پھر اس کا کیا کریں؟ ہم پاکستان میں ہیں..... یہ یہاں سے فرار ہو سکتا ہے، کیونکہ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ اس کا بھید فاش ہو گیا ہے۔"

سفارت کار بولا۔

"ہم اسے جالندھر پولیس کے حوالے کر دیں گے..... وہ لوگ اس سے ایک ایک بات معلوم کر لیں گے..... ان کے پاس ٹارچر کا جدید سامان ہے..... اور ان کے پاس بڑے تجربہ کار پولیس آفیسر موجود ہیں۔"

سوبھاش نے کہا۔

"لیکن ہم اسے بارڈر کے پار کیسے لے جائیں گے۔"

سفارت کار کہنے لگا۔

"اس کی تم فکر نہ کرو..... ہماری سفارت تھیلے کی بند گاڑی ہفتے میں ایک بار بارڈر کراس کر کے انڈیا جاتی ہے..... اسی طرح انڈیا سے ہر ہفتے پاکستانی سفارت خانے کی سفارتی تھیلے والی گاڑی بھارت سے پاکستان آتی ہے..... ان گاڑیوں کی بارڈر پر چیکنگ نہیں کی جاتی..... سفارتی قواعد و ضوابط کے مطابق ان گاڑیوں کو چیک کرنے کی اجازت نہیں ہے..... ہم اس پاکستانی جاسوس کو اس گاڑی میں بے ہوش کر کے ڈال

دیں گے اور بھارت پہنچادیں گے۔"

بھوشن نے کہا۔

"ہم لوگ بھی انہی گاڑی سے بھارت چلے جائیں گے۔"

سفارت کار بولا۔

"تمہیں ساتھ ہی جانا ہوگا..... میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گا۔"

انہوں نے کملا کو بھی اسی کمرے میں بلالیا اور اسے سب کچھ بتادیا کہ کندن اصل میں پاکستانی کمانڈو ہے جو ہندو دہشت گرد بن کر اب تک ان کی آنکھوں میں دھول جھونکتا رہا ہے..... کملا کہنے لگی۔

"مجھے ایک بار اس پر یہ شک ہوا تھا، مگر پھر میں نے سوچا کہ گوبندی بڑی چالاک عورت ہے وہ دھوکا نہیں کھا سکتی۔"

بھوشن بولا۔

"لیکن اس پاکستانی جاسوس نے اسے بھی الو بنادیا، لیکن یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آخر اس کا بھانڈا پھوٹ گیا اور ایک بڑا اہم پاکستانی جاسوس زندہ حالت میں ہمارے ہاتھ لگ گیا ہے۔"

انہوں نے کملا کو بھی بتادیا کہ اس پاکستانی کمانڈو جاسوس کو بھارتی سفارت خانے کی گاڑی میں بھارت لے جایا جائے گا۔

شیر خان دوسرے کمرے میں پڑا تھا..... اسے کچھ پتہ نہ چل سکا کہ دوسرے کمرے میں وہ لوگ آپس میں کیا مشورہ کر رہے ہیں..... یہ شیر خان اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا راز کھل چکا ہے اور اب یہ لوگ اسے ایک دم شوٹ نہیں کریں گے بلکہ اذیتیں دے دے کر اس سے ہر قسم کی پوچھ گچھ کریں گے اور اگر شیر خان نے انہیں کچھ نہ بتایا تو پھر اسے ضرور قتل کر دیا جائے گا، چنانچہ شیر خان کے سامنے اب ایک ہی مسئلہ تھا کہ ان لوگوں کے چنگل سے کیسے فرار ہوا جائے۔

شیر خان کو ایک دوسرے کمرے میں بند کر دیا گیا..... جب رات ہو گئی تو اسے بھارتی سفارت خانے کی ایک بند گاڑی میں بے ہوشی کا ٹیکہ لگا کر ڈال دیا گیا..... اس گاڑی پر بھارت کا ترنگا جھنڈا لگا ہوا تھا..... اس میں بھوشن اور کملا بھی بیٹھ گئے..... بھارتی سفارت کار نے بھوشن سے کہا۔

"یہاں سے سیدھا جالندھر سی آئی اے کے ہیڈ کوارٹر میں جانا..... وہاں امر سنگھ ڈی ایس پی ہے..... میں نے وائرلیس پر اسے سب کچھ بتادیا ہے..... وہ تم لوگوں کا انتظار کر رہا ہوگا..... پاکستانی جاسوس کو اس کے حوالے کرنے کے بعد تم بھی ہیڈ کوارٹر میں ہی رہو گے..... میں کل کسی وقت تم سے آکر ملوں گا۔"

اس کے بعد سفارتی گاڑی اسلام آباد سے واہگہ بارڈر کی جانب روانہ ہو گئی..... گاڑی اسلام آباد سے رات کے آٹھ بجے روانہ ہوئی اور رات کا ایک بج رہا تھا جب وہ واہگہ بارڈر پر پہنچ گئی، چونکہ یہ سفارتی گاڑی تھی اور اس پر بھارت کا پرچم لہرا رہا تھا اس لئے اس کی چیکنگ نہ ہوئی اور گاڑی بارڈر کراس کر کے بھارت کی سرزمین میں داخل ہو گئی..... شیر خان گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پڑا تھا..... اس کو بے ہوشی کا جو انجکشن لگایا گیا تھا اس کا اثر کافی حد تک زائل ہو چکا تھا اور اس کے جسم کی توانائی بحال ہونے لگی تھی۔

شیر خان سوچنے لگا کہ اسے گاڑی میں ڈال کر کہاں لے جایا جا رہا ہے؟ گاڑی جب گوجرانوالہ کے قریب پہنچی تو شیر خان کو ہوش آنے لگا تھا، چنانچہ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ گاڑی ابھی اسلام آباد کے علاقے میں ہی ہے..... جب گاڑی امرتسر سے پہلے چھ ہرٹہ کے گوردوارے کے قریب سے گزری تو شیر خان کے کانوں میں شبد کیرتن کی آواز آئی..... وہ بڑا حیران ہوا کہ اگر گاڑی ابھی پوٹھوہار کے علاقے میں ہی ہے تو پھر یہ گوردوارے میں شبد کیرتن گانے کی آواز کہاں سے آگئی ہے..... گاڑی میں ڈالنے سے پہلے اس کے دونوں ہاتھ رسی سے باندھ دیئے گئے تھے..... شیر خان سمجھ گیا کہ یہ بھارتی دہشت گرد اسے اپنے کسی خفیہ ٹھکانے پر پوچھ گچھ کے لئے لے جا رہے ہیں جو

پوٹھوہار کی پہاڑیوں میں کسی جگہ پر ہے۔

شیر خان نے اپنے ہاتھ رسی سے آزاد کرنے کی کوشش شروع کر دی..... یہ کام ایک خاص ٹیکنیک سے کیا جاتا تھا اور اس کی ہر کمانڈو اور جاسوس کو تربیت دی جاتی ہے..... سفارتی گاڑی امرتسر شہر سے گزر کر اب جالندھر کی طرف جا رہی تھی..... کافی کوشش کے بعد شیر خان نے اپنے دونوں ہاتھوں پر بندی ہوئی رسی کو اتنا ڈھیلا کر دیا کہ وہ جب چاہے اس میں سے اپنے ہاتھ باہر نکال سکتا تھا..... گوردوارے سے آنے والی شبد کیرتن کی آواز ابھی تک شیر خان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی، جہاں تک شیر خان کو یاد تھا پوٹھوہار کے علاقے میں ایسا کوئی گوردوارہ نہیں تھا جہاں رات کے وقت شبد کیرتن ہوتا ہے..... ایک جگہ پر گاڑی کی سپیڈ ہلکی ہونے لگی..... پھر وہ رُک گئی..... اسے بھوشن کی آواز سنائی دی..... وہ ڈرائیور سے کہہ رہا تھا۔

"یہاں ہم چائے پئیں گے..... تم گاڑی میں ہی رہنا۔"

پھر شیر خان کو ایک عورت کی آواز آئی۔

"پاکستانی جاسوس کو دیکھو..... وہ بے ہوش ہی ہے ناں..... کہیں اسے ہوش تو نہیں آ گیا۔"

شیر خان نے فوراً اس آواز کو پہچان لیا..... یہ کملا کی آواز تھی..... بھوشن نے کہا۔

"ہوش میں آ گیا تو ہم اسے دوسرا انجکشن لگا دیں گے اور پھر اب ہم ہیڈ کوارٹر پہنچنے ہی والے ہیں..... ویسے میں چیک کر لیتا ہوں۔"

شیر خان نے یہ سنا تو آنکھیں بند کر لیں..... بھوشن گاڑی کی پچھلی سیٹ کی طرف آ گیا..... اس نے کپڑا ہٹا کر شیر خان کو ٹارچ روشن کر کے غور سے دیکھا..... پھر کپڑا اس کے منہ پر دوبارہ ڈال دیا اور کملا سے کہا۔

"بے ہوش ہی ہے۔"

بھوشن نے ڈرائیور سے کہا۔

"یہ بڑا خطرناک پاکستانی جاسوس ہے..... پستول تمہارے پاس ہی ہے نا؟"

"ہاں۔"

ڈرائیور نے یہ کہہ کر بھوشن کو اپنا بھرا ہوا جرمن پستول دکھایا..... کملا نے کہا۔

"ہم سامنے والے کھوکھے کے باہر بیٹھ کر چائے پیتے ہیں..... تمہارے لئے چائے گاڑی میں آ جائے گی..... ہوشیار ہو کر بیٹھنا۔"

"ٹھیک ہے میڈم۔" ڈرائیور نے کہا اور پستول ہاتھ میں لے کر شیر خان کی سیٹ کے پاس ہی بیٹھ گیا..... شیر خان کے دماغ نے تیزی سے کام کرنا شروع کر دیا..... یہ لوگ اسے کسی ہیڈ کوارٹر میں لے جا رہے تھے اور بھوشن نے کہا تھا کہ ہیڈ کوارٹر اب زیادہ دُور نہیں ہے..... اس کا مطلب تھا کہ شیر خان کو جو کچھ کرنا تھا ابھی کرنا تھا..... شاید یہ سٹاپ اس کے لئے آخری موقع تھا۔

شیر خان کے چہرے پر چادر نہیں تھی..... وہ دیکھ سکتا تھا..... بند گاڑی کے اندر بڑی پھیکی سی روشنی آ رہی تھی..... یہ سڑک کی دوسری جانب کسی بلب کی روشنی تھی۔ تھوڑی دیر بعد انڈین فلمی گانے کی آواز آنے لگی..... چائے کے کھوکھا ریسٹورنٹ میں ٹیپ ریکارڈر اون کر دیا گیا تھا..... شیر خان سوچنے لگا اگر وہ پوٹھوہار کے علاقے میں ہی ہے تو یہاں انڈین فلمی گانے چائے کے ریستورانوں میں نہیں بجائے جاتے..... پھر یہ معمہ کیا ہے؟

لیکن اس وقت اس کی ساری توجہ اس موقع سے فائدہ اٹھانے اور وہاں سے فرار ہونے کی طرف تھی..... اس نے تھوڑی تھوڑی آنکھیں کھول کر دیکھا کہ ڈرائیور اس کے ساتھ والی سیٹ پر اس طرح بیٹھا تھا کہ اس کی نظریں ہمہ وقت شیر خان پر پڑتی رہیں..... پستول اس کے ہاتھ میں تھا اور پستول کا رُخ نیچے کی طرف تھا، چونکہ ڈرائیور کو معلوم تھا کہ پاکستانی جاسوس انجکشن کے زیر اثر بے ہوش پڑا ہے اس لئے قدرتی طور پر وہ شیر خان کی طرف سے اتنا چوکس نہیں تھا اور گاڑی کا شیشہ ذرا سا نیچے اتار کر باہر

دیکھ رہا تھا..... باہر سے بھارتی فلمی گانے کی اونچی آواز آ رہی تھی..... اتنے میں گاڑی پر کسی نے ٹھک ٹھک کی..... پھر کسی کی آواز آئی۔

"چائے ماراج جی!"

ماراج کا لفظ سن کر اچانک شیر خان چونک پڑا..... اس نے سوچا کہیں اسے انڈیا میں تو نہیں لے آیا گیا؟ ڈرائیور نے گاڑی کا دروازہ ذرا سا کھول کر باہر کھڑے لڑکے کے ہاتھ سے چائے کا گلاس پکڑ لیا اور دروازہ بند کر کے چائے پینے لگا..... شیر خان نے فوراً اچانک کمانڈو ایٹیک کرنے کی حکمت عملی پر غور کرنا شروع کر دیا..... صرف ایک ہی زاویہ ایسا تھا جس طرف سے وہ اس ڈرائیور کو اس طرح دبوچ سکتا تھا کہ اس کی آواز تک نہ نکل سکے اور اسے پستول چلانے کی بھی مہلت نہ مل سکے..... شیر خان نے چادر کے اندر ہی اندر اپنے دونوں ہاتھ رسی سے باہر نکال لئے..... سفارت خانے کی گاڑی کا ڈرائیور پھونکیں مار مار کر چائے پی رہا تھا..... شاید چائے بہت گرم تھی..... پھر اس نے چائے کا گلاس نیچے رکھ دیا۔

شیر خان نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

ڈرائیور نے گلاس نیچے رکھنے کے بعد پستول بھی اپنے پاس ہی سیٹ پر رکھ دیا اور جیب سے رومال نکال کر گلاس کو دوبارہ پکڑا اور چائے کے ہلکے ہلکے گھونٹ بھرنے لگا..... گلاس کے گرد رومال لپیٹ کر اس نے دونوں ہاتھ سے تھام رکھا تھا۔

شیر خان کے لئے یہی ایک موقع تھا..... جب اسے اپنی مہارت اور ٹریننگ کے کمال کو آزمانا تھا..... پھر ایک بجلی سی جیسے چمک گئی ہو..... یہ سب کچھ ایک لمحے میں ہو گیا..... ایک ہی لمحے میں شیر خان سیٹ پر سے اٹھا اور اسی ایک لمحے میں جس طرح بھوکا چیتا اپنے شکار پر جھپٹتا ہے اسی طرح وہ ڈرائیور پر جھپٹا اور دونوں ہاتھوں سے اس کا گلا دبوچ لیا..... دونوں اپنی اپنی سیٹ پر سے نیچے گر پڑے، مگر شیر خان نے ڈرائیور کا گلا نہ چھوڑا..... اس کی گرفت آہنی شکنجے کی گرفت تھی..... ڈرائیور ایک عام آدمی تھا..... پھر اس پر اچانک حملہ کیا گیا تھا اور حملہ بھی ایک تربیت یافتہ زبردست کمانڈو نے کیا تھا..... وہ بے چارا کیسے بچ سکتا تھا..... اس کے حلق سے غرغراہٹ کی آواز بھی نہ نکل سکی اور تڑپنے لگا۔

شیر خان کو معلوم تھا کہ اگر اس نے اپنی گرفت کے شکنجے کو ذرا سا بھی ڈھیلا کیا تو سارا کھیل ختم ہو جائے گا..... اس کے جسم کی ساری طاقت اس کے دونوں ہاتھوں کے مضبوط شکنجے میں آ گئی تھی..... کوئی کتنی دیر تک سانس روک سکتا ہے؟ ڈرائیور کا جسم

ڈھیلا پڑنے لگا..... اس کے ساتھ ہی شیر خان نے اس کی گردن کو زور سے تین جھٹکے دیئے..... ان جھٹکوں نے ڈرائیور کی گردن کی ہڈی کو دو جگہوں سے توڑ دیا..... اس کے بعد وہ بے جان ہو گیا۔

باہر سے انڈین فلمی گانوں کی آواز اسی طرح آ رہی تھی۔

شیر خان نے گاڑی کی دوسری طرف والا دروازہ آہستہ سے کھولا اور نیچے سڑک پر اتر گیا..... سڑک پر اندھیرا تھا..... سڑک پر اترتے ہی وہ جھک کر درختوں کی طرف دوڑتا چلا گیا..... چند لمحوں کے بعد اسے رات کی تاریکی نے اپنی سیاہ چادر میں چھپا لیا..... اس وقت بھوشن اور کملا سڑک کی دوسری جانب ہوٹل کے کھوکھے کے باہر کرسیوں پر بیٹھے چائے پی رہے تھے..... انہوں نے چند ایک کچوریاں بھی گرم کروالی تھیں اور مزے سے کچوریاں بھی کھا رہے تھے..... انہیں بالکل خبر نہ ہو سکی کہ گاڑی کے اندر ان کے ڈرائیور کی لاش پڑی ہے اور شیر خان فرار ہو چکا ہے..... سرکاری کار والے گاہکوں کی وجہ سے ہوٹل والا چھانٹ چھانٹ کر فلمی گانے بجا رہا تھا۔

چائے پی چکنے کے بعد بھوشن نے بل ادا کیا اور ہوٹل والے سے کہا۔

"بھیا گاڑی میں سے خالی گلاس منگوا لو۔"

یہ سنتے ہی ہوٹل کا لڑکا دوڑ کر سفارت خانے کی بند گاڑی کی طرف گیا اور ٹھک ٹھک کر کے بولا۔

"ماراج! خالی گلاس دے دو۔"

اندر سے کوئی جواب نہ آیا..... اس وقت تک کملا اور بھوشن گاڑی کے پاس آ گئے تھے..... بھوشن نے لڑکے سے کہا۔

"کیا بات ہے؟"

لڑکے نے کہا۔

"ماراج! اندر سے کوئی بول نہیں رہا۔"

بھوشن اور کملا ایک دم چونک سے گئے..... بھوشن نے لپک کر گاڑی کا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ڈرائیور دونوں سیٹوں کے درمیان بے جان پڑا تھا اور پاکستانی جاسوس غائب تھا..... اس نے گھبرا کر کملا سے کہا۔

"جلدی سے گاڑی میں بیٹھو..... وہ فرار ہو گیا ہے۔"

کملا نے جلدی سے اگلی سیٹ پر اپنے آپ کو گرا دیا..... بھوشن نے گاڑی سٹارٹ کی اور تیزی سے سڑک پر آگے کی طرف نکل گیا..... سڑک دُور تک خالی پڑی تھی..... سڑک پر دونوں جانب کھمبوں پر بجلی کے بلب روشن تھے..... یہ جی ٹی روڈ تھی..... کچھ دُور جانے کے بعد بھوشن نے گاڑی کو بریک لگائی..... پھر تیزی سے اسے واپس موڑا اور غصے میں بولا۔

"یہ سب کیسے ہو گیا..... وہ زیادہ دُور نہیں گیا ہو گا۔"

کملا نے کہا۔

"وہ یہیں کہیں کھیتوں میں ہی ہو گا..... ہمیں گاڑی چھوڑ کر کھیتوں میں اسے تلاش کرنا چاہئے۔"

بھوشن گاڑی کو سڑک کے کنارے لے آیا..... بریک لگائی..... دروازہ کھول کر باہر نکلا..... جیب سے بھرا ہوا پستول نکالا اور کملا سے کہا۔

"ڈرائیور کا پستول سیٹ پر پڑا ہے..... اسے فوراً اٹھا لو۔"

کملا نے لپک کر پچھلی سیٹ کے نیچے گرا ہوا ڈرائیور کی لاش کے پاس پڑا پستول اٹھا لیا..... دونوں اندھیرے میں کھیتوں میں گھس گئے..... دُور دُور تک اندھیرے میں کھیت ہی کھیت تھے..... بھوشن تیز دوڑ رہا تھا..... کملا بھی اس کے پیچھے دو کھیتوں کے درمیان مینڈھر پر دوڑ رہی تھی..... یہ سبزیوں، ترکاریوں کے کھیت تھے جن کے پودے زمین سے بمشکل ایک فٹ ہی اونچے تھے..... تاروں کی روشنی میں کھیت دُور تک خالی خالی سے تھے۔

دوسرے کھیت کی مینڈھر پر پہنچ کر وہ رُک گئے..... بھوشن نے کہا۔

"وہ کہاں جاسکتا ہے؟"

کملا نے کہا۔

"وہ پانچ چھ منٹ پہلے ڈرائیور کو قتل کر کے نکلا ہوگا..... اتنی دیر میں زیادہ دُور نہیں جاسکتا..... ضرور یہیں کسی کھیت میں چھپا ہوا ہوگا اور اس کے پاس اسلحہ نہیں ہے..... ہم آسانی سے اسے زخمی کر کے قابو کر سکتے ہیں۔"

بھوشن سخت پریشانی کے عالم میں تھا..... شیر خان کو ہر حالت میں پکڑنا ضروری تھا، مگر وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا..... دونوں دیوانہ وار سبزیوں کے کھیتوں میں اِدھر اُدھر دوڑنے لگے..... جب شیر خان کا کوئی سراغ نہ ملا تو بھوشن نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"جلدی سے گاڑی کی طرف چلو..... ہم اور پیچھے جا کر اسے تلاش کرتے ہیں..... ہوسکتا ہے وہ امرتسر کی طرف بھاگ گیا ہو۔"

دونوں فوراً اس طرف کو دوڑے جہاں سڑک پر انہوں نے گاڑی کھڑی کی تھی..... ابھی وہ کھیتوں میں ہی تھے کہ انہیں گاڑی کے انجن کے سٹارٹ ہونے کی آواز آئی..... بھوشن نے چیخ کر کہا۔

"وہ ہماری گاڑی لے کر فرار ہو رہا ہے۔"

اور بھوشن نے سڑک کی طرف دوڑ لگادی، لیکن اسی دوران شیر خان گاڑی سٹارٹ کر کے وہاں سے نکل چکا تھا..... کملا اور بھوشن سڑک پر کھڑے اپنی گاڑی کی دُور ہوتی سرخ بتی کو شدید غصے اور مایوسی کی حالت میں دیکھ رہے تھے..... شیر خان ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا..... کملا نے کہا۔

"وہ ہمارے سفارت خانے کی گاڑی میں ہے..... ہمیں فوراً کسی جگہ سے جالندھر پولیس سٹیشن فون کرنا چاہئے۔"

بھوشن نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہاں فون کہاں سے کریں گے۔"

کملا بولی۔

"کرتار پور یہاں سے زیادہ دُور نہیں ہے..... وہاں پولیس کی چوکی ہے..... ہمیں کسی ٹرک وغیرہ سے لفٹ لے کر کرتار پور پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔"

بھوشن نے انتہائی مایوسی کے ساتھ کہا۔

"اب یہی ہو سکتا ہے۔"

اور وہ سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر پیچھے کی طرف دیکھنے لگے، مگر پیچھے بھی سڑک دُور دُور تک خالی پڑی تھی..... کسی ٹرک وغیرہ کی روشنی نظر نہیں آرہی تھی۔

دوسری طرف شیر خان بھارتی سفارت خانے کی گاڑی لے کر سڑک پر بہت دُور نکل چکا تھا..... وہ اتنا احمق نہیں تھا کہ اسے یہ معلوم نہ ہوتا کہ وہ بھارت کے سفارت خانے کی گاڑی میں جارہا ہے..... وہ کسی بھی جگہ سڑک پر چیکنگ کے دوران بڑی آسانی سے پکڑا جاسکتا تھا..... اگرچہ اس نے ڈرائیور کی لاش کھیتوں میں پھینک دی تھی اور گاڑی کے بونٹ پر لگا بھارت کا پرچم بھی اتار دیا تھا..... اس کے باوجود گاڑی کی پلیٹ بھارتی سفارت خانے کی تھی اور شیر خان کے پاس کوئی لائسنس یا شناختی کارڈ بھی نہیں تھا..... وہ صرف بھوشن اور کملا کی پہنچ سے زیادہ سے زیادہ دُور نکل کر کسی ایسی جگہ پہنچ کر گاڑی کو چھوڑ دینا چاہتا تھا جہاں سے وہ اس علاقے سے کسی دوسری جانب کو زیادہ سے زیادہ دُور ہو سکے۔

اتنا اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بھارت کی سرزمین پر بارڈر سے زیادہ دُور نہیں ہے اور پیچھے جو شہر آیا تھا اور جہاں سے اسے گوردوارے میں شبد کیرتن کی آواز آئی تھی وہ امرتسر شہر ہی تھا..... اس کے بعد بڑا شہر جالندھر تھا..... شیر خان بھول کر بھی سفارت خانے کی گاڑی کو جالندھر لے جانے کی غلطی نہیں کر سکتا تھا..... گاڑی خالی سڑک پر

پوری رفتار سے جارہی تھی..... سڑک پر کچھ دُور جانے کے بعد ایک ریلوے کراسنگ آگئی..... وہاں پھاٹک نہیں تھا..... پیچھے سے ریل گاڑی کے انجن کی روشنی آرہی تھی..... شیر خان نے ریلوے کراسنگ کے قریب آکر گاڑی کھڑی کردی اور اس کی بتیاں بجھادیں..... ٹرین گزرنے لگی..... یہ کوئی مسافر ٹرین تھی..... ڈبوں میں روشنی ہورہی تھی..... ٹرین کی رفتار بہت ہلکی تھی..... ایسے لگ رہا تھا جیسے آگے جاکر کھڑی ہو جائے گی۔

جب ٹرین گزر گئی تو شیر خان گاڑی کی بتیاں روشن کئے بغیر اسے ریلوے کراسنگ کی دوسری طرف لے آیا..... اس نے دیکھا کہ ٹرین واقعی آگے جاکر کھڑی ہوگئی تھی..... اچانک شیر خان کے ذہن میں ایک خیال آگیا..... ریلوے لائن کی دونوں جانب کچا راستہ تھا..... شیر خان گاڑی کو کچے راستے پر لے آیا..... ریل گاڑی کا انجن بار بار وسل دے رہا تھا..... آگے کسی سٹیشن کا سگنل ڈاؤن نہیں تھا..... شیر خان نے گاڑی کھڑی کردی..... دُور کچھ فاصلے پر سنگل کی سرخ بتی نظر آرہی تھی..... شیر خان نے گاڑی میں سے اترنے سے پہلے اس کے ڈیش بورڈ کو کھول کر دیکھا تو اندر ایک لفافہ پڑا تھا..... اس نے لفافے کو کھولا..... اندھیرے میں اسے کرنسی نوٹ نظر آئے..... اس نے جلدی سے لفافہ جیب میں رکھا اور گاڑی سے نکل کر تیز تیز قدموں سے ٹرین کی طرف چل پڑا..... ٹرین کے آخری ڈبے کی سرخ بتی روشن تھی..... اس نے دیکھا کہ آخری ڈبے میں سے ایک آدمی نیچے اترا..... اس کے ہاتھ میں لالٹین تھی..... یہ ٹرین کا گارڈ تھا۔

شیر خان ٹرین کی دوسری طرف ہوگیا اور ایک ڈبے کے پائیدان پر پاؤں رکھ کر اوپر چڑھ گیا..... یہ تھرڈ کلاس کا ڈبہ تھا..... رات کافی گزر چکی تھی..... تقریباً سبھی مسافر سو رہے تھے..... شیر خان دروازہ بند کرکے وہیں بیٹھ گیا..... اتنے میں سگنل ڈاؤن ہوگیا تھا..... انجن نے وسل دیا..... گارڈ نے دو ایک بار سیٹی بجائی اور ٹرین چل

پڑی..... شیر خان کا خیال تھا کہ آگے جو سٹیشن ہے ٹرین وہاں رکے گی مگر یہ کوئی چھوٹا سٹیشن تھا..... ٹرین اسے چھوڑتی ہوئی گزر گئی..... اس کے بعد ٹرین کی سپیڈ آہستہ آہستہ تیز ہوتی گئی اور پھر وہ پوری رفتار سے جارہی تھی..... شیر خان نے ڈبے کے مسافروں کا غور سے جائزہ لیا..... ایک مسافر کو چھوڑ کر سبھی مسافر سو رہے تھے..... یہ مسافر کونے والی سیٹ پر بیٹھا تھا اور اونگھ رہا تھا..... تھوڑی دیر اونگھتا اور پھر آنکھیں کھول کر دیکھنے لگتا۔

شیر خان لیٹرین میں گھس گیا۔

اس نے جیب سے وہ لفافہ نکال کر دیکھا جو اس نے بھارتی سفارت خانے کی گاڑی کے ڈیش بورڈ سے نکالا تھا..... اس میں کافی کرنسی نوٹ تھے..... شیر خان نے نوٹ گنے..... یہ کل ایک ہزار سات سو روپے کے نوٹ تھے..... شیر خان نے انہیں اپنی پتلون کی جیب میں سنبھال کر رکھ لیا..... اسے ان روپوں کی ضرورت پڑ سکتی تھی..... اسے واپس کشمیر کے محاذ پر پہنچنا تھا اور پنجاب کا وہ علاقہ خاص طور پر اس کے لئے خطرناک بن چکا تھا..... وہ امرتسر اور جالندھر کے درمیان کسی جگہ سے سفارت خانے کے ڈرائیور کو ہلاک کرکے فرار ہوا تھا..... اس بھید کے کھل جانے کے بعد یہ سارا علاقہ پولیس اور خفیہ پولیس کی سرگرمیوں کا مرکز بننے والا تھا..... کشمیر جانے کے لئے اسے جالندھر اتر کر جموں کے لئے کوئی ٹرین یا لاری پکڑنے کی ضرورت تھی..... اس نے سوچا کہ کیوں نہ یہ کام صبح ہونے سے پہلے کردیا جائے..... بھوشن اور کملا ابھی راستے میں ہی ہوں گے اور انہوں نے پولیس کو خبر نہیں کی ہوگی۔

پھر اسے خیال آیا کہ وہ لوگ کسی گاڑی سے لفٹ لے کر زیادہ سے زیادہ ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جالندھر پہنچ کر پولیس کو اطلاع کرسکتے تھے..... شیر خان لیٹرین سے نکل کر واپس اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گیا، وہ سوچنے لگا اسے کیا کرنا چاہئے..... رات ڈھلنے لگی تھی..... تھوڑی دیر بعد صبح کی روشنی پھیلنے والی تھی..... ٹرین کی سپیڈ ہلکی ہونے

لگی..... شیر خان نے کھڑکی میں سے جھانک کر باہر دیکھا..... کسی شہر کی روشنیاں قریب آرہی تھیں..... یہ کوئی بڑا شہر لگتا تھا..... جالندھر ہی ہو سکتا تھا..... ٹرین یہاں رُکنے والی تھی..... شیر خان نے سوچا کہ اگر بھوشن اور کملا کسی جگہ سے جالندھر پولیس کو اس کے فرار کے بارے میں ٹیلی فون پر اطلاع دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں تو سٹیشن پر پولیس اس کی تلاش میں ضرور موجود ہو گی..... اس نے تیزی سے سوچنا شروع کر دیا۔

پہلے اس نے سوچا کہ جیسے ہی ٹرین کی رفتار زیادہ ہلکی ہو وہ ٹرین سے چھلانگ لگا دے اور سٹیشن آنے سے پہلے ہی کسی طرف کو نکل جائے..... ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ٹرین سٹیشن کے ریلوے یارڈ میں داخل ہو گئی اور کانٹے بدل بدل کر پٹڑیوں پر سے گزرنے لگی..... یہاں ٹرین سے اترنا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا..... دیکھتے دیکھتے ٹرین سٹیشن میں داخل ہو کر پلیٹ فارم پر کھڑی ہو گئی..... شیر خان وہیں ڈبے کے فرش پر لیٹ گیا، جیسے سو رہا ہو۔

پلیٹ فارم پر مسافروں وغیرہ کی آواز سنائی دینے لگیں..... اتنے میں کسی نے اونچی آواز میں کہا۔

"سارے ڈبوں کی تلاشی لو..... وہ اسی ٹرین میں ہو گا۔"

شیر خان نے اپنے آپ سے کہا..... شیر خان تم سے غلطی ہو گئی..... تمہیں اس ٹرین پر سوار نہیں ہونا چاہئے تھا..... اس نے تھوڑی سی آنکھیں کھول کر دیکھا..... ڈبے میں کچھ مسافر داخل ہو گئے تھے اور قلی کی مدد سے اپنا سامان رکھوا رہے تھے..... اس نے کھڑکی میں سے باہر دیکھا..... اس کے دل کی دھڑکن ذرا سی دیر کے لئے تیز ہو گئی۔

پلیٹ فارم پر دس پندرہ پولیس کے سکھ سپاہی موجود تھے..... دو سپاہی ایک ڈبے میں تلاشی لینے کے لئے داخل ہو رہے تھے..... شیر خان نے ڈبے کے دوسری طرف اترنے کا سوچا..... دوسری طرف کے دروازے میں سے باہر دیکھا تو اس طرف بھی پولیس کی پوری گارڈ ریلوے ٹریک کے ساتھ ساتھ کھڑی تھی..... "افسوس"

شیر خان نے دل میں کہا..... اب قسمت اچھی ہو گی تو یہاں سے بچ کر نکل سکوں گا..... اب وہ صرف ایک مجاہد کمانڈو ہی نہیں تھا بلکہ پولیس کی نگاہوں میں ایک قاتل بھی تھا، جس نے بھارتی سفارت خانے کے ڈرائیور کو قتل کیا تھا..... شیر خان وہیں لیٹرین کے باہر ڈبے کے دروازے کے پاس بیٹھا رہا۔

اتنے میں دو پولیس کے سپاہی اس کے ڈبے میں بھی داخل ہو گئے..... شیر خان سمجھ گیا کہ کھیل ختم ہو گیا ہے..... اب وہ فرار نہیں ہو سکتا تھا..... فرار ہونا فضول تھا..... پولیس مسلح تھی..... دونوں سپاہی جو ڈبے میں آئے تھے مسلح تھے..... وہ ایک ایک مسافر کو اٹھا کر اس کو غور سے دیکھتے ہوئے کچھ پوچھ رہے تھے..... شیر خان نے ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک سپاہی کے ہاتھ میں کوئی فوٹو تھی اور وہ مسافر کو دیکھ کر فوٹو کو بھی دیکھتے تھے۔

شیر خان سمجھ گیا کہ یہ فوٹو اسی کی ہے..... خدا جانے بھوشن اور اس کے ساتھیوں نے کب اور کیسے اس کی فوٹو اتاری تھی..... انہیں ایسا کرنا ہی تھا..... ان کے پاس اپنی پارٹی کے ہر دہشت گرد کی تصویریں موجود تھیں..... سپاہی شیر خان کے پاس آ گئے..... شیر خان فرش پر ڈبے کے بند دروازہ سے ٹیک لگائے بیٹھا اونگھ رہا تھا، بلکہ یہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ اونگھ رہا ہے..... ایک سپاہی نے اسے ہلا کر کہا۔

"کون ہو تم؟"

شیر خان نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"مہاراج! میں دھوم چند ہوں..... دلی میں چائے کی دکان کرتا ہوں مہاراج!"

شیر خان نے یہ یونہی کہہ دیا تھا..... اسے معلوم تھا کہ سپاہیوں کے پاس اس کی فوٹو موجود ہے اور وہ ابھی اسے پہچان کر گرفتار کر لیں گے..... سپاہی نے شیر خان کو غور سے دیکھا اور پھر ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھوٹی فوٹو کو دیکھا اور اپنے ساتھی سے کہا۔

"یہ بھی نہیں ہے..... آگے چلو۔"

اور وہ دوسرے مسافر کو جگا کر اس کے چہرے کو غور سے تکنے لگے..... یہ ایک کرامات ہی ہو گئی تھی..... شیر خان کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے..... پولیس کسی دوسرے مفرور کی تلاش میں تھی اور سپاہی کے ہاتھ میں اس مفرور مجرم کی فوٹو تھی..... وہ شیر خان کی فوٹو نہیں تھی..... شیر خان کی جان میں جان آ گئی۔

لیکن خطرہ پوری طرح سے اس کے سر سے ٹلا نہیں تھا..... وہ بھی ایک مفرور جاسوس قاتل تھا اور بیس تیس میل پیچھے جی ٹی روڈ پر ایک آدمی کا خون کر کے فرار ہوا تھا..... بھوشن اور کملا کوئی اناڑی نہیں تھے..... اس وقت تک انہوں نے کسی نہ کسی ذریعے سے جالندھر پولیس کو اس کے بارے میں ضرور خبر کر دی ہو گی اور کوئی تعجب نہیں تھا کہ تھوڑی دیر بعد پولیس شیر خان کو بھی تلاش کرتی سٹیشن پر پہنچ جائے۔

گاڑی چلنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی..... شاید اسے پولیس نے خاص طور پر رکوا رکھا تھا تاکہ سارے ڈبوں کی تلاشی لی جا سکے..... جب دونوں سپاہی ڈبے میں سے اتر گئے تو شیر خان نے کھڑکی میں سے سر نکال کر باہر دیکھا..... پولیس ابھی تک پلیٹ فارم پر موجود تھی اور پورے زور شور سے ٹرین کے ڈبوں کی تلاشی لی جا رہی تھی..... شیر خان کو خیال آیا کہ وہ یہاں ڈبے کی پچھلی طرف سے نکل جائے، مگر ایک تو اب صبح کی سفید روشنی پھیل رہی تھی..... دوسرے ٹرین کی دوسری جانب بھی پولیس موجود تھی..... وہ پکڑا جا سکتا تھا۔

اتنی دیر میں انجن نے سیٹی بجائی اور ٹرین ایک دھچکے کے ساتھ آگے کو چل پڑی..... جالندھر سے چل کر ٹرین لدھیانے کے سٹیشن پر رُکی تو شیر خان نے سوچا کہ یہاں اتر کر جموں کی لاری پکڑنے کی کوشش کرنی چاہئے..... اب دن نکل چکا تھا..... اس نے دروازے میں سے باہر دیکھا..... یہاں بھی پولیس کی مسلح گارد موجود تھی..... ملٹری پولیس کے تین چار جوان بھی نظر آ رہے تھے..... شیر خان جلدی سے پیچھے ہٹ کر اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا۔

کچھ نئے مسافر ڈبے میں داخل ہو رہے تھے..... ڈبے کے پہلے والے مسافر جاگ چکے تھے..... ان میں سے ایک نے آنے والے ایک مسافر سے پوچھا۔

"سردار جی! کیا بات ہے یہاں بھی پولیس کیوں آئی ہوئی ہے؟"

سکھ سردار نے اپنا تھیلا اوپر والی برتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔

"کہتے ہیں کوئی پاکستانی جاسوس جیل توڑ کر بھاگ گیا ہے..... پولیس اس کی تلاش میں چھاپے مار رہی ہے۔"

شیر خان وہیں چپ ہو کر بیٹھا رہا..... اب پولیس اس کی تلاش میں حرکت میں آ چکی تھی..... انہیں بھوشن اور کملا کا پیغام مل چکا تھا..... اب شیر خان کا ڈبے سے باہر نکلنا اپنی موت کو آواز دینے کے برابر تھا..... یہ بڑی غنیمت ہوئی کہ پولیس نے ڈبوں کی تلاشی نہیں لی تھی ورنہ اس کا پکڑا جانا یقینی تھا..... اس کی جیب میں سفارت خانے کی سٹیشنری کا وہ لفافہ موجود تھا جس میں کرنسی نوٹ تھے..... وہ جہاں بیٹھا تھا وہیں دُبک کر بیٹھا رہا..... آخر ٹرین وہاں سے بھی چل پڑی۔

جب تک ٹرین پلیٹ فارم پر گزرتی رہی شیر خان سر جھکائے بیٹھا رہا..... جب پلیٹ فارم سے ٹرین نکل گئی تو اس نے دروازے کی کھڑکی میں سے باہر دیکھا..... ٹرین کی رفتار تیز ہو چکی تھی..... وہ وہاں اتر نہیں سکتا تھا..... اب اسے اگلے سٹیشن کا انتظار کرنا تھا..... اگلا بڑا سٹیشن انبالہ ہی ہو سکتا تھا..... شیر خان نے فیصلہ کر لیا کہ وہ انبالے اتر جائے گا اور وہاں سے جموں کی طرف جانے کی کوشش کرے گا..... جب انبالے کے سٹیشن پر گاڑی رُکی تو شیر خان نے پلیٹ فارم کا جائزہ لیا..... یہاں حالات معمول کے مطابق تھے..... کوئی پولیس کانسٹیبل نظر نہیں آ رہا تھا..... شیر خان خاموشی سے ڈبے میں سے اتر گیا..... اب سٹیشن سے باہر نکلنے کا مرحلہ درپیش تھا، کیونکہ شیر خان کے پاس کوئی ٹکٹ وغیرہ نہیں تھا۔

اس نے وہی کیا جو اس سے پہلے وہ دو ایک بار کر چکا تھا..... یعنی جہاں پلیٹ فارم

تم ہوتا تھا اور سٹیشن کے نام کا بورڈ لگا تھا وہاں سے ڈھلان اتر کر ریلوے یارڈ میں داخل ہو گیا..... وہ بظاہر یوں اطمینان سے چل رہا تھا جیسے ریلوے سٹاف کا کوئی آدمی ہو..... ریلوے یارڈ میں لائنوں کا جال بچھا ہوا تھا..... وہ آہستہ آہستہ چلتا چلا گیا..... وہ کسی کسی وقت نظریں اٹھا کر اردگرد کا جائزہ بھی لے لیتا تھا..... ابھی تک وہ محفوظ ہی تھا اور کوئی اس کا پیچھا نہیں کر رہا تھا..... ریلوے یارڈ ختم ہو گیا اور اب اس کے سامنے صرف دو ریلوے ٹریک تھے..... ایک آنے والی گاڑیوں کے لئے اور ایک جانے والی گاڑیوں کے لئے۔

یہ ریلوے لائن دلی جاتی تھی، مگر شیر خان کو دلی نہیں جانا تھا..... اس کی منزل کشمیر تھی..... جب ریلوے لائن کی دونوں جانب کھیت شروع ہو گئے تو شیر خان ریلوے ٹریک سے اتر کر کھیتوں میں آ گیا..... کھیت ختم ہوئے تو ایک کالونی کے مکان دکھائی دیئے..... شیر خان کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی..... اس نے کل رات سے کچھ نہیں کھایا تھا..... یہ سوچ کر وہ انبالہ شہر کی اس چھوٹی سی کالونی کی طرف بڑھا..... یہاں ایک چائے کا ہوٹل تھا..... شیر خان نے ہوٹل کے غسل خانے میں جا کر منہ ہاتھ دھویا..... بالوں کو ٹھیک کیا اور ایک طرف بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگا۔

اس نے اچھی طرح سے ناشتہ کیا..... پھر چائے منگوا کر پینے لگا..... اس کے قریب ہی ایک ادھیڑ عمر کا آدمی بیٹھا چائے پی رہا تھا..... شیر خان نے اس سے پوچھا۔

"کیوں بھائی صاحب یہاں سے میرٹھ کو لاری کون سے اڈے سے جاتی ہے۔"

انبالے کے آگے میرٹھ کا شہر آتا ہے، لیکن شیر خان کو میرٹھ نہیں جانا تھا..... اس آدمی نے کہا۔

"یہاں سے میرٹھ کی طرف بھی لاریاں جاتی ہیں..... نکودر اور لدھیانے بھی جاتی ہیں، مگر بہتر ہے کہ تم ٹرین سے میرٹھ جاؤ..... لاری کا سفر بڑا لمبا ہے۔"

شیر خان یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہاں سے نکودر لدھیانے کی طرف لاریاں

جاتی ہیں یا نہیں، کیونکہ جموں جانے کا یہی روٹ تھا..... شیر خان نے باتوں ہی باتوں میں اس شریف آدمی سے پوچھا کہ نکودر لدھیانے کا لاری اڈہ کہاں ہے..... ادھیڑ آدمی نے اسے لاری اڈے کا پورا محل وقوع بتا دیا، شیر خان بولا۔

"اصل میں مجھے میرٹھ ہی جانا ہے..... لدھیانہ نکودر کا تو میں ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔"

شیر خان نے ہوٹل کے باتھ روم میں جانے کے بعد پہلا کام یہ کیا تھا کہ سفارت خانے کے لفافے میں سے کرنسی نوٹ نکال کر جیب میں الگ رکھ لئے تھے اور لفافے کو پرزے پرزے کر کے پھینک دیا تھا..... لفافے پر چھپا ہوا بھارتی سفارت خانے کا نام اسے گرفتار کروا سکتا تھا..... کچھ دیر ہوٹل میں بیٹھنے اور ماحول کا بغور جائزہ لینے کے بعد شیر خان چائے وغیرہ کا بل ادا کر کے ہوٹل سے نکل کر اس طرف چل پڑا جس طرف نکودر لدھیانہ جانے والی لاریوں کا اڈہ تھا اور جس کے بارے میں ادھیڑ عمر کے گاہک نے اسے بتایا تھا۔

لاری اڈے پر جا کر معلوم ہوا کہ وہاں سے جموں کشمیر کی طرف کوئی لاری سیدھی نہیں جاتی..... پہلے لدھیانے جانا پڑے گا..... پھر وہاں سے جموں کٹھوعہ والی لاری پکڑنی ہو گی..... شیر خان لدھیانے جانے والی لاری کے چلنے کا انتظار کرنے لگا..... وہ ایک طرف ہو کر بیٹھا تھا..... مسافروں کا کافی رش تھا..... اتنے میں لدھیانے جانے والی لاری آ گئی..... ڈرائیور نے باہر نکلتے ہی اعلان کر دیا کہ لدھیانے کی طرف کوئی لاری نہیں جائے گی..... مسافر پریشان ہو کر منیجر کے کمرے کی طرف صورت حال معلوم کرنے کے لئے دوڑے..... شیر خان اپنی جگہ پر بیٹھا رہا..... اس کے پاس ایک نوجوان سکھ مسافر بیٹھا تھا وہ بھی حالات معلوم کرنے منیجر کے کمرے کی طرف چلا گیا..... جب واپس آیا تو شیر خان نے اس سے پوچھا۔

"سردار جی! کیا بات ہوئی ہے؟"

نوجوان سکھ کہنے لگا۔

"کہتے ہیں پولیس نے سارے علاقے کو گھیرے میں لے رکھا ہے..... کوئی پاکستانی جاسوس اس علاقے میں چھپا ہوا ہے..... پولیس اس کی تلاش میں ہے اور ہر لاری کو جی ٹی روڈ پر ایک ایک گھنٹہ کھڑے کر کے تلاشی لیتی رہتی ہے۔"

شیر خان کے لئے یہ ایک خطرے کا سگنل تھا..... اس کا مطلب تھا کہ وہ خطرے میں گھر چکا تھا..... وہ وہاں سے نکلنے کی ترکیبیں سوچنے لگا..... شیر خان نے سکھ نوجوان سے کہا۔

"میرا خیال ہے مجھے لدھیانے والی ریل گاڑی پکڑنی چاہئے۔"

سکھ نوجوان بولا۔

"ریلوے سٹیشن پر بھی پولیس موجود ہے..... کہتے ہیں وہاں بھی ہر ٹرین کی کئی کئی گھنٹے تک چیکنگ ہوتی ہے..... عجیب بک بک ہے۔"

شیر خان خاموش رہا..... سکھ نوجوان کہنے لگا۔

"یہ سب پولیس ڈرامہ کر رہی ہے..... کشمیری مجاہد اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں اور یہاں کی پولیس انہیں پاکستانی جاسوس کہہ کر پکڑ دھکڑ کرتی ہے..... آپ کو لدھیانے جانا ہے کیا؟'

"جی ہاں سردار جی۔"

سکھ نوجوان بولا۔

"مجھے بھی لدھیانے جانا ہے، مگر میں نے تو ارادہ بدل لیا ہے اور کل جاؤں گا..... مجھے اتنی جلدی نہیں ہے..... اگر آپ کو جلدی ہے تو آپ ایک کام کریں۔"

"کیا؟" شیر خان نے پوچھا۔

سکھ نوجوان نے کہا۔

"یہاں سے کچھ فاصلے پر رانی کی باولی ہے..... وہاں رانی کا مندر بھی ہے..... مندر کے قریب سے ایک راستہ آگے ایک ویران جنگل میں سے ہو کر آگے جی ٹی روڈ

کی طرف نکل جاتا ہے..... وہاں سے آپ کو سرہند کی طرف سے آنے والی کوئی نہ کوئی لاری مل جائے گی۔"

شیر خان نے کہا۔

"کیا پولیس اسے چیکنگ کے لئے نہیں روکے گی؟"

سکھ نوجوان بولا۔

"وہاں سے لدھیانے کی طرف لاری قلعے کی پریڈ والے میدان کے اوپر سے ہو کر دوسرے راستے سے گزرتی ہے۔"

وہ جی ٹی روڈ پر نہیں آتی اور چیکنگ کی بک بک تو صرف جی ٹی روڈ پر ہے۔"

شیر خان کو یہ تجویز پسند آئی..... اس طرح کم از کم وہ پولیس کے گھیرے سے نکل جائے گا..... اس نے سکھ نوجوان سے سارے راستے کے بارے میں پوری طرح سے معلوم کر لیا اور تھوڑی دیر بعد موقع پا کر لاری اڈے کے عقب سے نکل کر رانی کی باولی کی طرف چل پڑا..... یہ انبالے شہر کا شمال مغربی علاقہ تھا..... اس طرف ابھی آبادی اتنی نہیں پھیلی تھی..... کافی جگہ ویران پڑی تھی..... کھیت بھی کم تھے..... کیکر اور نیم کے درخت بہت تھے..... ادھر زیادہ لوگ بھی نظر نہیں آ رہے تھے..... یہاں شیر خان اپنے آپ کو محفوظ سمجھ رہا تھا۔

دُور سے اسے ایک مندر نظر آیا..... یہ رانی کا مندر تھا..... اس کے قریب ہی پہلے رانی کی باولی آئی..... شیر خان مندر کے قریب آنے کی بجائے دُور ہی سے آگے گزر گیا..... اب وہ ویران جنگل شروع ہو گیا جس کے متعلق سکھ نوجوان نے بتایا تھا کہ جہاں یہ جنگل ختم ہو گا وہاں ایک چھوٹی سڑک آ جائے گی..... اس سڑک پر سے لدھیانے کی طرف جانے والی سرہند ٹرانسپورٹ سروس کی کوئی نہ کوئی لاری مل جائے گی۔

یہ ویران جنگل ویسا جنگل تو نہیں تھا جیسے جنگل شیر خان نے وسطی بھارت میں

دیکھے تھے..... یہ ایک اُجاڑ ویران سا جنگل تھا جہاں کیکر اور نیم کے درخت اُگے ہوئے تھے..... زمین بھوری اور خشک تھی..... گھاس کہیں کہیں ہی نظر آ رہی تھی..... ایک فاختہ کسی درخت پر بول رہی تھی، اس کی آواز میں بڑی اُداسی تھی۔

ایک عجیب وحشت خیز خاموشی اس ویران جنگل میں چھائی ہوئی تھی..... لگتا تھا کہ یہاں یا تو کوئی خون ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے..... سوائے فاختہ کی اُداس آواز کے کوئی پرندہ کسی درخت پر نہیں بول رہا تھا..... ایک چھوٹا سا خشک نالہ آ گیا..... لگتا تھا کہ اس نالے نے کئی سالوں سے پانی کی شکل نہیں دیکھی..... عجیب ماتمی سی فضا والا اُجاڑ علاقہ تھا..... دوسری پریشانی کی بات یہ تھی کہ جنگل ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا، بلکہ درخت زیادہ گنجان اور گھنے ہوتے جا رہے تھے..... شیر خان کو شک پڑ گیا کہ وہ ضرور راستہ بھول گیا ہے اور بھٹک گیا ہے..... اب خدا جانے وہ کہاں سے کہاں پہنچ جائے..... کہیں جی ٹی روڈ پر نہ نکل آئے جہاں پولیس گشت کر رہی ہے۔

ایک جگہ شیر خان رُک گیا..... اس نے جنگل کا جائزہ لیا..... کوئی باقاعدہ راستہ وہاں نہیں تھا..... کوئی پگڈنڈی بھی نہیں تھی کہ جس سے یہ اندازہ ہوتا کہ ادھر سے لوگ آتے جاتے ہیں..... خشک جھاڑیاں ہی جھاڑیاں تھیں..... اوپر درخت جھلے ہوئے خاموش کھڑے تھے..... آخر شیر خان اس طرف چلنے لگا جس سمت اس کا رخ تھا..... تھوڑی دور گیا ہو گا کہ اسے ایک کچی کوٹھڑی نظر آئی جس پر جنگلی بیری کے ایک گھنے درخت نے سایہ کر رکھا تھا..... درخت کی شاخیں زرد اور سبز بیروں سے لدی ہوئی تھیں..... شیر خان کوٹھڑی کے قریب سے ہو کر گزرا تو اسے ایک عورت کی آواز سنائی دی..... آواز کوٹھڑی کے اندر سے آ رہی تھی..... آواز عورت کے سسکیاں بھرنے کی تھی..... شیر خان دیوار کے ساتھ لگ کر سننے کی کوشش کرنے لگا کہ یہ عورت کون ہے اور رو کیوں رہی ہے..... ایک مرد کی آواز آئی..... آواز نے ڈانٹ کر کہا۔

"رونا دھونا بند کرو..... اس سے کچھ نہیں ہو گا۔"

عورت نے روتے ہوئے کہا۔

"میری عزت برباد نہ کرو..... میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتی ہوں۔"

ایک دوسرے مرد کی آواز آئی۔

"تمہاری عزت برباد کرنے کے لئے تو ہم تمہیں یہاں اٹھا کر لائے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی دونوں مرد قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے..... عورت نے کہا۔

"یاد رکھو..... میں مسلمان ہوں..... میری عزت خراب کرنے کی کوشش کرو گے تو تم پر خدا کا عذاب نازل ہو گا۔"

ایک مرد نے عورت کو گالی دے کر کہا۔

"مسلمانوں کے تو ہم جانی دشمن ہیں..... ہم ایک ایک کر کے بھارت میں تم سب مسلمانوں کو ختم کر دیں گے۔"

شیر خان سمجھ گیا کہ یہ وہ راشٹریہ سیوک سنگھ ایسی کسی کٹر ہندو جماعت کے آدمی ہیں اور مسلمان عورت کی زندگی برباد کرنے والے ہیں..... اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ مسلمان عورت کو ان کافروں سے ہر حالت میں بچائے گا..... اتنے میں ایک ہندو نے دوسرے ہندو سے کہا۔

"بہاری! جا کر ڈھارے میں رکھی ہوئی شراب کی بوتل لے آؤ۔"

کوٹھڑی کا دروازہ دوسری جانب تھا..... دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو شیر خان جلدی سے پیچھے ہٹ کر ایک درخت کی اوٹ میں ہو گیا..... یہاں سے اسے کوٹھڑی کا دروازہ نظر آ رہا تھا..... اس نے دیکھا کہ ایک موٹی توند والا دھوتی پوش ہندو کوٹھڑی میں سے نکلا اس طرف چل پڑا جدھر کیکر کے درختوں کا ایک ذخیرہ سا تھا..... شیر خان نے سوچ لیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے..... وہ اس آدمی کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

یہ آدمی جس کا نام بہاری تھا کیکر کے درختوں میں جا کر ایک جگہ بیٹھ گیا اور

جھاڑیوں کو اِدھر اُدھر ہٹانا شروع کر دیا..... شیر خان کو معلوم تھا کہ یہ آدمی جس راستے سے گیا ہے اسی راستے سے واپس آئے گا، چنانچہ شیر خان ایک درخت کے پیچھے گھات لگا کر کھڑا ہو گیا..... اس آدمی بہاری نے جھاڑیوں میں سے ایک بوتل نکالی اور واپس کوٹھڑی کی طرف چلنے لگا۔

شیر خان ایسے کمانڈو کے لئے یہ ایک بڑا ہی آسان شکار تھا..... صرف اتنی احتیاط کی ضرورت تھی کہ اس آدمی کے گلے سے آواز نہ نکلنے پائے..... اس کام کا شیر خان ماہر تھا..... بہاری بوتل اٹھائے بڑے مزے سے گنگناتا ہوا چلا آ رہا تھا..... جیسے ہی وہ اس درخت کے قریب سے گزرنے لگا جہاں شیر خان گھات لگائے ہوا تھا تو اچانک کسی کے بازو کے آہنی شکنجے نے اس کی گردن کو اپنی لپیٹ میں لے کر زور سے ایک جھٹکا دیا..... اس کے بعد کیا ہوا؟ بہاری کو اس کی کوئی خبر نہ ہو سکی..... گردن کا منکا ٹوٹ جانے سے وہ مسلمانوں کا ازلی دشمن بے جان ہو کر زمین پر پڑا تھا۔

شیر خان نے شراب کی بوتل اُٹھالی..... لاش کو وہیں پڑا رہنے دیا اور کوٹھڑی کی دیوار کی اوٹ میں آ کر کھڑا ہو گیا..... اندر سے عورت کے رونے اور التجائیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں..... اندر صرف ایک ہی کافر رہ گیا تھا..... شیر خان اس کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہا تھا..... خود وہ کوٹھڑی کے اندر اس لئے نہیں جانا چاہتا تھا کہ کوئی پتہ نہیں تھا کہ یہ آدمی مسلح ہو..... اس کے پاس اسلحہ بھی ہو اور وہ مسلمان عورت کو ہی گھبرا کر مار ڈالے..... شیر خان جانتا تھا کہ بہاری کو جب دیر ہو گئی تو یہ دوسرا کافر اس کی تلاش میں کوٹھڑی سے باہر ضرور آئے گا۔

اور ایسا ہی ہوا..... کچھ ہی دیر بعد کوٹھڑی کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی جس نے دھوتی اور میلی سی بنیان پہنی تھی..... توند نکلی ہوئی تھی..... اس کے پاس کوئی اسلحہ وغیرہ نہیں تھا..... اس نے بہاری کو آواز دی۔

"دیر کیوں لگا رہے ہو بہاری..... بوتل لے کر آتے کیوں نہیں؟"

شیر خان بوتل ہاتھ میں لئے دیوار کی اوٹ سے نکل کر اس کے سامنے آ گیا اور بولا۔

"بہاری نے شراب کی یہ بوتل بھیجی ہے۔"

اُدھیڑ عمر کا ہندو پھٹی پھٹی آنکھوں سے شیر خان کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم..... تم کون ہو؟"

اس نے حیران ہو کر پوچھا..... شیر خان دو قدم چل کر اس کے قریب آ گیا اور بولا۔

"میں اس مسلمان عورت کا بھائی ہوں جس کو تم اٹھا کر یہاں لائے ہو۔"

اُدھیڑ عمر ہندو نے گھبرا کر بہاری کو آواز دی..... شیر خان نے کہا۔

"بہاری تمہاری آواز نہیں سن سکتا..... وہ مر چکا ہے..... میں نے اسے مار دیا ہے..... اب تمہاری باری ہے۔"

اس آدمی نے پلک جھپکنے میں دھوتی کے ڈب میں سے چاقو نکال کر اس کا بٹن دبایا اور چاقو کھل گیا..... یہ کمانڈو چاقو تھا..... اس نے کہا۔

"تمہاری موت تمہیں اپنی بہن کے پاس لے آئی ہے۔"

آدمی اناڑی تھا..... کسی خاص زاویئے سے شیر خان پر وار کرنے کی بجائے اس نے بالکل سامنے سے شیر خان پر وار کر دیا..... اس اناڑیوں والے وار کو بچانا شیر خان کے لئے بڑی معمولی بات تھی..... دوسرے ہی لمحے اس آدمی کی چاقو والی کلائی شیر خان کے پنجے کی گرفت میں تھی..... شیر خان نے ایک زوردار جھٹکا دیا..... چاقو اس آدمی کے ہاتھ سے اُچھل کر دُور جا گرا..... باہر سے آتی آوازیں سن کر کوٹھڑی میں جو عورت تھی وہ دروازے میں آ کر کھڑی ہو گئی تھی اور سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

شیر خان اس کافر کو آسانی سے ہلاک کر سکتا تھا، مگر اس کے دل میں رحم آ گیا..... اس نے صرف اتنا ہی کیا کہ اس کے سر پر پیچھے سے ایک خاص جگہ پر زوردار ہاتھ مارا..... وہ شخص بے ہوش ہو کر گر پڑا..... شیر خان نے چاقو اٹھایا..... اسے بند کر کے جیب میں رکھا اور عورت کے پاس جا کر کہا۔

"گھبراؤ نہیں بہن! میں مسلمان ہوں..... مجھے اپنا بھائی ہی سمجھو..... تم کہاں رہتی ہو؟ میں خود اس شہر میں اجنبی ہوں..... تم جہاں کہو گی میں تمہیں وہاں پہنچانے کی کوشش کروں گا۔"

عورت کی عمر تیس برس سے اوپر لگتی تھی..... رنگ سانولا تھا..... اس نے شلوار قمیض پہن رکھی تھی..... وہ شیر خان کو اپنا نجات دہندہ جان کر اس کی طرف احسان مند نگاہوں سے دیکھ رہی تھی..... کہنے لگی۔

"بھائی! تم میرے لئے فرشتہ رحمت بن کر آئے ہو..... تم نہ آتے تو جانے میرے ساتھ کیا کچھ نہ ہوتا۔"

شیر خان نے کہا۔

"بی بی! مجھے یہ بتاؤ کہ میں تمہیں کہاں چھوڑ دوں جہاں تم اپنے بھائی بہنوں کے پاس پہنچ سکو؟"

عورت نے کہا۔

"میں تمہیں بتاتی ہوں..... مجھے میرے گھر پہنچا دو۔"

عورت نے چادر اوڑھی اور شیر خان کے ساتھ جنگل میں ایک طرف چل پڑی..... شیر خان خاموشی سے اس کے ساتھ جا رہا تھا..... اس نے مزید اس عورت سے کچھ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی..... حقیقت میں اسے اپنی پڑی ہوئی تھی اور خود وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا، لیکن اس عورت کو اس کے گھر پہنچانا ضروری تھا..... غصے کی حالت میں وہ ایک کافر کا خون بھی کر چکا تھا، لیکن اگر وہ بہاری کو ہلاک نہ کرتا تو اس عورت کو بچا کر لے جانا مشکل تھا۔

عورت بھی خاموشی سے شیر خان کے ذرا آگے آگے چل رہی تھی..... ایک دو فرلانگ چلنے کے بعد جنگل ختم ہو گیا اور کھیت آ گئے..... کھیتوں کی دوسری طرف کچھ مکان نظر آ رہے تھے..... عورت نے ان مکانوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"وہاں ہمارا مکان ہے۔"

کھیتوں کے پار خالی جگہ پر چند ایک اک منزلہ کوارٹر نما مکان بنے ہوئے تھے..... شیر خان چاروں طرف ماحول کا جائزہ لیتا اس عورت کے ساتھ جا رہا تھا..... اسے اپنا خطرہ تھا کہ کہیں اس طرف بھی پولیس اس کی تلاش میں موجود نہ ہو، مگر ان مکانوں کے آس پاس کوئی آدمی نظر نہیں آتا تھا..... عورت ایک مکان کے پاس آ کر تیز تیز چلنے لگی..... پھر دوڑ کر مکان کے بند دروازے پر زور زور سے ہاتھ مارنے لگی۔

"نازی! نازی! دروازہ کھولو..... میں ہوں حشمت۔"

شیر خان ایک طرف ہو کر کھڑا تھا اور اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا..... مکان کا دروازہ ایک دم سے کھل گیا اور ایک اُدھیڑ عمر کی عورت جو نوکرانی لگتی تھی نمودار ہوئی..... دونوں بے اختیار ہو کر ایک دوسرے کے گلے لگ گئیں اور دونوں رونے لگیں..... شیر خان نے آگے بڑھ کر اس عورت سے کہا۔

"بی بی! تم اپنے گھر پہنچ گئی ہو..... میں اب جاتا ہوں۔"

عورت نے جس نے اپنا نام حشمت بتایا تھا شیر خان کو ہاتھ جوڑ کر کہا۔

بھائی جان! میں آپ کو اس طرح نہیں جانے دوں گی..... اندر آ جائیں۔

اور وہ عورت نوکرانی کے ساتھ جلدی سے مکان کے اندر داخل ہو گئی..... شیر خان بھی تکلف میں آ کر مکان کے اندر چلا گیا سامنے چھوٹا سا صحن تھا جس میں ایک تخت پوش بچھا ہوا تھا..... حشمت نے چادر تخت پوش پر ڈالتے ہوئے نوکرانی سے پوچھا۔

"میرا بھائی رجب علی کہاں ہے؟"

نوکرانی نے کہا۔

"وہ اور احمد علی صبح سے تمہاری تلاش میں نکلے ہوئے ہیں۔"

عورت حشمت نے شیر خان سے کہا۔

"اب تم بھی میرے چھوٹے بھائی ہو..... میں تمہیں اپنے بھائیوں سے ملائے

بغیر نہیں جانے دوں گی۔"

شیر خان سمجھ گیا کہ یہ عورت اپنے بھائیوں کو اس بات کا ثبوت مہیا کرنا چاہتی ہے کہ اسے جو ہندو بدمعاش اغوا کر کے لے گئے تھے وہ شیر خان کی مدد سے اپنی عزت بچا کر ان کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہو گئی ہے، مگر وہ زیادہ دیر وہاں رُکنا بھی نہیں چاہتا تھا..... اس نے کہا۔

"تمہارے بھائی پتہ نہیں کب واپس آئیں..... مجھے جلدی جانا ہے۔"

عورت حشمت نے کہا۔

"وہ لوگ تھوڑی دیر میں آجائیں گے..... آپ اندر چل کر بیٹھیں۔"

پھر اس نے نوکرانی سے کہا۔

"نازی! میرے بھائی کے لئے چائے بناؤ..... جلدی۔"

شیر خان وہاں بیٹھنا نہیں چاہتا تھا، لیکن اسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہاں سے نکل کر اسے کہاں جانا ہے..... کس طرف جانا ہے..... وہ یہ سوچ کر اندر کمرے میں آ گیا کہ اس عورت کے بھائی مسلمان ہیں اور وہ شیر خان کے احسان مند بھی ہوں گے..... شاید ان کے ذریعے جموں کشمیر پہنچنے کا کوئی سبب پیدا ہو جائے..... یہ درمیانے درجے کی فیملی تھی..... کمرے میں فرش پر دری بچھی ہوئی تھی..... تین چار کرسیاں اور ایک میز رکھی تھی..... دیوار کے ساتھ ایک چارپائی پر بستر بچھا ہوا تھا..... عورت حشمت بھی اندر آ گئی..... شیر خان کرسی پر بیٹھ گیا۔

حشمت سامنے چارپائی پر بیٹھ گئی..... شیر خان نے پوچھا۔

"یہ کافر تمہیں کیوں اٹھا کر لے گئے تھے؟ کیا ان کے ساتھ تمہارے بھائیوں کی کوئی دشمنی ہے؟"

حشمت کہنے لگی۔

"بھائی جان کیا کہوں..... کیا نہ کہوں..... راشٹریہ سیوک سنگ کے ہندوؤں نے

یہاں کے مسلمانوں کو ایک ایک کر کے ختم کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے..... میرے دونوں بھائیوں رجب علی اور احمد علی کا چھوٹا سا کاروبار تھا..... ہندوؤں نے ان کی دکان کو آگ لگا دی اور کئی بار ان پر قاتلانہ حملہ بھی کیا..... کچھ مسلمان تو یہاں سے دلی میرٹھ کی طرف ہجرت کر گئے مگر میرے بھائیوں نے سیوک سنگ کے غنڈوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی ٹھان لی، مگر حکومت ہندوؤں کی ہے..... دونوں بھائی پھر بھی ڈٹے رہے..... آج صبح صبح میں بستر سے اٹھ کر چائے بنانے کچن میں گئی تو دو ہندو غنڈوں نے اچانک مجھے دبوچ لیا اور میری ناک پر گیلا رومال رکھ کر دبایا..... میں نے دو چار سانس لئے اور پھر مجھے کچھ ہوش نہ رہا..... اس سے آگے کے واقعات آپ کو معلوم ہی ہیں۔"

اتنے میں حشمت بی بی کے دونوں بھائی رجب علی اور احمد علی بھی آ گئے..... دونوں نوجوان تھے..... احمد علی بڑا تھا اور مضبوط جسم والا تھا..... بہن کو دیکھ کر انہوں نے اسے گلے لگا لیا اور پھر شیر خان کی طرف گھور کر دیکھا اور پھر بہن سے پوچھا۔

"تمہارے ساتھ برا سلوک تو نہیں ہوا؟"

حشمت نے شیر خان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اگر میرا یہ بھائی عین وقت پر آ کر میری مدد نہ کرتا تو میری عزت برباد ہو جاتی۔"

احمد علی نے شیر خان کو گھور کر دیکھا اور پوچھا۔

"یہ کون ہے؟"

شیر خان نے آہستہ سے کہا۔

"میرا نام شکیل ہے..... مجھے لدھیانے جانا تھا..... ٹرین نہ پکڑ سکا..... لاری بھی اس وقت کوئی نہیں جاتی تھی..... سوچا دوسری سڑک پر سے کوئی گزرتی ہوئی لاری یا بس پکڑ لوں گا..... جنگل میں سے گزر رہا تھا کہ تمہاری بہن کی سسکیوں کی آواز نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔"

اس کے بعد شیر خان نے ساری داستان بیان کر دی، لیکن اس نے یہ نہ بتایا کہ

اس نے دوسرے ہندو غنڈے بہاری کو قتل کر دیا ہے، اس کے بارے میں یہی کہا کہ وہ بھاگ گیا تھا..... احمد علی بولا۔

"شکیل بھائی! تم نے ہم پر ہمارے خاندان پر بہت بڑا احسان کیا ہے..... شاید اس کا بدلہ ہم ساری زندگی نہ اتار سکیں۔"

شیر خان بولا۔

"میں نے اپنی ایک مسلمان بہن کی عزت بچائی ہے، یہ میرا دینی فرض بھی تھا۔"

حشمت کے دونوں بھائی رجب علی اور احمد علی کرسیوں پر بیٹھ گئے..... رجب علی کہنے لگا۔

"ہم نے سیوک سنگ والوں کا ایک ایک اڈہ چھان مارا تھا، مگر جب تم ہمیں کہیں نظر نہ آئیں تو ہم نے فیصلہ کر لیا کہ سر ہتھیلی پر رکھ کر ہم سیوک سنگ کے غنڈوں کے ہیڈ کوارٹر کو بموں سے اُڑا دیں گے..... خود بھی اُڑ جائیں گے اور ان کو بھی اُڑا دیں گے۔"

احمد علی بولا۔

"ہم دستی بم لینے گھر پر آئے تھے کہ تم نظر آ گئیں..... خدا کا شکر ہے کہ ہماری بہن خیریت سے گھر واپس آ گئی۔"

اتنے میں ملازمہ نے چائے لا کر رکھ دی..... حشمت نے اسے کہا۔

"نازی! بسکٹ بھی لاؤ۔"

احمد علی نے صدری کی جیب میں سے پیسے نکال کر کہا۔

"بازار سے کچھ برفی اور گلاب جامن لے آؤ۔"

شیر خان نے کہا۔

"نہیں نہیں احمد بھائی..... مجھے ڈاکٹروں نے مٹھائی کھانے سے منع کیا ہوا ہے..... میں ایک دو بسکٹ کھا لوں گا۔"

"شکیل بھائی! آپ لدھیانے میں کیا کرتے ہیں..... کہیں ملازم ہیں یا اپنا کاروبار ہے؟"

شیر خان نے جواب دیا۔

"پلاسٹک کے سامان کی چھوٹی سی دکان ہے..... مال لینے کے سلسلے میں اکثر دلی میرٹھ انبالے کا چکر لگانا پڑتا ہے۔"

نوکرانی نے پلیٹ میں بسکٹ لا کر رکھ دیئے..... اتنے میں ایک پندرہ سولہ سالہ لڑکا دوڑتا ہوا اندر آیا..... اس کا سانس پھول رہا تھا..... آتے ہی بولا۔

"ماموں! منگل داس کا بھائی بہاری قتل ہو گیا ہے..... اس کی لاش جنگل میں پڑی ملی ہے..... ان لوگوں نے تمہارے خلاف تھانے میں رپٹ لکھوا دی ہے۔"

احمد علی اور رجب علی اسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے..... انہوں نے اپنی بہن حشمت سے کہا۔

"آپا! تم برقعہ پہن کر فوراً یہاں سے سیدھی سٹیشن پر جاؤ اور دلی جانے والی کسی بھی گاڑی میں سوار ہو کر دلی خالہ کے ہاں پہنچ جاؤ۔"

پھر اس نے لڑکے کو جو پیغام لے کر آیا تھا کہا۔

"بوبی! تم آپی کے ساتھ سٹیشن پر جاؤ۔"

لگتا تھا کہ ان لوگوں کو اسی قسم کے ہنگامی حالات کی عادت ہو چکی ہے..... حشمت بی بی نے اسی وقت دوسرے کمرے میں جا کر سفید پرانا برقعہ پہنا اور لڑکے کے ساتھ تیزی سے باہر نکل گئی..... شیر خان نے سوچا کہ اسے بھی وہاں سے نکل جانا چاہئے..... پھر خیال آیا کہ پولیس اس مکان کی طرف آ رہی ہو گی، ہو سکتا ہے کہ دوسرا ہندو غنڈہ جس کو شیر خان نے سر پر مکا مار کر بے ہوش کیا تھا پولیس کے ساتھ ہی ہو..... وہ تو شیر خان کو پہچان لے گا..... احمد علی نے شیر خان سے کہا۔

"شکیل بھائی! تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔"

شیر خان بولا۔

"میرا خیال ہے مجھے آپ کے ساتھ نہیں جانا چاہئے..... میں لاری اڈے کی طرف جاتا ہوں۔"

احمد علی سمجھ دار آدمی تھا، وہ سمجھ گیا تھا کہ جس ہندو غنڈے کے بارے میں شیر خان نے کہا تھا کہ وہ بھاگ گیا تھا اصل میں اسے شیر خان نے قتل کر دیا تھا اور وہ بہاری ہی تھا..... احمد علی نے کہا۔

"شکیل بھائی! اب اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ بہاری غنڈہ تمہارے ہاتھوں قتل ہوا ہے..... یوں تمہاری زندگی بھی خطرے میں ہے، بہتر یہی ہے کہ ابھی تم ہمارے ساتھ ہی ایک محفوظ جگہ پر چلے چلو..... موقع پا کر ہم خود تمہیں لدھیانے پہنچا آئیں گے۔"

شیر خان اُلجھن میں پھنس گیا تھا..... رجب علی نے شیر خان سے کہا۔

"آجاؤ شکیل بھائی! پولیس آگئی تو ہم سب مارے جائیں گے۔"

اور وہ شیر خان کو ساتھ لے کر مکان کے پچھلے کمرے کی کھڑکی سے کود کر کھیتوں میں دوڑ پڑے..... شیر خان بھی ان کے ساتھ ہی دوڑ رہا تھا..... دوسرے ہندو غنڈے سے چھینا ہوا کمانڈو چاقو شیر خان کی جیب میں تھا..... دوڑتے دوڑتے وہ مٹی کے ایک بہت بڑے ٹیلے کے پاس پہنچ گئے..... وہاں سے وہ ایک کچے راستے پر آگئے..... یہاں وہ تیز تیز چلنے لگے..... آگے ایک پکی مگر چھوٹی سڑک آگئی..... یہاں وہ سانس لینے کے لئے رُک گئے..... رجب علی بولا۔

"احمد بھائی! یہاں سے ہمیں کوئی سواری مل سکتی ہے۔"

احمد علی بولا۔

"ہم رُک نہیں سکتے..... چلتے چلو..... راستے میں کوئی ٹیکسی رکشا مل گیا تو ٹھیک ہے۔"

پکی سڑک کی دونوں جانب کھیتوں میں اونچی فصل کھڑی تھی..... کھیت ختم ہو گئے تو بائیں جانب ایک اجاڑ سا میدان اور دائیں جانب ریل کی پٹڑی آگئی..... ریل کی پٹڑی کو کراس کر کے وہ دوسری جانب اُتر گئے۔

کچھ دُور چلنے کے بعد ایک خشک برساتی نالہ آگیا جس کے اوپر پل بنا ہوا تھا..... پل پر سے ہو کر یہ لوگ دوسری طرف آگئے..... کچھ دُور کسی کالونی کے مکانات نظر آرہے تھے..... کھیتوں میں ایک جگہ احمد علی نے کہا۔

"یہاں بیٹھ جاؤ۔"

پھر اس نے اپنے چھوٹے بھائی رجب علی سے کہا۔

"راجو! فوراً مرزا صاحب کے گھر جاؤ اور انہیں ہمارے بارے میں بیان کرو کہ ہمیں ان کے تحفظ کی ضرورت ہے۔"

رجب علی ابھی جاتا ہوں کہہ کر آبادی کے مکانوں کی طرف چل پڑا..... تھوڑی ہی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس نے چادر سے اپنا جسم ڈھانپ رکھا تھا اور بغل میں ایک گٹھڑی سی تھی..... آتے ہی وہ شیر خان اور احمد علی کے پاس بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔

"مرزا صاحب گھر پر ہی ہیں..... آجاؤ بھیا! مگر یہ چادریں جسم پر لپیٹ لو۔"

انہوں نے چادریں اچھی طرح سے اپنے جسموں کے گرد لپیٹ لیں اور آبادی کے مکانوں کی طرف چلنے لگے..... مرزا صاحب کا مکان آبادی کے دوسرے کنارے پر کھیتوں کے پاس تھا..... دو منزلہ پرانے ٹائپ کا مکان تھا..... باہر ایک بکری بندھی ہوئی تھی..... صحن میں مرغ کے بولنے کی آواز آرہی تھی..... احمد علی نے شیر خان سے کہا۔

"مرزا صاحب! ہماری جماعت کے آدمی ہیں، مگر یہ راز سوائے ہمارے اور کسی کو معلوم نہیں ہے..... اوپر سے انہوں نے راشٹریہ سیوک سنگ والوں کے ساتھ بھی تعلقات بنا کر رکھے ہوئے ہیں..... یہاں ہمیں صحیح صورت حال معلوم ہو جائے گی۔"

مکان کے ایک نیم روشن چھوٹے سے کمرے میں اُدھیڑ عمر کا ایک سانولا سا آدمی چارپائی پر بیٹھا حقہ پی رہا تھا..... احمد علی رجب علی اور شیر خان اندر داخل ہو گئے..... اس آدمی نے شیر خان کی طرف غور سے دیکھا۔

"یہ صاحب کون ہیں احمد علی؟"

احمد علی بولا۔

"مرزا صاحب! ابھی بتاتا ہوں۔"

وہ تینوں چارپائی کے سامنے رکھے ہوئے مونڈھوں پر بیٹھ گئے..... اس کے بعد احمد علی نے مرزا صاحب کو شیر خان کے بارے میں بتایا کہ ان کا نام شکیل میاں ہے اور انہوں نے ہی ہماری بہن کو منگل داس اور بہاری غنڈوں کے چنگل سے نکال کر گھر پہنچایا تھا..... مرزا صاحب نے پوچھا۔

"اور بہاری کو کس نے قتل کیا تھا؟"

احمد علی نے کہا۔

"اس بارے میں شکیل بھائی ہی کچھ روشنی ڈال سکتے ہیں..... ان کا کہنا ہے کہ بہاری جنگل میں بھاگ گیا تھا۔"

مرزا صاحب نے شیر خان کی طرف دیکھا اور کہا۔

"شکیل بیٹا! جو حقیقت ہے بیان کر دو..... یہاں ہم سب اپنے ہی خاندان کے آدمی ہیں۔"

شیر خان سمجھ گیا تھا کہ ان لوگوں کو پتہ چل گیا ہے کہ میں نے ہی بہاری کا خون کیا ہے..... ان سے یہ بات چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، چنانچہ اس نے کہا۔

"حقیقت یہی ہے مرزا صاحب کہ میں نے ہی اس ہندو غنڈے بہاری کو قتل کیا تھا..... اگر میں اسے قتل نہ کرتا تو میرے لئے حشمت بی بی کی عزت بچانی مشکل ہو سکتی تھی۔"

مرزا صاحب نے حقے کا کش لے کر کہا۔

"تم بہادر اور دلیر آدمی ہو..... ہمیں تمہاری قدر ہے"

پھر انہوں نے احمد علی کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا۔

"حشمت بیٹی کہاں ہے اس وقت؟"

احمد علی نے کہا۔

"اسے میں نے بوبی کے ساتھ سٹیشن پر بھیج دیا ہے..... وہ کسی نہ کسی گاڑی میں بیٹھ کر دلی روانہ ہو جائے گی۔"

"ٹھیک کیا۔" مرزا صاحب بولے۔

رجب علی کہنے لگا۔

"منگل داس غنڈے نے ہمارے خلاف بہاری کے قتل کے الزام میں پرچہ درج کرایا ہے۔"

"پرچہ درج کرانے سے کیا ہوتا ہے۔" مرزا صاحب بولے..... "ان کے پاس کیا ثبوت ہے کہ بہاری کو تم میں سے کسی نے قتل کیا ہے۔"

احمد علی نے کہا۔

"مگر مرزا صاحب یہ ان ہندو غنڈوں کی حکومت ہے..... راشٹریہ سیوک سنگ حکومت پر چھائی ہوئی ہے..... وہ لوگ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" مرزا صاحب نے کش لے کر کہا۔ "تم لوگ روپوش ہو جاؤ، اس کے بعد دیکھ لیں گے کیا کرنا ہے۔"

رجب علی نے کہا۔

"میں تو کہتا ہوں کہ ہمیں منگل داس کا بھی کام تمام کر دینا چاہئے..... یہ شخص مسلمانوں کا جانی دشمن اور انبالے میں آر ایس ایس کے غنڈوں کا لیڈر ہے۔"

مرزا صاحب بولے۔

"نہیں نہیں برخوردار! اس طرح حالات اور خراب ہو جائیں گے..... ہمیں عقل سے کام لے کر کوئی قدم اٹھانا ہوگا۔"

شیر خان خاموش بیٹھا ان لوگوں کی باتیں سن رہا تھا..... جب مرزا صاحب اپنی بات ختم کی تو اس نے مرزا صاحب سے کہا۔

"میرا لدھیانے واپس جانا بہت ضروری ہے..... وہاں میرا سارا کاروبار ہے... مجھے کسی طرح یہاں سے نکال دیجئے..... آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔"

احمد علی نے مرزا صاحب سے کہا۔

"شکیل بھائی ٹھیک کہہ رہا ہے..... اس نے ہمارے ساتھ نیکی کی ہے ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے ساتھ یہ بھی کسی مصیبت میں پھنس جائے۔"

مرزا صاحب کہنے لگے۔

"تم بھی ٹھیک کہتے ہو۔"

اس کے بعد انہوں نے شیر خان کی طرف دیکھا اور بولے۔

"عزیز من! آج کا دن یہاں گزار لو..... رات کو تمہارے لدھیانے پہنچانے کوئی نہ کوئی بندوبست کر دیں گے، لیکن تمہیں اپنا حلیہ بدل کر یہاں سے نکلنا ہوگا کیونکہ دوسرے غنڈے نے جس کا نام منگل داس ہے تمہیں دیکھا ہوا ہے اور وہ جانتا ہے کہ تم نے ہی بہاری کو قتل کیا تھا۔"

شیر خان کے لئے بظاہر یہ کوئی اتنا سنگین مسئلہ نہیں تھا، لیکن یہ واردات اس کے حق میں خطرناک ثابت ہو سکتی تھی، چنانچہ اس نے مرزا صاحب کی تجویز کو قبول کرتے ہوئے کہا۔

"آپ جس طرح کہتے ہیں میں ویسے ہی کروں گا، لیکن میں چاہتا ہوں کہ انبالے سے میں کسی لاری یا ٹرین میں سوار نہ ہوں، کیونکہ یہاں ان جگہوں پر پولیس ضرور موجود ہوگی۔"

مرزا صاحب بولے۔

"یہ میں بھی جانتا ہوں..... تم فکر نہ کرو..... تمہیں بڑی حفاظت کے ساتھ انبالے سے نکال دیا جائے گا۔"

دن کا باقی کا حصہ شیر خان نے اسی مکان میں گزارا..... جب رات ہو گئی تو مرزا صاحب نے شیر خان سے کہا۔

"شکیل میاں! ہمارے آدمیوں نے ہمیں جو خبر دی ہے اس کے مطابق اس کالونی کے باہر بھی پولیس اور سی آئی ڈی موجود ہے۔"

احمد علی بھی وہاں موجود تھا، وہ کہنے لگا۔

"میرا خیال ہے شکیل کو سادھو بن کر یہاں سے نکلنا چاہئے..... دوسرا کوئی بھی حلیہ مناسب نہیں رہے گا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" مرزا صاحب نے کہا۔

شیر خان بولا۔

"لیکن سادھوؤں والا لباس اور وگ وغیرہ کہاں سے آئے گی؟"

احمد علی نے جواب دیا۔

"اس کی تم فکر نہ کرو..... سب انتظام ہو جائے گا۔"

مرزا صاحب نے اسی وقت ایک خاص آدمی کو دوڑا دیا..... وہ ایک گھنٹے کے بعد ایک گٹھڑی بغل میں دبائے واپس آ گیا..... اس گٹھڑی میں سادھوؤں والا زرد لمبا چولا، ترشول، سر پر لگانے کے لئے لمبے بالوں کی وگ اور ماتھے پر لگانے والا تلک کی ڈبی سب کچھ موجود تھا۔

آدھی رات شروع ہوتے ہی شیر خان نے اپنا بھیس تبدیل کر لیا..... زرد رنگ کا لمبا چولا پہن لیا..... سر پر وگ لگا لی..... ماتھے پر تلک لگا لیا..... گلے میں منکوں کی مالا ڈال لی اور پورا سادھو بن گیا..... مرزا صاحب اور احمد علی اسے دیکھ رہے تھے..... احمد

علی نے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ اس حلیے میں تمہیں کوئی نہیں پہچان سکے گا۔"

مرزا صاحب بولے۔

"شکیل میاں! تمہاری پتلون قمیض اور بوٹ وغیرہ ایک الگ گٹھڑی میں تمہارے ساتھ جو آدمی جائے گا اس کے پاس موجود ہوں گے محفوظ مقام پر پہنچنے کے بعد تم سادھوؤں والے کپڑے اتار کر اپنے کپڑے پہن لو گے۔"

اتنے میں وہاں ایک اور آدمی آ گیا..... دبلا پتلا سا تھا..... اس نے کھدر کا کرتہ پاجامہ پہنا ہوا تھا اور سر پر پرانی گاندھی کیپ تھی..... مرزا صاحب نے شیر خان سے کہا۔

"یہ آدمی تمہارے ساتھ جائے گا۔"

پھر انہوں نے آنے والے آدمی سے پوچھا۔

"شاہ جی باہر کی کیا صورت حال ہے؟"

وہ کھدر پوش آدمی بولا۔

"مرزا جی! صورت حال یہ ہے کہ لدھیانہ جالندھر کی طرف جی ٹی روڈ پر پولیس جگہ جگہ چیکنگ کر رہی ہے..... ریلوے سٹیشن پر بھی پولیس کے علاوہ سی آئی ڈی کے آدمی پھیلے ہوئے ہیں۔"

احمد علی بھی کمرے میں آ گیا تھا..... اس نے نووارد سے پوچھا۔

"شاہ جی! تمہارے خیال میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

اس آدمی نے کہا۔

"میری رائے میں شکیل بھائی کو ان حالات میں لدھیانے کا رُخ نہیں کرنا چاہئے۔"

"پھر کیا کرنا چاہئے؟" مرزا صاحب نے پوچھا۔

شاہ جی بولے۔

"میرے خیال میں انہیں یہاں سے میرٹھ یا دلی کی طرف نکل جانا چاہئے اور

وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز لدھیانہ جائیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔"

احمد علی نے کہا۔

"لیکن میرٹھ یا دلی جانے کے لئے بھی ان کا ریلوے سٹیشن پر جانا ضروری ہے اور وہاں پولیس موجود ہے۔"

شاہ جی کہنے لگے۔

"اس کا حل میں نے یہ سوچا ہے کہ میں اس وقت رات کے اندھیرے میں انہیں اپنے گاؤں لے جاؤں گا..... وہاں یہ رات رہیں گے..... دوسرے دن میں انہیں یکے میں بٹھا کر انبالے سے آگے دلی کی طرف کرت گڑھ کے سٹیشن پر لے جاؤں گا..... وہاں دلی جانے والی پسنجر ٹرین کھڑی ہوتی ہے..... شکیل بھائی کو میں اسی میں بٹھا دوں گا..... آگے ان کی مرضی ہے چاہے میرٹھ اتر جائیں یا سیدھا دلی چلے جائیں۔"

مرزا صاحب نے شیر خان کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"شکیل میاں! میرے خیال میں یہ تجویز بڑی معقول ہے اور ان حالات میں اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں ہے..... میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ تم میرٹھ اترنے کی بجائے سیدھا دلی کی طرف نکل جاؤ..... وہ بڑا شہر ہے..... وہاں سے تمہیں لدھیانے کی فلائٹ بھی آسانی سے مل جائے گی، کیا خیال ہے؟"

شیر خان کسی نہ کسی طرح وہاں سے نکلنا چاہتا تھا، کہنے لگا۔

"ٹھیک ہے..... میں ایسے ہی کروں گا۔"

احمد علی نے کہا۔

"پیسوں کی تم فکر نہ کرنا۔"

پھر اس نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر شیر خان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اس حقیر سی رقم کو قبول کرو..... ہم تمہاری بہت خدمت کرنا چاہتے تھے مگر تم نے ہمیں موقع ہی نہیں دیا۔"

شیر خان نے کہا۔

"میرے پاس پیسے ہیں..... آپ تکلیف نہ کریں۔"

احمد علی بولا۔

"شکیل بھائی! اگر تم نے اس چھوٹی سی رقم کو قبول نہ کیا تو میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا..... مجھے اپنا بڑا بھائی سمجھ کر یہ لفافہ اپنے پاس رکھ لو۔"

شیر خان پیسے نہیں لینا چاہتا تھا مگر ان لوگوں نے زبردستی اس کے لمبے سادھوؤں والے کرتے کی جیب میں لفافہ ڈال دیا، جو آدمی وہاں آیا تھا اور جس کو سب لوگ شاہ جی کہہ کر بلاتے تھے، اس نے کہا۔

"میرا خیال ہے اب شکیل بھائی کو میرے ساتھ نکل چلنا چاہئے..... یہ وقت فرار ہونے کے لئے بڑا مناسب ہے۔"

احمد علی شیر خان کو گلے لگ کر ملا..... رجب علی بھی دوسرے کمرے سے آ گیا..... اس نے بھی شیر خان کو گلے لگا لیا اور کہنے لگا۔

"بھائی جان! آپ کا شکریہ ادا کرنے کے واسطے ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں۔"

شیر خان نے کہا۔

"ایسی بات نہ کہیں..... میں نے کچھ نہیں کہا..... ایک مسلمان ہونے کے ناطے اپنا دینی فرض انجام دیا ہے..... انشاء اللہ پھر ملاقات ہو گی۔"

شیر خان نے سب سے ہاتھ ملایا..... خدا حافظ کہا اور شاہ جی کے ساتھ سادھوؤں والے حلئے میں ترشول ہاتھ میں پکڑے مرزا صاحب کے مکان سے باہر نکل آیا۔

باہر رات کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

شاہ جی شیر خان کے کپڑوں کی چھوٹی سی گٹھڑی بغل میں دبائے آگے آگے چل رہے تھے شیر خان اس کے پیچھے چل رہا تھا..... انبالے کی اس مضافاتی کالونی سے نکلنے کے بعد اندھیرے میں وہ ایک طرف کھیتوں کے ساتھ ساتھ چلنے لگے..... کھیت کافی دُور تک چلے گئے تھے..... کھیتوں کے آگے میدان سا شروع ہو گیا..... ایک کتا بھونکتا ہوا ایک طرف کو بھاگ گیا..... شیر خان نے شاہ جی سے پوچھا۔

"آپ کا گاؤں یہاں سے کتنی دُور ہو گا؟"

شاہ جی نے کہا۔

"چھ سات کوس کے فاصلے پر ہے..... آپ تھک تو نہیں جائیں گے؟"

اس آدمی کو کیا معلوم کہ شیر خان کس مٹی کا بنا ہوا ہے..... وہ تو اسے پلاسٹک کا کاروبار کرنے والا ایک عام دکاندار ہی سمجھ رہا تھا..... شیر خان نے جواب دیا۔

"میں بالکل نہیں تھکوں گا..... مجھے پیدل چلنے کی بڑی عادت ہے۔"

شاہ جی شیر خان کو رات کے اندھیرے میں ویران و یران علاقوں میں لے جا رہے تھے..... رات ڈھلنا شروع ہو گئی تھی، جب وہ ایک چھوٹے سے گاؤں میں پہنچے..... گاؤں میں کسی جگہ روشنی نہیں ہو رہی تھی..... گاؤں کے باہر ایک طرف چھوٹی سی کوٹھڑی بنی ہوئی تھی..... کوٹھڑی کے باہر درخت کے نیچے ایک گھوڑا بندھا

ہوا تھا..... پاس ہی ایک یکہ اپنے بموں کے دونوں بانس اوپر کو اٹھائے کھڑا تھا..... شاہ جی شیر خان کو اس کوٹھڑی کے پاس لے آئے اور کہنے لگے۔

"ہم دن نکلنے سے پہلے پہلے اس یکے میں بیٹھ کر یہاں سے چل دیں گے..... آپ ایک ڈیڑھ گھنٹہ سو جائیں تو آپ تازہ دم ہو جائیں گے..... میں آپ کو آکر جگا دوں گا۔"

شاہ جی شیر خان کو کوٹھڑی کے باہر چھوڑ کر چلے گئے..... کوٹھڑی کا آدھا دروازہ کھلا تھا شیر خان کوٹھڑی کے اندر چلا گیا..... کوٹھڑی میں اندھیرا تھا..... شیر خان نے اندھیرے میں ٹٹول ٹٹول کر دیکھا..... اندر ایک خالی چارپائی بچھی ہوئی تھی..... وہ اس پر لیٹ گیا، اس نے آنکھیں بند کر لیں اور دل میں خدا کے حضور دعا مانگنے لگا کہ یا اللہ پاک! مجھے خیر خیریت سے کشمیر پہنچا دے تاکہ میں اپنے کشمیری مجاہدین بھائیوں کے شانہ بشانہ بھارتی فوج کے خلاف جہاد میں حصہ لے سکوں۔

اگرچہ شیر خان کافی پیدل چلنے کی وجہ سے تھک گیا تھا مگر اسے نیند نہیں آ رہی تھی..... اس کی وجہ محض یہ تھی کہ ابھی تک وہ خطرے کی حدود سے باہر نہیں نکلا تھا..... چارپائی پر لیٹے لیٹے اس کے ذہن میں ہر قسم کے خیال آ رہے تھے..... رات گزرتی جا رہی تھی..... کمانڈو چاقو اس نے احمد علی اور رجب علی کے گھر پر ہی چھوڑ دیا تھا..... انہوں نے شیر خان کو جو لفافہ دیا تھا شیر خان نے اسے بھی کھول کر نہیں دیکھا تھا کہ اس میں کتنی رقم ہے۔

گھنٹہ سوا گھنٹہ گزر گیا..... اسے باہر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی..... وہ اٹھ کر بیٹھ گیا..... پھر جلدی سے کوٹھڑی کے دروازے کو ذرا سا کھول کر باہر دیکھا..... تاروں کی دُھندلی روشنی میں اسے کوئی آدمی آتا نظر آیا، مگر یہ آدمی شاہ جی ہی تھے..... اس نے کوٹھڑی میں آکر شیر خان کو آواز دی۔

"شکیل بھائی! جاگ رہے ہو؟"

شیر خان اس دوران چارپائی پر جا کر بیٹھ گیا تھا..... کہنے لگا۔

"جاگ رہا ہوں شاہ جی! کب چلنا ہے؟"

شاہ جی نے کہا۔

"یکہ جوتنے لگا ہوں..... اس کے بعد چل پڑیں گے۔"

یکے کے آگے گھوڑے کو جوتنے میں آدھا گھنٹہ لگ گیا..... شیر خان کوٹھڑی کے باہر آکر بیٹھ گیا تھا..... جب یکہ تیار ہو گیا تو دونوں اس میں سوار ہوئے اور یکہ کھیتوں میں ایک طرف چل پڑا ان کی منزل انبالے سے آگے میرٹھ کی جانب کرت گڑھ نام کا کوئی ریلوے سٹیشن تھا..... کچے راستے پر آکر یکے کی رفتار شاہ جی نے تیز کر دی..... پو پھٹ رہی تھی جب دُور سے کرت گڑھ سٹیشن کے سگنل کی سرخ روشنی نظر آنے لگی، شاہ جی نے کہا۔

"گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد امرتسر سے دلی جانے والی پسنجر ٹرین یہاں آکر ٹھہرتی ہے..... تم دلی ہی چلے جاؤ تو بہتر ہو گا۔"

شیر خان نے کہا۔

"میں بھی دلی جانے کی سوچ رہا ہوں۔"

یکہ کرت گڑھ سٹیشن کے باہر ایک طرف رُک گیا..... شاہ جی کہنے لگے۔

"میں ٹکٹ لے کر ابھی آتا ہوں۔"

شیر خان نے کہا۔

"مجھ سے پیسے لیتے جائیں۔"

شاہ جی بولے۔

"میرے پاس ہیں۔"

اگرچہ بھارت میں ریل میں سفر کرتے ہوئے سادھو سنیاسی لوگ ٹکٹ نہیں خریدتے اور انہیں بلا ٹکٹ سفر کرنے کی اجازت ہوتی ہے..... اس کے باوجود شیر خان ٹکٹ خرید کر سفر کرنا چاہتا تھا..... وہ خواہ مخواہ کی مشکل میں نہیں پھنسنا چاہتا تھا..... شاہ

جی ٹکٹ لے کر آ گئے..... اسے شیر خان کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"خدا حافظ بھائی..... اپنا خیال رکھنا..... یہ دلی تک کا ٹکٹ ہے۔"

شاہ جی نے شیر خان سے ہاتھ ملایا..... خدا حافظ کہا اور یکے کو لے کر واپس چل پڑے..... شیر خان سٹیشن کے پلیٹ فارم پر آ کر ایک بنچ پر بیٹھ گیا..... معمولی سا دیہاتی سٹیشن تھا..... رات کے سناٹے میں پلیٹ فارم دُور تک خالی پڑا تھا..... شیر خان کو ایسے لگا جیسے اس سٹیشن پر کبھی کوئی گاڑی نہیں آئی، لیکن آخر ریلوے سٹیشن تھا اور شاہ جی کے علاوہ مرزا صاحب نے بھی کہا تھا کہ دلی جانے والی پسنجر ٹرین یہاں آ کر تھوڑی دیر ٹھہرتی ہے۔

پلیٹ فارم پر بیٹھے بیٹھے اچانک شیر خان کو خیال آ گیا کہ شاہ جی اپنے ساتھ اس کے جو کپڑے گٹھڑی میں باندھ کر ساتھ چلے تھے وہ انہیں دینے یاد نہیں رہے..... شیر خان کو بھی اس افراتفری میں اپنے کپڑوں کا خیال نہیں آیا تھا، مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا..... اسے سادھوؤں کے بھیس میں ہی اب دلی تک سفر کرنا تھا..... آسمان پر صبح کی سپیدی نمودار ہونا شروع ہو گئی کہ دُور سے ریل گاڑی کی سیٹی کی آواز سنائی دی..... اس دوران پلیٹ فارم پر کوئی دوسرا مسافر بھی نہیں آیا تھا..... صرف شیر خان ہی ایک مسافر تھا..... سیٹی کی آواز کے ساتھ ہی کسی جانب سے ایک آدمی نمودار ہو گیا..... اس کے ہاتھ میں سرخ سبز روشنی والی لالٹین تھی۔

کچھ دیر کے بعد ایک پسنجر ٹرین آ کر پلیٹ فارم پر ٹھہر گئی۔

ٹرین مسافروں سے بھری ہوئی تھی..... اکثر مسافر سو رہے تھے..... شیر خان ایک ڈبے میں داخل ہو کر ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا..... ٹرین بمشکل ایک منٹ کے لئے رکی اور چل پڑی دن نکل آیا تھا جب ٹرین میرٹھ پہنچی..... شیر خان سادھو کے بھیس میں اپنے ڈبے میں ہی بیٹھا رہا..... میرٹھ کے سٹیشن پر کافی رش تھا..... ریلوے پولیس کے دو چار سپاہی بھی نظر آ رہے تھے..... ایک طرف ملٹری پولیس کے دو جوان بھی

اسے دکھائی دیئے..... ٹرین کافی دیر رُکی رہی..... ڈبے میں اور مسافر داخل ہو گئے..... ڈبہ مسافروں سے بھر گیا..... ٹرین خدا خدا کر کے چلی تو شیر خان نے اطمینان کا سانس لیا..... اب آگے بڑا سٹیشن دلی ہی تھا ٹرین ہر چھوٹے سٹیشن پر رُک رہی تھی..... دن کے بارہ بج چکے تھے جب شیر خان دلی پہنچا۔

سٹیشن سے وہ جلدی سے باہر آ گیا..... اس نے سٹیشن کے باہر آتے ہی ایک خالی رکشا لیا اور ڈرائیور سے ایک خاص علاقے میں جانے کے لئے کہا..... اس خاص علاقے کا ہم یہاں نام نہیں بتائیں گے..... وہاں ان کی تنظیم کا ایک خاص آدمی رہتا تھا..... وہ آدمی اسے گھر پر ہی مل گیا..... شیر خان نے وہاں پہنچتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ سادھوؤں والا لباس اتار کر منہ ہاتھ دھویا اور پتلون بش شرٹ پہن لی..... اس کی تنظیم کے آدمی کا اصلی نام بھی ہم بعض مصلحتوں کی وجہ سے نہیں لکھیں گے..... آپ اس کا نام خالد رکھ لیں۔

دونوں مجاہدوں نے کھانا کھایا..... اس کے بعد شیر خان کہنے لگا۔

"یہ بتاؤ کہ کشمیر پہنچنے کیلئے سب سے محفوظ ذریعہ ان حالات میں کیا ہو سکتا ہے۔"

خالد کہنے لگا۔

"شیر خان! سب سے محفوظ ذریعہ تو ہوائی جہاز ہی ہو سکتا ہے..... ٹرین کا سفر ایک تو لمبا ہے..... دوسرے راستے میں جگہ جگہ چیکنگ کا خطرہ ہے..... میرا مشورہ تو یہی ہے کہ تم یہاں سے سرینگر کی فلائٹ میں فسٹ کلاس کی ٹکٹ لے کر سوار ہو جاؤ..... فسٹ کلاس میں تم زیادہ محفوظ ہو گے۔"

شیر خان کو یہ تجویز بڑی مناسب محسوس ہوئی..... دلی سے سرینگر تک کی فلائٹ میں سیٹ بک کرانے کے لئے اسے ایک ہفتہ انتظار کرنا پڑا..... اس دوران وہ اپنے مجاہد ساتھی خالد کے مکان پر ہی رہا..... ایک ہفتے کے بعد اسے دلی سے سرینگر کی فلائٹ میں سیٹ مل گئی۔ یہ فسٹ کلاس کی سیٹ تھی۔

شیر خان بغیر کسی پریشانی کے سرینگر پہنچ گیا..... یہاں سے وہ اپنے ساتھی مجاہدوں کے ٹھکانے پر آ گیا..... کمانڈو ارسلان سے بڑی دیر بعد ملاقات ہوئی تھی..... دونوں پرانے کمانڈو دوست بڑی گرم جوشی سے ملے..... ایک دوسرے کے حالات پوچھے اور نمکین چائے کی پیالیاں لے کر ایک جگہ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

شیر خان نے پوچھا۔

"میں کافی دنوں تک کشمیر کے محاذ سے دور رہا ہوں، لیکن اخباروں میں مجھے اپنے مجاہدین کی سرگرمیوں کا کچھ نہ کچھ حال احوال معلوم ہو جاتا تھا۔"

کمانڈو ارسلان نے چائے کا گھونٹ بھرنے کے بعد کہا۔

"شیر خان! تم بڑے صحیح وقت پر آئے ہو، ہمیں اس وقت تمہاری سخت ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔"

شیر خان نے پوچھا۔

"معلوم ہوتا ہے کوئی بڑا اہم مشن ہے۔"

ارسلان نے کہا۔

"ہاں! ایسی ہی بات ہے..... تم چائے ختم کر لو، پھر اطمینان سے بات کریں گے۔"

چائے پینے کے بعد کمانڈو ارسلان شیر خان کو ایک چھوٹی سی لکڑی کی دیواروں والی کوٹھڑی میں لے آیا جہاں ایک چارپائی کے علاوہ دو تین کرسیاں اور ایک چھوٹی پرانی میز پڑی تھی..... ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا..... کھڑکی میں سے دن کی روشنی اندر آ رہی تھی..... کھڑکی میں سے جنگل کے درخت بھی دکھائی دے رہے تھے..... یہ مجاہدین کا خفیہ ٹھکانہ ایک پہاڑی جنگل میں واقع تھا..... کمانڈو ارسلان نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہمیں اطلاع ملی ہے کہ پیر پنجال کے فوجی کیمپ میں اسلحہ اور گولہ بارود کی ایک بہت بڑی کھیپ پہنچا دی گئی ہے جس کے ساتھ بھارت کی مہاراشٹر رائفلز کے تین

کرنل اور دو بریگیڈیئر بھی کیمپ میں آ گئے ہیں..... اسلحہ کی اس بھاری کھیپ میں آگ لگانے والے خطرناک راکٹ بھی بھاری مقدار میں ہیں جو ظاہر ہے کشمیری مسلمانوں کے مکانوں کو آگ لگا کر تباہ کرنے کے لئے استعمال کئے جائیں گے..... ہم نے اس کیمپ کو اُڑانے کا منصوبہ تیار کیا ہے۔"

شیر خان نے کہا۔

"میں نے پیر پنجال کا بھارتی فوجی کیمپ دیکھا ہوا ہے..... وہ کافی بلندی پر ہے اور اس کے اِرد گرد ایسی کوئی پہاڑی نہیں ہے جہاں سے ہم کیمپ پر راکٹ فائر کر سکیں۔"

کمانڈو ارسلان کہنے لگا۔

"ہم نے اس بات کے پیش نظر ہی ایک دوسرا منصوبہ تیار کیا ہے..... اس کے لئے ہمیں کسی پہاڑی ٹیلے کی پوزیشن سے کیمپ پر راکٹ فائر کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

شیر خان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیا کہیں سے کوئی ہیلی کاپٹر ہاتھ لگ گیا ہے جس پر بیٹھ کر کیمپ پر راکٹ فائر کئے جائیں گے؟"

کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"اس مشن میں ہمیں کسی ہیلی کاپٹر کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"تو پھر ٹارگٹ پر اٹیک کیسے ہو گا؟" شیر خان نے پوچھا۔

ارسلان کہنے لگا۔

"یہ سر بکف مشن ہو گا..... ہمارا ایک مجاہد انتہائی دھماکہ خیز مواد ٹرک میں بھر کر بھارتی مشین گنوں کی بوچھاڑوں میں کیمپ میں داخل ہو گا اور اسلحہ اور گولہ بارود کے سٹور کی دیوار سے جا کر ٹکرا جائے گا..... اس کے بعد وہاں جو کچھ ہو گا تم بخوبی اس کا اندازہ لگا سکتے ہو..... ہمارا سر بکف مجاہد شہید ہو جائے گا لیکن اس کی شہادت دشمن کو

ناقابل تلافی نقصان پہنچائے گی۔"

شیر خان اچھی طرح سے جانتا تھا کہ ایسی شہادت کا رتبہ حاصل کرنے کے لئے یہ مجاہد بلکہ ہر کلمہ گو مسلمان ہر لمحے تیار رہتا ہے اور وہ اسے اپنی زندگی اور آخرت کی بیش بہا سعادت سمجھتا ہے، چنانچہ اس بارے میں ارسلان سے مزید کوئی بحث نہ کی..... صرف اتنا پوچھا۔

"انتہائی دھماکہ خیز مواد سے بھرا ہوا ٹرک فوجی کیمپ کے اندر جانا آسان کام نہیں ہے..... اس کے لئے ہمیں بڑی احتیاط اور سمجھ داری سے کام لینا پڑے گا۔"

کمانڈو ارسلان کہنے لگا۔

"ہم نے بہت سوچ سمجھ کر ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد یہ منصوبہ تیار کیا ہے..... ہم نے اس جگہ کا بھی تعین کر لیا ہے جہاں سے ہم بارودی ٹرک حاصل کریں گے اور پھر ہمارا مجاہد اسے خود ڈرائیو کر کے کیمپ کے اندر لے جا کر ایمونیشن ڈپو کی دیوار سے ٹکرا دے گا۔"

شیر خان نے پوچھا۔

"یہ مشن کب شروع کرنے کا ارادہ ہے؟"

ارسلان نے کہا۔

"پیر پنجال کی پہاڑیوں پر برف باری کا انتظار ہے..... یہ مشن برف باری میں شروع کیا جائے گا۔"

کمانڈو ارسلان نے اس مشن کے لئے مجاہدوں کا انتخاب کر لیا ہوا تھا..... یہ ارسلان اور شیر خان کو ملا کر کل چھ مجاہدوں کی پارٹی تھی..... اسلحہ وغیرہ کا بھی پورا انتظام ہو چکا تھا، چنانچہ اس سے اگلے ہی روز یہ پارٹی پیر پنجال کی پہاڑیوں کی جانب روانہ ہو گئی..... یہ لوگ دیہاتی لباس میں تھے اور خچروں پر سفر کر رہے تھے..... یہ لوگ رات کے وقت اپنے خفیہ ٹھکانے سے چلے تھے..... وہ رات اور اس سے اگلا دن پہاڑی

جنگلوں میں سفر کرتے گزر گیا..... دوسرے دن رات کے وقت پارٹی پیر پنجال کی پہاڑیوں میں پہنچ گئی۔

ایک خاص پہاڑی پہلے سے چن لی گئی تھی جہاں ایک چھوٹا سا غار بھی تھا اور بیس فٹ نیچے پہاڑی سڑک گزرتی تھی جو فوجی کیمپ کو جاتی تھی..... اس سڑک پر سے اکثر فوجی ٹرک آتے جاتے رہتے تھے..... چھ کے چھ مجاہد پہاڑی غار میں آ کر چھپ گئے..... ان میں وہ مجاہد بھی تھا جس نے ٹرک گولہ بارود کے ذخیرے سے ٹکرا کر شہید ہونا تھا..... اس کا نام غلام حسین تھا..... وہ خوبصورت کشمیری جوان تھا..... شرعی داڑھی تھی..... پابند صوم و صلوٰۃ تھا..... شہید ہونے کے خیال سے اس کے چہرے پر ہر وقت ایک نور سا برستا رہتا تھا۔

ارسلان دُوربین لے کر ٹیلے کے غار کے دہانے پر ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا..... موسم سرد تھا..... برف نہیں گر رہی تھی، مگر آسمان پر ہلکے ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے..... ارسلان نے دُوربین شیر خان کو دیتے ہوئے کہا۔

"نیچے دیکھو..... نیچے وہ پکی سڑک ہے جو بھارتی فوج نے کانوائیوں کی نقل و حرکت کے لئے خاص طور پر چوڑی اور پختہ کی ہوئی ہے۔"

شیر خان دُوربین لگائے نیچے پہاڑی سڑک کو غور سے دیکھ رہا تھا..... اتنے میں سڑک پر سے ایک جیپ اور پھر ایک فوجی ٹرک بھی گزر گیا..... کمانڈو شیر خان نے دُوربین آنکھوں کے آگے سے ہٹاتے ہوئے ارسلان سے پوچھا۔

"ظاہر ہے اس مشن کے لئے ہمیں بھارتی فوجی ٹرک استعمال کرنا ہوگا..... یہ ٹرک ہم کہاں سے لائیں گے؟"

ارسلان کہنے لگا۔

"یہ ٹرک میں اور تم..... یعنی ہم دونوں اغوا کر کے لائیں گے۔"

"یہ فوجی ٹرک ہم کہاں سے اغوا کریں گے؟"

شیر خان کے اس سوال پر ارسلان نے کہا۔

"اسی سڑک پر سے اغوا کریں گے..... باقی تمہیں بہت جلد سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

شیر خان نے ایک اور سوال کیا۔

"دھماکہ خیز مواد کہاں رکھا ہوا ہے؟"

ارسلان نے کہا۔

"اسی غار میں رکھا ہے..... یہ کام ہم نے تین روز پہلے ہی کر دیا تھا..... میرے ساتھ آؤ..... میں تمہیں دکھاتا ہوں۔"

کمانڈو ارسلان اور شیر خان پہاڑی غار کے اندر چلے گئے..... غار میں کافی آگے جا کر ایک کشادہ دالان سا تھا جس کی دیوار کے ساتھ میزوں پر جدید ترین دھماکہ خیز مواد رکھا تھا جس کو اغوا کئے جانے والے ٹرک میں رکھنا تھا اور اس ٹرک نے کیمپ کے اندر ایمونیشن ڈپو سے ٹکرا کر وہاں تباہی مچانی تھی..... وہاں سے بھارت کا فوجی کیمپ ایک پہاڑی کے دامن میں دکھائی دے رہا تھا..... کمانڈو ارسلان نے شیر خان کو دھماکہ خیز مواد دکھایا..... یہ بارود کی شکل میں نہیں تھا بلکہ کیمیکلز کی شکل میں تھا..... شیر خان نے ڈبے میں سے شیشے کی لمبی لمبی نلکیاں بڑی احتیاط سے نکال کر ان کا جائزہ لیا۔

ارسلان نے کہا۔

"یہ دھماکہ خیز کیمیکلز فرانس کی وزارت دفاع کی دریافت ہے..... اسے ہم یہاں ایک بھارتی فوجی کیمپ میں ٹرائی کر چکے ہیں..... توقع سے زیادہ کامیاب نتیجہ برآمد ہوا تھا۔"

شیر خان نے نلکیاں ڈبے میں احتیاط سے رکھتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھ گیا ہوں۔"

اور وہ دونوں غار سے نکل کر اس کے دہانے پر پہاڑی دیوار کی آڑ میں بیٹھ گئے.....

شیر خان دُوربین لگا کر دوسری پہاڑی کے دامن میں بھارتی فوجی کیمپ کو غور سے دیکھنے لگا..... اس کیمپ سے وہ واقف تھا اور یہاں ایک مشن میں وہ بیس بھارتی فوجی ہلاک کر چکا تھا..... بھارتی فوجی کیمپ کے گیٹ پر دو فوجی پہرہ دے رہے تھے..... کافی بڑا کیمپ تھا..... تین جانب فوجی بیرکیں تھیں۔

کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"کیمپ کے گیٹ سے دائیں جانب تمہیں کچھ فاصلے پر ایک دیوار نظر آ رہی ہو گی..... یہ ایمونیشن ڈمپ کی دیوار ہے..... ٹرک اسی دیوار سے جا کر ٹکرائے گا..... دیوار کے قریب ہی جو بیرک ہے اس بیرک میں فوجی دفاتر ہیں جہاں مہاراشٹر رائفلز کے کرنل اور بریگیڈیئر بیٹھتے ہیں اور ساتھ والی بیرک میں فوجی ہر وقت موجود ہوتے ہیں..... ٹرک کے دھماکے سے ایمونیشن کے ذخیرے میں دھماکہ ہو گا اور سب سے پہلے مہاراشٹر رائفلز کے فوجی افسر اور بیرکوں میں موجود بھارتی سپاہی اُڑ جائیں گے..... اس کے بعد جو تباہی مچے گی اس کا ہم شاید اندازہ نہیں لگا سکتے۔"

اسی رات کے بارہ بجے کے بعد پیر پنجال کی پہاڑیوں پر برف گرنا شروع ہو گئی..... مجاہدوں کو اسی کا انتظار تھا..... کمانڈو ارسلان نے مجاہدوں کو الرٹ کر دیا اور اسلحہ چیک کرنے کا حکم دیا..... اس نے شیر خان سے کہا۔

"یہ بڑا اچھا شگون ہے کہ برف باری آدھی رات کے بعد شروع ہوئی ہے..... ہم منہ اندھیرے اپنے مشن کا آغاز کریں گے..... اس وقت تک جو برف گر چکی ہو گی وہ نرم ہو گی اور ہمیں اپنی نقل و حرکت میں آسانی رہے گی۔"

شیر خان نے پوچھا۔

"ہماری پوزیشنیں کہاں ہوں گی؟"

ارسلان نے نیچے سڑک کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"ہم سڑک پر پیچھے کی طرف کم سے کم ایک فرلانگ کے فاصلے پر ہوں گے.....

منہ اندھیرے ایک بھارتی فوجی ٹرک تازہ سبزیاں اور دودھ وغیرہ لے کر آتا ہے..... ہم اس ٹرک کو اغوا کریں گے۔"

جب مجاہدوں نے اپنا اپنا اسلحہ چیک کر لیا تو کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"کیمیکلز کے کریٹ اٹھاؤ اور نیچے چلو۔"

چاروں مجاہدوں نے غار میں رکھے ہوئے انتہائی دھماکہ خیز کیمیکلز کے چاروں کریٹ اپنے کندھوں پر رکھے اور گرتی برف میں غار میں سے نکل کر پہاڑی کی ڈھلان اترنے لگے..... انہیں وہ جگہ دکھادی گئی تھی جہاں جا کر انہوں نے یہ سامان رکھنا تھا۔ ان کے جانے کے بعد کمانڈو ارسلان اور شیر خان بھی پہاڑی پر سے نیچے اترنے لگا۔

برف گر رہی تھی، چونکہ برف ابھی تازہ اور نرم تھی اس لئے انہیں ڈھلان پر اترتے وقت کسی قسم کی دقت نہیں ہو رہی تھی..... برف رات بھر یا دن بھر گرنے کے بعد جب رُک جاتی ہے اور سرد ہوا چلتی ہے تو پھر گری ہوئی برف جم کر سخت ہو جاتی ہے اور اس پر چلنا بڑا دشوار ہوتا ہے..... پاؤں ہر قدم پر پھسل جاتا ہے..... رات اندھیری تھی..... راستہ انہیں معلوم تھا..... وہ ٹیلے کی عقب کی جانب سے ڈھلان اتر رہے تھے..... نیچے آنے کے بعد وہ بل کھاتی پہاڑی سڑک کے ساتھ ساتھ پیچھے کی طرف چلنے لگے۔

وہ سڑک سے اتر کر درختوں اور جھاڑیوں کی اوٹ میں ہو کر چل رہے تھے..... مجاہد ان سے آگے نکل چکے تھے..... پیچھے شیر خان اور ارسلان چل رہے تھے..... دونوں کے پاس سٹین گنیں تھیں..... انہوں نے ہڈ کیپ والی گرم جیکٹیں پہن رکھی تھیں جو گرتی برف میں برف کے ساتھ ہی کیمو فلاج ہو رہی تھیں اور دُور سے انہیں دیکھا نہیں جا سکتا تھا..... اتنے میں پیچھے سے کسی فوجی ٹرک کی آواز آئی..... ارسلان اور شیر خان وہیں بیٹھ گئے اور پہاڑی سڑک کو غور سے دیکھنے لگے، جہاں سڑک پیچھے جا کر ایک ٹیلے کی طرف مڑ جاتی تھی وہاں کچھ دیر کے بعد ٹرک کی ہیڈ لائٹس کی روشنی

نمودار ہوئی۔

پھر ایک فوجی ٹرک پوری آواز سے آہستہ آہستہ چلتا سڑک پر آ گیا..... یہاں چڑھائی تھی..... ٹرک کی رفتار ہلکی تھی..... جب ٹرک ان کے سامنے اوپر سڑک پر سے گزر گیا تو دونوں ارسلان اور شیر خان اُٹھ کھڑے ہوئے۔

شیر خان نے کہا۔

"صبح کے وقت کوئی فوجی کانوائے نہ آ جائے، اس کا مسئلہ بن جائے گا۔"

ارسلان نے جھاڑیوں میں چلتے ہوئے کہا۔

"اگر کانوائے آ بھی گیا تو دیکھا جائے گا..... جیسی صورت حال بنے گی ویسے ہی کریں گے۔"

چلتے چلتے آخر وہ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں سڑک ایک ٹیلے کے پہلو کی طرف مڑ جاتی تھی..... یہی جگہ پہلے سے رجسٹر کی ہوئی تھی..... چاروں مجاہد وہاں پہنچ چکے تھے اور اپنی اپنی پوزیشن میں تھے..... ارسلان اور شیر خان نے دھماکہ خیز کیمیکلز کے چاروں کریٹ چیک کئے، انہیں بڑی احتیاط کے ساتھ ایک جانب رکھ دیا گیا تھا..... یہ کیمیکلز اس قدر حساس تھے کہ ذرا سی ٹھوکر لگنے سے پھٹ سکتے تھے۔

چاروں مجاہد سڑک کے نیچے جھاڑیوں کے پیچھے قریب قریب ہی چھپے ہوئے تھے..... شیر خان اور ارسلان مجاہد غلام حسین کے پاس آ کر بیٹھ گئے..... شیر خان نے غلام حسین سے کہا۔

"غلام حسین! تم خوش نصیب ہو کہ تمہیں زندگی میں ہی اپنی شہادت کی بشارت مل گئی ہے۔"

غلام حسین نے اپنی جیکٹ کی ہڈ کیپ کے اندر سر کے ساتھ کفن کے طور پر سفید رومال لپیٹ رکھا تھا جس پر پاک کھریا مٹی سے کلمہ شریف لکھا ہوا تھا..... غلام حسین کے چہرے پر نور برس رہا تھا..... اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سر! میں اپنی خوش بختی پر جس قدر بھی ناز کروں کم ہے کہ میں تھوڑی دیر بعد شہید ہو جاؤں گا اور اپنی جان اسلام اور جہاد کشمیر کے لئے قربان کر دوں گا۔"

ارسلان نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بڑی سربلندی کی بات ہے..... اللہ تعالیٰ ہم سب کو شہادت کا درجہ عطاء فرمائے۔"

"آمین!" کمانڈو شیر خان نے آہستہ سے کہا۔

اب انہیں اس بھارتی فوجی ٹرک کا انتظار تھا جسے منہ اندھیرے وہاں سے گزرنا تھا..... برف گر رہی تھی..... یہ لوگ دو درختوں کے نیچے چھپ کر بیٹھے تھے..... وہ دھیمی آواز میں کبھی کبھی کوئی بات کر لیتے تھے..... تھوڑی تھوڑی دیر بعد ارسلان اور شیر خان اپنی اپنی گھڑیوں پر بھی نگاہ ڈال لیتے تھے۔

انتظار کی گھڑیاں طویل ہوتی محسوس ہو رہی تھیں، مگر یہ مجاہد اس قسم کے انتظار کے عادی تھے..... رات گزرتی چلی جا رہی تھی..... ایک بار ارسلان نے گھڑی پر وقت دیکھا تو مجاہدوں سے کہا۔

"ہوشیار ہو جاؤ..... کریٹ سڑک کے کنارے نیچے لے جاؤ۔"

"اسی وقت مجاہدوں نے دھماکہ خیز کیمیکلز کے چاروں کریٹ بڑی احتیاط سے اپنے اپنے کندھوں پر اٹھائے اور قدم قدم سنبھل سنبھل کر چل کر سڑک پر ایک جگہ آکر انہیں سڑک کی ڈھلان پر جھاڑیوں میں چھپا کر رکھ دیا..... اس کے ساتھ ہی وہ سٹین گنیں لے کر وہیں پوزیشن لے کر بیٹھ گئے۔

مجاہد غلام حسین ارسلان کے قریب آکر بیٹھ گیا تھا..... کمانڈو شیر خان بھی وہیں بیٹھا تھا..... ان سب کی نظریں سڑک پر اس جگہ لگی ہوئی تھیں جہاں سڑک ٹیلے کی اوٹ میں مڑ جاتی تھی..... کمانڈو ارسلان نے شیر خان سے دھیمی آواز میں کہا۔

"میرا خیال ہے بھارتی ٹرک کے نمودار ہونے میں چند منٹ ہی رہ گئے ہیں.....

اس کے آنے کا وقت ہو گیا ہے۔"

شیر خان نے پوچھا۔

"ٹرک میں کتنے فوجی ہوتے ہیں؟"

ارسلان نے کہا۔

"ہم نے پوری چھان بین کی ہوئی ہے، اس ٹرک میں صرف دو بھارتی فوجی ہوتے ہیں جو اگلی سیٹوں پر بیٹھے ہوتے ہیں۔"

اس دوران ارسلان نے اپنے دو مجاہدوں کو اشارہ کیا..... دونوں مجاہد اسی وقت اپنی پوزیشنوں سے نکل کر سڑک پر آگئے..... وہ اپنے ساتھ درخت کے ایک بہت بڑے ٹہن کو گھسیٹ کر لائے تھے..... یہ ٹہن انہوں نے پہلے ہی سے درخت پر سے کاٹ کر وہاں چھپایا ہوا تھا..... درخت کا ٹہن انہوں نے سڑک کے درمیان ڈال دیا..... سڑک زیادہ چوڑی نہیں تھی..... درخت کے ٹہن نے سڑک بلاک کر دی..... اس کے بعد دونوں مجاہد دوڑ کر اپنی اپنی پوزیشن میں چلے گئے۔

کمانڈو ارسلان نے شیر خان کو سمجھا دیا تھا کہ انہیں کیا کرنا ہے..... یہ وقت، یہ لمحے بڑے ہیجان خیز تھے..... سب مجاہدوں کی نظریں بل کھاتی سڑک کے موڑ پر لگی ہوئی تھیں جو گرتی برف میں سفید ہو گئی ہوئی تھی..... ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی..... برف اب ہلکی ہو گئی تھی..... شیر خان نے آہستہ سے کہا۔

"خدا کرے کہ ٹرک آجائے۔"

کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"ٹرک ضرور آئے گا..... وہ روزانہ سپلائی لے کر آتا ہے۔"

پھر اس نے گھڑی پر نگاہ ڈالی اور کہا۔

"اس کے آنے کا وقت ہو گیا ہے۔"

دوسرے ہی لمحے دُور پیچھے پہاڑیوں میں گھوں گھوں کی آواز اُبھری، ارسلان

نے کہا۔

"شیر خان! ٹرک آرہا ہے۔"

جہاں مجاہد گھات لگائے بیٹھے تھے وہاں تک سڑک کی چڑھائی تھی جس کی وجہ سے فوجی ٹرک پورا زور لگا کر گھوں گھوں کی آواز نکالتا آہستہ آہستہ چلا آرہا تھا، جس وقت ٹرک کسی ٹیلے کی اوٹ میں چلا جاتا تو اس کے انجن کی آواز مدہم پڑ جاتی..... ٹیلے کی اوٹ سے نکلتا تو آواز پھر صاف سنائی دینے لگتی..... آہستہ آہستہ یہ آواز قریب ہوتی جارہی تھی..... پھر آواز زیادہ قریب سے سنائی دینے لگی..... کمانڈو ارسلان نے شیر خان سے کہا۔

"الرٹ شیر خان! ٹرک کسی بھی وقت نمودار ہو سکتا ہے۔"

اور پھر بل کھاتی سڑک جہاں پہاڑی کا موڑ گھومتی تھی وہاں ٹرک کی روشنی نمودار ہوئی..... مجاہدوں کی گرفت اپنی اپنی سٹین گنوں پر مضبوط ہو گئی..... انہیں اپنے دل کی دھڑکنوں کی آواز سنائی دینے لگی..... سڑک کے موڑ پر ٹرک کی ہیڈ لائٹس کی روشنی زیادہ تیز ہو گئی..... ٹرک کے انجن کی آواز بھی زیادہ شور کے ساتھ سنائی دینے لگی..... اس کے بعد ایک ٹرک موڑ مڑ کر سڑک پر آگیا۔

ٹرک آہستہ آہستہ آرہا تھا..... اس کی روشنیوں میں گرتی برف صاف نظر آنے لگی تھی..... مجاہدوں کی عقابی نگاہیں سڑک پر مرکوز ہو چکی تھیں..... جیسے ہی ٹرک اس جگہ آیا جہاں سڑک پر درخت کے کٹے ہوئے ٹہن نے سڑک بلاک کر رکھی تھی تو ٹرک کو بریک لگی اور وہ رُک گیا..... اس کا انجن چل رہا تھا..... کسی فوجی کی آواز سنائی دی..... دوسرے لمحے ایک فوجی اگلی سیٹ کی کھڑکی کھول کر باہر کودا..... اس کے کندھے سے رائفل لٹک رہی تھی..... اس کے ساتھ ہی دوسرا فوجی بھی ٹرک میں سے نکل کر سڑک پر آگیا..... وہ درخت کے موٹے ٹہن کو پکڑ کر ایک طرف گھسیٹنے لگے تاکہ سڑک صاف ہو جائے..... ارسلان اور شیر خان کو اسی لمحے کا انتظار تھا..... انہوں

نے دونوں فوجیوں کو اپنے نشانے میں لے لیا ہوا تھا۔

جیسے ہی بھارتی فوجی درخت کے ٹہن کو گھسیٹنے لگے..... ارسلان اور کمانڈو شیر خان کی سٹین گنوں سے ایک ایک برسٹ فائر ہوا اور دونوں بھارتی فوجی وہیں اُلٹ کر ڈھیر ہو گئے..... اس کے ساتھ ہی ارسلان اور شیر خان اور مجاہد غلام حسین گھات میں سے نکل کر سڑک پر آگئے..... غلام حسین اور شیر خان دوڑ کر ٹرک کے پیچھے کی طرف گئے..... ان کی سٹین گنوں کا رُخ ٹرک کے پچھلے حصے کی جانب تھا..... کمانڈو ارسلان نے دونوں گرے ہوئے بھارتی فوجیوں کو پاؤں کی ٹھوکر سے ہلایا..... دونوں مر چکے تھے۔

اسی دوران سڑک کے نیچے سے دو مجاہد دوڑ کر اوپر آگئے اور انہوں نے درخت کے ٹہن کو گھسیٹ کر سڑک کی دوسری طرف ڈال دیا..... ٹرک میں اور کوئی فوجی نہیں تھا..... مرے ہوئے بھارتی سپاہیوں کی لاشیں بھی سڑک کی دوسری طرف پھینک دی گئیں..... ارسلان نے مجاہدوں سے کہا۔

"کریٹ لاؤ..... جلدی۔"

فوجی ٹرک کی بتیاں گل کر دی گئی تھیں..... غلام حسین جلدی سے ٹرک کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا..... مجاہد ایک ایک کریٹ کو اٹھا کر لے آئے..... شیر خان ارسلان اور دوسرے مجاہدوں نے منصوبے کے مطابق دھماکہ خیز کیمیکلز کے چاروں کریٹ مجاہد غلام حسین کے پاؤں کے قریب رکھ دیئے..... یہ ایسی خطرناک جگہ تھی کہ جہاں ذرا سی ٹھوکر لگنے سے چاروں کریٹ ایٹم بم کی طرح پھٹ کر تباہی مچا سکتے تھے..... ان کا اسی جگہ رکھنا ضروری تھا۔

چاروں مجاہدوں نے باری باری غلام حسین کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر عقیدت سے چوما اور کلمہ پاک کا ورد کرتے پیچھے ہٹ گئے..... کمانڈو شیر خان اور ارسلان نے باری باری مجاہد غلام حسین کے ماتھے کو چوم کر کلمہ پاک پڑھا..... کمانڈو

ارسلان نے کہا۔

"میرے شیر! جاؤ..... جنت کے دروازے تمہارے لئے کھول دیئے گئے ہیں۔"

مجاہد غلام حسین نے بسم اللہ پڑھ کر انجن سٹارٹ کیا..... بتیاں روشن کیں اور ٹرک ہلکی ہلکی گرتی برف باری میں سڑک پر آگے کی طرف چل پڑا۔

جیسے ہی ٹرک آگے بڑھا..... ارسلان اور شیر خان مجاہدوں کو ساتھ لے کر سڑک سے نیچے اترے اور تیز تیز قدموں سے اپنے سامنے والے ٹیلے کی چڑھائی چڑھنی شروع کر دی..... وہ ٹیلے کے اوپر جا کر کھڑے ہو گئے..... آسمان پر چھائے ہوئے بادلوں میں سحر کا ہلکا ہلکا اُجالا جھلکنا شروع ہو گیا تھا..... مدہم سرمئی رنگ کی دُھند سی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی..... برف باری رُک گئی تھی..... مجاہدوں کی نظریں سامنے والی پہاڑی کی ڈھلان پر جمی ہوئی تھیں، جہاں نیچے دامن میں بھارتی فوجی کیمپ تھا..... کیمپ ڈھلان کی اوٹ میں تھا۔

انہیں نیچے پہاڑی سڑک نظر نہیں آ رہی تھی مگر اس فوجی ٹرک کی گھوں گھوں کی آواز برابر آ رہی تھی جسے مجاہد غلام حسین چلا رہا تھا اور جسے کچھ ہی دیر بعد فوجی کیمپ میں جا کر بھیانک تباہی مچانی تھی..... مجاہدوں کے کان ٹرک کی آواز پر لگے ہوئے تھے..... انہیں یہی ڈر تھا کہ کہیں ٹرک راستے میں خراب نہ ہو جائے۔

لیکن ٹرک سحر کے دُور ہوتے اندھیرے میں برف سے ڈھکی ہوئی پہاڑی سڑک پر بھارتی فوجی کیمپ کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا..... سڑک کی ڈھلان شروع ہو گئی تھی اور ٹرک کی رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی..... مجاہد غلام حسین نے دونوں ہاتھوں سے فوجی ٹرک کا تھرکتا ہوا سٹیرنگ مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا..... فوجی کیمپ قریب ہوتا جا رہا تھا..... مجاہد غلام حسین کی شہادت کی مبارک گھڑی قریب آتی جا رہی تھی..... اس کے دل میں اللہ کا خیال تھا اور لب پر درود و سلام تھا..... سڑک نے ایک پہاڑی کا چکر کاٹا تو سامنے بھارتی فوجی کیمپ کی روشنیاں نظر آنے لگیں۔

مجاہد غلام حسین نے ٹرک کی رفتار اور تیز کر دی..... کیمپ کے گیٹ پر کھڑے فوجی گارڈز نے ٹرک کو دُور سے دیکھا تو سمجھ گئے کہ سپلائی لانے والا ٹرک آ گیا ہے..... انہوں نے گیٹ کھول دیا..... ٹرک اتنی تیزی سے گیٹ میں سے گزرا کہ دونوں فوجی حیران ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے..... وہ یہی سمجھے کہ ٹرک کے بریک فیل ہو گئے ہیں۔

ٹرک کو غلام حسین نے گولہ بارود کے ذخیرے والی دیوار کی طرف تیزی سے موڑ دیا..... دوسرے لمحے ایک دھماکہ ہوا اس کے ساتھ ہی دوسرا دھماکہ ہوا اور پھر فوجی کیمپ میں قیامت بپا ہو گئی..... ہر طرف آگ ہی آگ تھی..... دھماکے ہی دھماکے تھے..... چیخ و پکار تھی..... بارود کا دھواں ہی دھواں تھا..... بیرکوں کے پرخچے اُڑ گئے تھے..... ان کے ساتھ کیمپ میں مقیم تمام بھارتی فوجیوں کے بھی پرخچے اُڑ گئے تھے۔

جب دُور پیچھے پہاڑی ٹیلے پر موجود کمانڈو ارسلان، شیر خان اور دوسرے تین مجاہدوں نے دھماکوں کی دہشت ناک آوازوں کے ساتھ پہاڑیوں میں سے آگ کے شعلے اور دھوئیں کے بادل بلند ہوتے دیکھا تو ان سب نے ایک ساتھ ہاتھ اوپر اٹھا کر شہید غلام حسین کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ پڑھی اور چہروں پر ہاتھ پھیر دیا..... کمانڈو ارسلان نے بھی اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ پھیر کر کہا۔

"چلو شیرو! مجاہد غلام حسین کی شہادت نے ہمیں بھی سرخرو کر دیا۔"

یہ لوگ صبح ہونے سے پہلے پہلے اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئے۔

ان کا مشن کامیاب ہو چکا تھا..... اس اہم بھارتی فوجی کیمپ کی تباہی بھارتی حکومت کے لئے ایک بہت بڑا صدمہ اور شکست تھی..... اس خفت کو مٹانے کے واسطے جیسا کہ بھارتی فوج مقبوضہ کشمیر میں کیا کرتی ہے، جگہ جگہ نہتے کشمیریوں پر ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیا گیا..... بے گناہ کشمیری نوجوانوں اور بوڑھوں اور بچوں کی پکڑ دھکڑ شروع ہو گئی..... خواتین کو ہراساں کیا جانے لگا..... کمانڈو ارسلان زخمی شیر کی طرح

بپھر گیا..... اس نے شیر خان سے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔"

وہ شیر خان کو کوٹھڑی میں لے گیا..... چارپائی پر بیٹھتے ہی بولا۔

"یہ سب کچھ بریگیڈیئر جگ موہن کے اشارے پر ہو رہا ہے..... وہ اپنی شکست کا بدلہ بے گناہ کشمیری نوجوانوں اور خواتین کا بے دریغ خون بہا کر لینا چاہتا ہے..... میں ایسا نہیں ہونے دوں گا..... میں اس درندے سے کشمیریوں کے خون کے ایک ایک قطرے کا بدلہ لوں گا۔"

شیر خان نے ارسلان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

اس وقت شیر خان کی آنکھوں میں بھی خون اترا ہوا تھا..... انہیں جو رپورٹ ملی تھی اس کے مطابق دوپہر تک بریگیڈیئر جگ موہن کے حکم سے گیارہ کشمیری جوانوں کو گرفتار کرنے کے بعد جنگل میں لے جا کر شہید کیا جا چکا تھا۔

جس علاقے میں مجاہدین کا خفیہ ٹھکانہ تھا بریگیڈیئر جگ موہن کا ہیڈ کوارٹر بھی اسی علاقے میں تھا..... کمانڈو ارسلان اور کمانڈو شیر خان اس علاقے کے چپے چپے سے واقف تھے..... شیر خان نے ارسلان سے کہا۔

"تم نے کیا سوچا ہے؟"

"ارسلان نے شیر خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"

"میں بہت کچھ سوچ رہا ہوں۔"

شیر خان نے کہا۔

"ہم کل دن نکلنے سے پہلے اس شیطان کو جہنم میں پہنچا دیں گے..... میں خود اسے قتل کروں گا۔"

کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"میں کچھ اور سوچ رہا ہوں..... اس جلاد کو ہم ایک ہی بار قتل کر سکتے ہیں اور وہ ایک ہی بار قتل ہونے سے مر جائے گا..... میں چاہتا ہوں کہ میں اسے بار بار قتل کروں..... وہ ہر ہر لمحے موت کی اذیت کے مرحلے سے گزرے..... اسے ایک ہی بار قتل کر دینا اس کے لئے کوئی سزا نہیں ہو گی۔"

شیر خان نے پوچھا۔

"تم کیا سوچ رہے ہو؟"

کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"میں بریگیڈیئر جگ موہن کو اغوا کرنا چاہتا ہوں۔"

شیر خان ارسلان کے چہرے کی طرف تکنے لگا۔

"وہ کس لئے؟" اس نے پوچھا۔

کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"یہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔"

شیر خان کہنے لگا۔

"خواہ مخواہ اس مشکل میں کیوں پڑتے ہو؟ ہم اسے ویسے ہی ختم کر دیتے ہیں۔"

کمانڈو ارسلان بولا۔

"میں جانتا ہوں ہم ایسا کر سکتے ہیں، مگر میں ایسا نہیں کرنا چاہتا..... میں اسے ایک ہی بار نہیں مارنا چاہتا..... جب سے یہ جلاد وادی میں آیا ہے اس نے سینکڑوں کشمیریوں کا خون کیا ہے..... میں جو کرنا چاہتا ہوں..... مجھے کرنے دو..... تم مجھے صرف یہ بتاؤ کہ اس مشن میں تم میرا ساتھ دو گے یا نہیں؟"

شیر خان نے کہا۔

"یہ تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گا..... میں جہاد کشمیر کے ہر مشن میں تمہارے ساتھ ہوں اور جب تک زندہ ہوں ساتھ رہوں گا۔"

ارسلان نے مسکرا کر شیر خان کی طرف دیکھا اور بولا۔

"دوست! میں جانتا ہوں تم ایسا ہی کرو گے۔"

"یہ بتاؤ کہ تمہارا پلان کیا ہے؟ بریگیڈیئر جگ موہن کو ہلاک کرنا آسان ہے لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں اسے اغوا کرنے میں بہت سی مشکلات پیش ہو سکتی ہیں..... وہ کیمپ کمانڈر بھی ہے..... بروقت مسلح سکیورٹی گارڈ کی گاڑیاں اس کے آگے پیچھے ہوتی ہیں..... وہ اکیلا کہیں باہر نہیں نکلتا۔"

ارسلان کہنے لگا۔

"مجھے معلوم ہے۔"

"پھر تمہارے دماغ میں منصوبہ کیا ہے؟" شیر خان نے پوچھا۔

ارسلان بولا۔

"میرے ذہن میں جو منصوبہ ہے اس کے مطابق ہمیں بریگیڈیئر جگ موہن کو اغوا کرنے کے لئے کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔"

کمانڈو شیر خان نے ہنس کر کہا۔

"تو کیا وہ خود بخود ہاتھ باندھ کر ہمارے پاس آجائے گا؟"

ارسلان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے بالکل درست کہا شیر خان..... وہ خود بخود ہی ہمارے پاس ہاتھ باندھ کر آجائے گا۔"

شیر خان کہنے لگا۔

"میں کچھ سمجھا نہیں..... تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

کمانڈو ارسلان نے شیر خان کے کندھے کو دباتے ہوئے کہا۔

"اپنا کان میرے قریب لاؤ۔"

شیر خان نے کان ارسلان کے قریب کر دیا..... ارسلان نے اس کے کان میں کوئی

بات کی جس پر شیر خان نے کسی قدر تعجب کے ساتھ ارسلان کی طرف دیکھا اور بولا۔

"اچھی سکیم ہے۔"

ارسلان نے کہا۔

"اس سلسلے میں میں پوری رپورٹ حاصل کر لوں گا کہ بریگیڈیئر جگ موہن کی اکلوتی بیٹی کانونٹ کے سکول میں کس وقت جاتی ہے..... کس وقت واپس آتی ہے اور سکول میں وہ کب تک رہتی ہے..... اس کی تم فکر نہ کرو۔"

شیر خان نے پوچھا۔

"مجھے یقین ہے کہ وہ بریگیڈیئر کی بیٹی ہے اور یہاں کے حالات کے پیش نظر اس کے ساتھ سکول جاتے اور سکول سے واپس آتے وقت سکیورٹی گارڈ ضرور ہوتے ہوں گے۔"

"ضرور ہوتے ہوں گے۔" ارسلان نے جواب دیا..... "اس کے باوجود ہمیں اپنے منصوبے کو کامیاب بنانا ہوگا، کیونکہ اس پہلی کامیابی کے بغیر ہمارا مشن کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

کمانڈو ارسلان نے بریگیڈیئر جگ موہن کی اکلوتی جوان بیٹی کی سکول کی اور دوسری سوشل مصروفیات کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کے لئے ایک سراغ رساں مجاہد کی ڈیوٹی لگائی..... اس نے دو دن کے بعد آکر رپورٹ دے دی..... اس کی رپورٹ کے مطابق بریگیڈیئر جگ موہن کی اکلوتی بیٹی کا نام سونالی تھا..... وہ صبح پونے نو بجے کانونٹ جاتی تھی اور سوا بارہ بجے تک کانونٹ میں رہتی تھی..... سکیورٹی فورس کے مسلح بھارتی فوجیوں کی گاڑی اسے کانونٹ لے جاتی تھی اور کانونٹ سے واپس لاتی تھی..... اس کے علاوہ اس لڑکی کی کوئی سوشل مصروفیات نہیں تھیں..... وہ زیادہ وقت اپنے بنگلے پر ہی گزارتی تھی..... وہیں اس کی سہیلیاں آجاتی تھیں جن کے ساتھ وہ ٹینس وغیرہ کھیلتی تھی..... جب یہ تفصیل ارسلان نے کمانڈو شیر خان کو بیان

کی تو اس نے کہا۔

"تم نے جو تفصیل بیان کی ہے سونالی کی مصروفیات کی ان سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ہمیں کچھ اور سوچنا پڑے گا..... کوئی دوسرا ذریعہ تلاش کرنا ہوگا۔"

ارسلان نے کہا۔

"بریگیڈیئر کی بیٹی سونالی کی ایک مصروفیات کے بارے میں میں نے تمہیں نہیں بتایا۔"

"وہ بھی بتادو۔" شیر خان نے کہا۔

کمانڈو ارسلان بولا۔

"سونالی ہر منگل وار کی شام کو مندر میں پوجا کرنے جاتی ہے..... یہ مندر ان کے بنگلے سے جنوب کی جانب واقع ہے..... یہ کوئی باقاعدہ مندر نہیں ہے..... ایک ویشنو بھگت ہندو ٹھیکیدار نے اپنے بنگلے کے ایک کمرے میں ویشنو بھگوان کی مورتی رکھ کر اسے مندر میں بدل دیا ہوا ہے..... ہر منگل کی منگل فوجی اور غیر فوجی افسروں کی عورتیں وہاں شام کے وقت پوجا پاٹھ کرنے آتی ہیں..... بریگیڈیئر جگ موہن کی بیٹی سونالی وہیں پوجا کرنے جاتی ہے..... ہم وہیں سے اسے اٹھانے کی کوشش کریں گے اور یہ کوشش نہیں ہوگی بلکہ ہمیں اسے ہر حالت میں اٹھا کر لے جانا ہوگا۔"

شیر خان بولا۔

"اس کے لئے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ جب وہ مندر میں آتی ہے تو اس کے ساتھ سیکورٹی فورس کا کیا انتظام ہوتا ہے..... وہ کس راستے سے آتی ہے..... ٹھیکیدار کی کوٹھی کے مندر میں کتنی دیر تک رہتی ہے..... اس کوٹھی کا محل وقوع کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔"

کمانڈو ارسلان کہنے لگا۔

"اس کے لئے خود ہمیں موقع پر جا کر سراغ رسانی کرنی ہوگی اور ہم بھیس بدل کر جائیں گے۔"

ایک دن چھوڑ کر منگل کا دن آتا تھا..... ٹھیکیدار کی کوٹھی ارسلان نے دیکھی ہوئی تھی..... دوپہر کے بعد کمانڈو شیر خان اور کمانڈو ارسلان نے کشمیری لکڑہاروں کا حلیہ بدلا..... ایک ایک چھوٹی کلہاڑی اپنے پاس رکھ لی..... لمبے گرم چولے یعنی فرن پہن لئے..... پاؤں میں مونجھ کی جوتیاں پہن لیں اور درختوں سے کاٹی ہوئی شاخوں کا بندھا ہوا ایک ایک چھوٹا گٹھا اپنے پاس رکھ لیا..... انہوں نے اپنے سراغ رسانی کے مشن کے بارے میں دوسرے مجاہدوں کو خبردار کر دیا تھا..... یہ نہیں بتایا تھا کہ سراغ رسانی کا یہ مشن کس مقصد کے لئے اختیار کیا جا رہا ہے۔"

سورج غروب ہونے سے کافی پہلے جب سونالی کے مندر جانے کا وقت ہو گیا تو دونوں کمانڈو مجاہد لمبے پرانے بوسیدہ سے کوٹ اوپر پہن کر خاموشی سے اپنے ٹارگٹ کی طرف چل پڑے..... ارسلان شیر خان کو گائیڈ کر رہا تھا..... پہاڑی ٹیلے کی ڈھلان پر جگہ جگہ برف جمی ہوئی تھی..... درختوں کے اوپر کی شاخیں بھی سفید برف میں چھپی ہوئی تھیں..... سرد ہوا چل رہی تھی..... دونوں مجاہد کمانڈوز نے شاخوں کے بندھے ہوئے چھوٹے چھوٹے گٹھے کلہاڑیوں میں پھنسا کر کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے..... جنگل کا یہ علاقہ سنسان تھا..... وہ ایک شارٹ کٹ راستے سے ہو کر جا رہے تھے، چنانچہ دس پندرہ منٹ کے بعد ہی وہ پہاڑی جنگل کے علاقے سے نکل کر ایک چھوٹی سڑک پر آ گئے۔

ارسلان نے شیر خان سے کہا۔

"یہی سڑک ٹھیکیدار کے بنگلے کی طرف جاتی ہے جہاں بریگیڈیئر جگ موہن کی بیٹی سونالی پوجا کے لئے ہر منگل کی شام کو آتی ہے..... آج بھی منگل وار ہے..... وہ سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی وہاں آ جاتی ہے۔"

"میرا خیال ہے اس کے ساتھ اس کی ماتا وغیرہ تو ضرور ہوتی ہوگی۔" شیر خان نے کہا۔

ارسلان بولا۔

"اس بارے میں مجھے کوئی حتمی رپورٹ نہیں ملی ہے..... ہو سکتا ہے اس کی کوئی سہیلی ساتھ ہو یا اس کی ماتا بھی ہو سکتی ہے، لیکن سیکورٹی کارڈ اس کے ساتھ ضرور ہوتے ہیں۔"

شیر خان نے کہا۔

"ابھی ٹارگٹ پر پہنچ کر معلوم ہو جائے گا کہ سونالی کے ساتھ کون کون ہوتا ہے۔"

وہ سڑک کے کنارے کنارے چلے جا رہے تھے..... کہیں کہیں برف گھاس پر ابھی تک جمی ہوئی باقی تھی..... سڑک پر برف کہیں نہیں تھی..... وہاں کمیٹی کے ٹرک نے نمک ڈال دیا تھا جس نے برف کو پانی بنا کر پگھلا دیا ہوا تھا..... سڑک پر کوئی آمدورفت نہیں تھی..... کسی کسی وقت کوئی گاڑی گزر جاتی تھی یا کوئی مزدور قسم کا کشمیری سامنے سے آتا اور ان کے قریب سے گزر جاتا تھا..... مزدور کو دیکھ کر ارسلان اور شیر خان کشمیری میں باتیں شروع کر دیتے تھے..... جب وہ برہمن ٹھیکیدار کی مندر والی کوٹھی کے قریب پہنچے تو کمانڈو ارسلان نے دُور سے شیر خان کو کوٹھی دکھائی اور کہا۔

"یہ ہے وہ کوٹھی جہاں بریگیڈیئر جگ موہن کی بیٹی منگل کی منگل پوجا کرنے آتی ہے۔"

یہ کشادہ لان والی بڑی سی کوٹھی تھی جس کی چار دیواری پر درختوں نے سایہ ڈال رکھا تھا..... گیٹ پر لوہے کا جنگلا چڑھا ہوا تھا، جہاں ایک ڈوگرہ چوکیدار گن لئے پہرہ دے رہا تھا..... ارسلان اور شیر خان دیہاتی لکڑہاروں کے بھیس میں تھے..... وہ سڑک کے کنارے درختوں کے نیچے جھک کر گری پڑی درختوں کی ٹہنیاں ایک جگہ اکٹھی کرنے لگے..... مندر والی کوٹھی کے دائیں بائیں بھی کوٹھیاں تھیں..... شیر خان اور ارسلان زمین پر گری پڑی شاخیں اٹھانے کے بہانے کوٹھی کے عقب میں آ گئے..... یہاں انہوں نے دیکھا کہ کوئی کوٹھی نہیں تھی..... ایک ڈھلان تھی۔

ڈھلان جہاں ختم ہوتی تھی وہاں درخت اور جھاڑیاں تھیں..... کمانڈو ارسلان کہنے لگا۔

"میرا خیال ہے ہمیں کوٹھی کے گیٹ کے سامنے چلے جانا چاہئے..... سونالی کے آنے کا وقت ہو رہا ہے۔"

دونوں کمانڈو کوٹھی کے سامنے والے درختوں میں آ کر لکڑیاں اکٹھی کرنے لگے..... پھر ان لکڑیوں کو چھوٹی کلہاڑیوں سے آہستہ آہستہ کاٹنے لگے، لیکن ان کی نگاہیں برابر کوٹھی اور کوٹھی کی طرف آتی سڑک کا جائزہ لے رہی تھیں..... سونالی کسی بھی وقت آ سکتی تھی..... کوٹھی کے اندر سے گھنٹیوں کی اور بھجن کیرتن کی ہلکی ہلکی آواز آ رہی تھی۔

کچھ گاڑیاں پہلے سے کوٹھی کے احاطے میں کھڑی تھیں..... ایک سیاہ رنگ کی کار سڑک پر آتی نظر آئی تو ارسلان نے شیر خان کو سرگوشی کی۔

"میرا خیال ہے بریگیڈیئر جگ موہن کی بیٹی اسی کار میں ہے۔"

کوٹھی کا گیٹ بند تھا..... چوکیدار اندر سے جھانک کر عورتوں آدمیوں کو پہچان کر گیٹ کھولتا تھا..... اس دوران کمانڈو شیر خان اور ارسلان لکڑیاں چنتے سڑک کے کنارے پر آ گئے تھے تاکہ کار میں بیٹھی بریگیڈیئر کی بیٹی کو دیکھ سکیں..... کار کوٹھی کے پاس آ کر رُک گئی..... شیر خان اور ارسلان نے بڑے غور سے دیکھا..... پچھلی سیٹ پر ایک نوجوان لڑکی گلابی رنگ کی ساڑھی میں ملبوس ہاتھ میں پوجا کی تھالی لئے بیٹھی تھی..... اس کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر کی بھاری بدن کی عورت بیٹھی تھی..... چوکیدار کار کے پاس آیا..... اس نے ایک نظر جھانک کر کار میں دیکھا اور پھر دوڑ کر کوٹھی کا گیٹ کھول دیا..... اس نے بریگیڈیئر جگ موہن کی بیٹی سونالی اور اس کی ماتا جی کو پہچان لیا تھا..... کار کوٹھی میں داخل ہو گئی۔

شیر خان اور ارسلان لکڑیاں اکٹھی کرنے کوٹھی کے عقب کی جانب آ گئے.....

ارسلان نے کہا۔

"یہی لڑکی سونالی تھی..... ڈوگرہ چوکیدار نے بھاگ کا گیٹ کھول دیا تھا..... اس کا مطلب ہے کہ اس نے بریگیڈیئر کی بیٹی کو پہچان لیا تھا۔"

شیر خان نے کہا۔

"ہمارے پاس بریگیڈیئر کی بیٹی کا فوٹو ضرور ہونا چاہئے تھا، تاکہ کوئی شک شبہ نہ رہے۔"

ارسلان بولا۔

"اس کا مجھے خیال نہیں آیا..... میں کل کسی ذریعے سے اس کی فوٹو حاصل کرنے کی کوشش کروں گا..... چلو اب واپس چلتے ہیں۔"

دونوں جس راستے سے آئے تھے اسی راستے سے چلتے ہوئے اپنے ٹھکانے پر واپس آگئے..... ارسلان نے اسی وقت اپنے ایک خاص آدمی مجاہد دستگیر کو بلوایا اور اسے کہا۔

"دستگیر! ہمیں بریگیڈیئر جگ موہن کی بیٹی سونالی کی کوئی فوٹو چاہئے..... کیا تم پیدا کر سکتے ہو؟"

مجاہد دستگیر نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا اور بولا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ کانونٹ سکول میں پڑھتی ہے۔"

"ہاں" ارسلان نے کہا۔ "وہ کانونٹ میں ہی پڑھتی ہے..... سکول کے آفس میں اس کی کوئی نہ کوئی تصویر ضرور ہوگی..... کیا وہاں اپنا کوئی آدمی ہے؟"

دستگیر نے نفی میں سر ہلایا اور کہا۔

"نہیں..... کانونٹ میں اپنا کوئی آدمی نہیں ہے۔"

شیر خان نے کہا۔

"لیکن اس لڑکی سونالی کی فوٹو کی ہمیں اشد ضرورت ہے۔"

دستگیر نے کہا۔

"کیا نام بتایا آپ نے لڑکی کا؟ سونالی۔"

"ہاں..... سونالی۔" ارسلان بولا۔

مجاہد دستگیر کہنے لگا۔

"مجھے کل کا دن دے دیجئے..... میں پوری کوشش کروں گا کہ سونالی کی کوئی تصویر مل جائے۔"

دوسرا دن گزر گیا..... تیسرا دن بھی گزر گیا..... دوسرے دن کی شام کو مجاہد دستگیر نے پاسپورٹ سائز کی ایک رنگین فوٹو لا کر کمانڈو ارسلان کو دی اور بولا۔

"یہ سونالی کا فوٹو ہے..... میں نے کرشنا فوٹو سٹوڈیوز سے حاصل کیا ہے..... وہاں سونالی امتحان کے دنوں میں اپنی تصویر اتروانے گئی تھی..... کرشنا فوٹو سٹوڈیوز میں اپنا ایک آدمی ملازم ہے..... یہ اسی نے لا کر دی ہے۔"

ارسلان نے فوٹو شیر خان کو دکھائی..... شیر خان غور سے تصویر کو دیکھ رہا تھا..... کہنے لگا۔

"یہ وہی لڑکی ہے جو اس روز سیاہ کار میں پوجا کی تھالی لئے بیٹھی تھی۔"

جب اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ سیاہ گاڑی میں ٹھیکیدار کی کوٹھی میں جو لڑکی گئی تھی وہ سونالی ہی تھی تو ارسلان کہنے لگا۔

"اب ہمیں یہ سوچنا ہے کہ لڑکی کو اغوا کیسے کیا جائے؟ یہ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی باڈی گارڈ نہیں ہوتا..... صرف ایک عورت اس کے ساتھ ہوتی ہے جو اس کی والدہ ہی ہو سکتی ہے۔"

شیر خان بولا۔

"میں حیران ہوں کہ یہاں کے مخدوش حالات کو دیکھتے ہوئے بریگیڈیئر جگ موہن نے اپنی بیٹی کے ساتھ باڈی گارڈ رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔"

ارسلان بولا۔

"میرا خیال ہے گارڈ تو اس کے ساتھ ضرور رہتے ہوں گے لیکن اس وقت سونالی پوجا پاٹھ کرنے جا رہی تھی..... اس لئے شاید اس کے بریگیڈیئر باپ نے گارڈز کی ضرورت محسوس نہ کی ہو۔"

شیر خان نے کہا۔

"بہر حال یہ تو معلوم ہو گیا کہ سونالی منگل کی شام کو یہاں آتی ہے..... ہمیں اس منگل کی شام کو سونالی کو ہر حالت میں اغوا کرنا ہو گا..... اس کا باپ جلاد جگ موہن کشمیریوں کے مکانوں کو آگ لگوا رہا ہے اور بے گناہ کشمیریوں کو پکڑ پکڑ کر ان کے خون سے ہولی کھیل رہا ہے۔"

ارسلان کہنے لگا۔

"اگر ہم نے صحیح منصوبہ بندی کی اور پوری احتیاط کے ساتھ قدم اٹھایا تو ہماری کامیابی یقینی ہے، لیکن ہمارے ساتھ دو آدمی ضرور ہونے چاہئیں۔"

"اس کا بندوبست میں نے کر لیا ہے۔" شیر خان بولا۔

مجاہد دستگیر اور حسن علی ہمارے ساتھ جائیں گے..... ان دونوں کے نشانے بڑے پکے ہیں، ہو سکتا ہے وہاں ہمیں فائرنگ بھی کرنی پڑ جائے۔"

کمانڈو ارسلان بولا۔

"یہ تم نے بڑا درست فیصلہ کیا ہے..... میں بھی مجاہد دستگیر اور مجاہد حسن علی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اس مشن پر ان دونوں کو ساتھ لے جانا ضروری ہے۔"

شیر خان نے کہا۔

"اگر ہم سونالی کو اٹھا لانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کو ہمیں اس خفیہ ٹھکانے پر نہیں رکھنا چاہئے۔"

"اس کا بھی میں نے سوچ لیا ہے۔" ارسلان بولا..... "ہم اسے ایک دوسری جگہ پر رکھیں گے..... وہاں پہلے سے ہمارا ایک آدمی موجود ہو گا۔"

شیر خان نے سر کو سوچنے کے انداز میں آہستہ سے ہلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے لگتا ہے کہ سونالی کے ساتھ سکیورٹی گارڈ ضرور ہوتے ہوں گے..... پچھلی منگل کو کوئی وجہ ہو گئی ہو گی کہ وہ نہیں آئے، ہو سکتا ہے اس منگل کی شام کو سکیورٹی گارڈ ساتھ ہوں۔"

"کوئی فکر نہیں" ارسلان نے کہا..... "ہم پورا انتظام کر کے جائیں گے اور سب سے پہلے گھات میں بیٹھ کر سکیورٹی گارڈز کو ختم کریں گے..... اس کے بعد وہاں میدان صاف ہو گا۔"

اگلے منگل تک ارسلان اور کمانڈو شیر خان تیاریوں میں مصروف رہے..... انہوں نے ہر امکان کو سامنے رکھتے ہوئے پورا انتظام کر لیا تھا، چنانچہ منگل کے روز سورج غروب ہونے سے کچھ پہلے وہ اپنے دو مجاہدوں کو ساتھ لے کر ٹارگٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔

چاروں مجاہد دیہاتی لکڑہاروں کے بھیس میں تھے۔

اپنی تیز رفتار جیپ جو چاروں طرف سے بند تھی انہوں نے ٹارگٹ سے تھوڑے فاصلے پر ایک جگہ درختوں کے نیچے کھڑی کردی تھی..... چاروں مجاہد مسلح تھے..... انہوں نے اپنی اپنی سٹین گنیں اپنے لمبے کرتوں کے اندر چھپائی ہوئی تھیں..... ارسلان کی جیب میں ایک چھوٹی سی شیشی اور سفید رومال بھی تھا..... شیشی میں کلوروفارم تھا..... وہ بریگیڈیئر کی بیٹی سونالی کو وہاں سے بے ہوش کر کے لے جانا چاہتے تھے تاکہ وہ شور وغل نہ مچا سکے۔

مجاہد دستگیر اور مجاہد حسن علی کو کمانڈو ارسلان نے مندر والی کوٹھی کے سامنے درختوں کے پیچھے ایک جگہ بٹھادیا..... ان کا کام صرف اتنا تھا کہ اگر کار کے آگے یا پیچھے سکیورٹی والوں کی گاڑی ہو تو وہ اس گاڑی پر اندھا دھند فائرنگ کر کے سکیورٹی گارڈ کو فوراً ہلاک کردیں..... اگر سکیورٹی گارڈ ساتھ نہ ہوں تو وہیں درختوں کی اوٹ میں بیٹھ کر ارسلان اور شیر خان کو کور دیں یعنی ان کو ہنگامی صورت حالات میں فائرنگ کر کے اپنی حفاظت میں رکھیں، کیونکہ وہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے..... کوٹھی کے چوکیدار کے پاس بھی بندوق تھی..... وہ بھی ان پر فائرنگ کر سکتا تھا۔

کمانڈو ارسلان نے دستگیر کو خاص طور پر ہدایت کی تھی کہ جونہی وہ بریگیڈیئر کی بیٹی سونالی کو اغوا کریں وہ فوراً اس جگہ پہنچے جہاں انہوں نے بند جیپ کھڑی کر رکھی

تھی..... شیر خان نے ارسلان سے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ سونالی کے ڈرائیور کے پاس بھی اسلحہ ہو..... ہمیں سب سے پہلے اسے ختم کرنا ہوگا۔"

ارسلان بولا۔

"ڈرائیور کے پاس اسلحہ ہو یا نہ ہو لیکن اسے پہلے ختم کرنا بہت ضروری ہوگا..... آخر وہ ایک فوجی افسر کا ڈرائیور ہے، وہ بھی ریٹائرڈ فوجی ہو سکتا ہے..... وہ ضرور مقابلے پر اتر آئے گا اور مجھے یقین ہے کہ اس کے پاس پستول وغیرہ ضرور ہوگا۔"

پھر اس نے شیر خان سے کہا۔

"میں سونالی اور اس کی ماتا کو سنبھال لوں گا..... تم ڈرائیور کو سنبھالنا..... اس کا انتظار نہ کرنا کہ ڈرائیور پستول نکالتا ہے یا نہیں..... اسے فوراً ختم کر دینا۔

شیر خان نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔"

اس کے بعد چاروں مجاہد اپنی اپنی پوزیشنوں پر چلے گئے..... مجاہد دستگیر اور مجاہد حسن علی مندر والی کوٹھی کے سامنے سڑک کے پار ایک درخت کے نیچے بیٹھے لکڑیاں اکٹھی کر کے ان کا گٹھا بنا رہے تھے، جبکہ کمانڈو شیر خان دیہاتی لکڑہارے کے لباس مین کوٹھی کے گیٹ کے دائیں جانب ایک درخت کے نیچے خشک پتے اکٹھے کر رہا تھا..... کمانڈو ارسلان ذرا آگے اور گیٹ کے قریب کھرپی سے گھاس کاٹنے میں مصروف تھا..... چاروں مجاہد تھوڑی تھوڑی دیر بعد سڑک پر نگاہ ڈال لیتے تھے۔

دو تین گاڑیاں آکر کوٹھی کے اندر چلی گئی تھیں..... ان میں سونالی نہیں تھی..... دوسری عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں..... اتنے میں سڑک پر دُور سے ایک فوجی جیپ آتی دکھائی دی..... ارسلان اور شیر خان اسے دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہ سکیورٹی گارڈز کی جیپ ہے..... دوسری جانب مجاہد دستگیر اور حسن علی نے بھی سکیورٹی گارڈز کو دیکھ لیا

تھا..... اس کے پیچھے پیچھے ایک سیاہ گاڑی آ رہی تھی جس میں بریگیڈیئر کی بیٹی سونالی اور اس کی ماں بیٹھی تھیں..... دستگیر اور حسن علی نے درخت کے پیچھے فوراً پوزیشنیں سنبھال لیں..... اب انہیں صرف ارسلان کے سگنل کا انتظار تھا..... یہ سگنل ارسلان نے سٹین گن کا ہوائی برسٹ فائر کر کے دینا تھا۔

اور یہ اسی صورت میں سگنل دینا تھا کہ جب سکیورٹی گارڈز سونالی کی گاڑی کے ساتھ ہوں گے..... ارسلان نے سکیورٹی گارڈز کے پیچھے دیکھا..... پیچھے سونالی کی گاڑی آ رہی تھی..... شیر خان نے بھی یہ سب کچھ دیکھ لیا تھا اور وہ چوکس ہو گیا تھا..... سکیورٹی کار سب سے پہلے کوٹھی کے گیٹ کے پاس آ کر ایک طرف کھڑی ہو گئی اور اس کے اندر سے تین باڈی گارڈ نکل کر کھڑے ہو گئے..... ان سب کے پاس برین گنیں تھیں..... مشکل یہ پیدا ہو گئی کہ تینوں باڈی گارڈ ایک جگہ ساکت کھڑے نہیں ہوئے تھے بلکہ ان میں سے ایک لپک کر سونالی کی گاڑی کے پاس آ کر ایک طرف کھڑا ہو گیا تھا اور دوسرے دو باڈی گارڈ مسلسل حرکت کر رہے تھے اور اِرد گرد کا جائزہ لے رہے تھے۔

ارسلان کو معلوم تھا کہ ان چلتے پھرتے ٹارگٹوں پر شاید حسن علی اور مجاہد دستگیر اتنی دُور سے صحیح نشانہ نہیں لگا سکیں گے اور ان کا ایک بھی نشانہ خطا گیا تو تینوں باڈی گارڈز ارد گرد اندھا دھند فائرنگ شروع کر دیں گے اور اس دوران ڈرائیور گاڑی میں ہی بریگیڈیئر کی بیٹی کو لے کر وہاں سے نکل جائے گا اور ان کا مشن ناکام ہو جائے گا۔

یہ سب کچھ ایک سیکنڈ میں ارسلان نے سوچ لیا تھا..... جیسے ہی ایک باڈی گارڈ سونالی کی گاڑی کے پاس آ کر رُکا ارسلان نے سٹین گن نکال کر اس پر برسٹ فائر کیا..... باڈی گارڈ الرٹ نہیں تھا..... وہ گر پڑا..... اس دوران شیر خان نے دوسرے باڈی گارڈز پر سٹین گن کی بوچھاڑیں فائر کر کے انہیں بھی گرا دیا..... ڈرائیور نے فوراً انجن سٹارٹ کر دیا اور گاڑی کو پیچھے کر ہی رہا تھا کہ ارسلان نے قریب آ کر اس کی کھوپڑی بھی اُڑا دی۔

ڈوگرہ چوکیدار نے بندوق کا فائر کیا مگر ارسلان بچ گیا..... شیر خان نے ایک برسٹ مار کر ڈوگرہ چوکیدار کو بھی وہیں ڈھیر کر دیا..... مجاہد دستگیر نے سکیورٹی گارڈز کو گرتے دیکھا تو فوراً اس طرف کو بھاگا جہاں ان کی جیپ کھڑی تھی..... کمانڈو شیر خان نے سٹین گن کا رُخ گاڑی کے اندر پچھلی سیٹ کی طرف کر دیا..... پچھلی سیٹ پر سونالی اور اس کی ماں سہمی ہوئی بیٹھی خوف کے مارے کانپ رہی تھیں..... کمانڈو ارسلان نے لپک کر کلوروفارم میں بھیگا ہوا رومال سونالی کے ناک کے ساتھ لگا کر دبا دیا..... شیر خان نے دروازہ کھول دیا..... سونالی نے ذرا سی مزاحمت کی اور پھر بے ہوش ہو گئی۔

سونالی کی ماں کی یہ حالت تھی کہ وہ جیسے ساکت ہو گئی تھی..... اس کا خون دہشت کے مارے خشک ہو چکا تھا..... ارسلان نے سونالی کو گاڑی میں سے کھینچ کر اپنے کاندھے پر ڈالا اور شیر خان سے چلا کر کہا۔

"مجھے کور دو۔"

اسے خطرہ تھا کہ دوسری کوٹھیوں کی طرف سے کوئی فائرنگ نہ شروع کر دے..... کوٹھیوں میں سے کچھ لوگ برآمدوں میں آ کر کھڑے ہو گئے تھے، مگر وہ سارے کے سارے سہمے ہوئے تھے..... شیر خان نے ہوائی فائرنگ شروع کر دی..... اس نے ایک دو برسٹ اِرد گرد کی کوٹھیوں کے اوپر فائر کئے تو لوگ گھبرا کر کوٹھیوں کے اندر بھاگ گئے۔

ارسلان سونالی کو کاندھے پر ڈالے درختوں کی طرف دوڑا..... شیر خان اس کے پیچھے تھا مگر پیٹھ ارسلان کی طرف کئے ہوائی فائرنگ کرتا ایک ایک قدم کر کے الٹے پاؤں پیچھے ہٹ رہا تھا..... جب وہ سڑک پار کر گیا، رُخ بدل کر اس نے بھی ارسلان کے ساتھ بھاگنا شروع کر دیا..... تھوڑی دیر بعد ہی وہ درختوں میں سے نکل کر اس جگہ آ گئے جہاں حسن علی اور دستگیر پہلے سے موجود تھے اور جیپ کے مجاہد ڈرائیور نے انجن سٹارٹ کیا ہوا تھا..... انہوں نے سونالی کو بند جیپ کے اندر ڈالا..... ارسلان، شیر خان

اور دستگیر جیپ کے اندر بیٹھ گئے..... دروازہ زور سے بند کیا اور اس کے ساتھ ہی جیپ ایک دم ایک دھچکے کے ساتھ وہاں سے نکل گئی۔

کمانڈو شیر خان ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا تھا۔

ڈرائیور مجاہد کو معلوم تھا کہ اسے جیپ لے کر کہاں جانا ہے..... یہ خاص خفیہ جگہ جہاں انہیں سونالی کو لے جانا تھا وہاں سے دُور پہاڑیوں میں واقع تھی..... جیپ عام راستے سے ہٹ کر طوفانی رفتار کے ساتھ ٹیکریوں اور جنگلاتی علاقے میں سے گزر رہی تھی..... نیم برف پوش علاقہ تھا..... کہیں برف کے ڈھیر تھے تو کہیں برف پگھل چکی تھی..... شام کا اندھیرا چھا گیا تھا..... جیپ کے اندر کی مدہم بتی روشن کر دی گئی تھی..... سونالی بے ہوش تھی..... کمانڈو ارسلان مجاہد دستگیر اور مجاہد حسن علی وہیں بیٹھے تھے..... ڈرائیور کی سیٹ والی چھوٹی کھڑکی کھول دی گئی تھی جس میں سے تازہ اور ٹھنڈی ہوا اندر آ رہی تھی..... کمانڈو ارسلان نے کھڑکی کے قریب ہو کر ڈرائیور سے کہا۔

"اتنی تیز گاڑی نہ چلاؤ..... راستہ ٹھیک نہیں ہے۔"

ڈرائیور نے جیپ کی رفتار کم کر دی..... وہ واردات کی جگہ سے کافی دُور ویران پہاڑی علاقے میں نکل آئے تھے..... جیپ ایک ٹیلے کی چڑھائی چڑھ کر دوسری طرف اُتر گئی..... یہاں درختوں کے درمیان جیپ آہستہ ہو گئی اور پھر وہ ایک طرف گھوم کر کھڑی ہو گئی۔

سامنے اونچی جگہ تھی..... اندھیرا ہو چکا تھا..... اونچی جگہ پر ایک لالٹین جل رہی تھی..... جیپ کے رُکتے ہی ایک مجاہد اوپر سے اتر کر آ گیا..... کمانڈو ارسلان مجاہدوں کے ساتھ جیپ سے باہر آ گیا تھا..... شیر خان بھی باہر نکل آیا تھا..... جو آدمی اوپر سے اتر کر نیچے آیا تھا ارسلان نے اس سے کہا۔

"لڑکی کو اوپر لے جاؤ۔"

مجاہد حسن علی اور دستگیر بھی اس آدمی کے ساتھ ہو گئے..... انہوں نے جیپ

کے اندر سے بے ہوش لڑکی کو نکالا اور اسے اوپر لے گئے، جہاں لالٹین روشن تھی.....

ارسلان نے جیپ کے ڈرائیور سے کہا۔

"جیپ لے جاؤ۔"

پھر اس نے شیر خان سے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ ہمارا مشن کامیاب رہا۔"

شیر خان نے اوپر لالٹین کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اوپر اور کون کون ہے؟"

ارسلان بولا۔

"صرف ایک مجاہد ہے..... وہ ہر وقت یہیں رہتا ہے..... اوپر آ جاؤ۔"

چبوترے کے اوپر پیچھے ہٹ کر لکڑی کا ایک مکان تھا..... مکان کے اندر بھی لالٹین کی روشنی ہو رہی تھی..... لکڑی کے فرش والے ایک بوسیدہ سے کمرے میں سونالی چارپائی پر پڑی تھی..... اسے کچھ کچھ ہوش آ رہا تھا..... شیر خان اور ارسلان اس کی چارپائی کے سامنے لکڑی کے سٹولوں پر بیٹھ گئے..... مجاہد دستگیر اور حسن علی دروازے کے پاس سٹین گنیں تھامے کھڑے تھے۔

ارسلان نے سونالی کو ہوش میں آتے دیکھا تو حسن علی سے کہا۔

"حسن! تم دروازہ بند کر کے دوسری طرف کھڑے ہو جاؤ اور اسد جو سے کہو پانی کا گلاس اور چائے دے جائے۔"

کمانڈو شیر خان کہنے لگا۔

"میرا خیال ہے ہمیں سونالی کو اپنے چہرے نہیں دکھانے چاہئیں..... ہمیں چہروں کو چھپا لینا چاہئے۔"

ارسلان بولا۔

"شیر بھائی! اب کس کس سے اور کہاں تک چہرے چھپائیں گے..... کشمیر میں تو

بھارت کی سات ڈویژن فوج موجود ہے۔"

"تم بھی ٹھیک کہتے ہو۔" شیر خان نے جواب دیا۔

اتنے میں بریگیڈیئر کی بیٹی سونالی کو ہوش آگیا..... اس نے اپنے سامنے شیر خان اور ارسلان کو دیکھا تو گھبرا کر اٹھنا چاہا مگر نقاہت کی وجہ سے اٹھ نہ سکی..... ارسلان نے کہا۔

"ابھی تم آرام کرو۔"

سونالی کو معلوم تھا کہ یہ لوگ اسے اٹھا کر یہاں لے آئے..... اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے..... کپکپاتے ہونٹوں سے بولی۔

"مجھے کچھ نہ کہنا..... میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔"

"کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"سونالی! تم جو سمجھ رہی ہو ایسی کوئی بات نہیں ہے..... ہم تمہیں کسی بری نیت سے یہاں نہیں لائے۔"

سونالی نے روتے ہوئے کہا۔

"پھر مجھے کیوں لائے ہو؟ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں..... مجھے میرے ماتا پتا کے پاس پہنچادو۔"

کمانڈو ارسلان بولا۔

"ہم تمہیں یہاں کس لئے لائے ہیں؟ یہ تمہیں بتادیا جائے گا..... ابھی تمہیں آرام کی ضرورت ہے..... یہاں تم ہماری مہمان ہو اور یاد رکھو ایک مسلمان جب کسی مسلمان کو اپنا مہمان کہتا ہے تو مہمان کی عزت اس کی اپنی عزت بن جاتی ہے۔"

اسد جو پانی اور چائے لے کر آگیا..... ارسلان نے سونالی کو پانی کا گلاس دیتے ہوئے کہا۔

"تھوڑا پانی پی لو۔"

"میں کچھ نہیں پیوں گی۔" سونالی نے غصے میں کہا۔

ارسلان بولا۔

"ہم جاتے ہیں..... یہ پانی اور تمہارے لئے چائے اور کچھ بسکٹ یہیں رکھے ہیں۔"

اور شیر خان اور ارسلان اٹھ کر کمرے سے نکل گئے..... باہر آکر ارسلان نے حسن علی سے کہا۔

"تم دروازے کے باہر پہرہ دو گے اور دستگیر تم مکان کے گرد گشت لگاتے رہو گے۔"

ارسلان اور شیر خان مکان کے کونے والے دوسرے کمرے میں آکر بیٹھ گئے..... کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"شیر خان! اب ہمارے مشن کا دوسرا مرحلہ شروع ہونے والا ہے جو پہلے مرحلے سے زیادہ اہم اور زیادہ حساس ہے۔"

شیر خان نے کہا۔

"مجھے اس بات کا احساس ہے..... انشاء اللہ دوسرا مرحلہ بھی کامیابی سے طے کرلیں گے۔"

ارسلان بولا۔

"میں اسد جو کو اس کے گاؤں بھیج رہا ہوں..... اس کا گاؤں یہاں سے تھوڑی دور ہی ہے..... وہ اپنی بوڑھی والدہ کو یہاں لے آئے گا..... سونالی کے پاس ایک عورت کی موجودگی ضروری ہے..... وہ اس کی زیادہ بہتر طریقے سے دیکھ بھال کر سکے گی۔"

"یہ اچھا خیال ہے کیونکہ ابھی کچھ پتہ نہیں کہ سونالی کو یہاں کب تک رہنا ہوگا۔"

چنانچہ کمانڈو ارسلان نے اسی وقت اسد جو کو اپنی والدہ کو لانے کے لئے گاؤں روانہ کردیا..... عشاء کی نماز کے وقت سے پہلے پہلے وہ اپنی والدہ کو لے کر آگیا..... ارسلان اس کی والدہ کو لے کر خود سونالی کے پاس گیا اور اسے کہا۔

"یہ میری خالہ ہے..... یہ تمہارے آرام کا خیال رکھے گی۔"

سونالی نے کوئی جواب نہ دیا اور منہ دوسری طرف کر لیا..... ارسلان نے اسد جو کی والدہ کو سب کچھ سمجھا دیا تھا..... اسد جو کی والدہ کے ہاتھوں ہی اس نے سونالی کے لئے اندر کھانا بھجوا دیا اور ایک خاص پیغام بھیج کر کچھ مجاہد منگوا لئے جن کی ڈیوٹی لگا دی کہ وہ ارد گرد جنگل میں پھیل جائیں اور حالات پر کڑی نگاہ رکھیں کہ کوئی باہر کا اجنبی آدمی تو ادھر چل پھر نہیں رہا۔

وہ رات گزر گئی۔

دوسرے دن ارسلان اکیلا ہی سونالی کے پاس گیا..... اسد جو کی والدہ نے خود سونالی کو غسل خانے میں لے جا کر اس کا منہ ہاتھ دُھلایا تھا اور اسے تھوڑا بہت ناشتہ بھی کروا دیا تھا..... ارسلان کو دیکھ کر سونالی نے کہا۔

"آخر آپ لوگ مجھے کب تک یہاں قید میں رکھیں گے؟"

کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"زیادہ دن نہیں رکھیں گے اور تم جتنے دن بھی یہاں رہو گی تمہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔"

سونالی نے کہا۔

"یہی تکلیف کم نہیں ہے کہ نہ میں اپنے ماتا پتا سے مل سکتی ہوں نہ وہ مجھے مل سکتے ہیں..... بھگوان جانے میرے بغیر ان کا کیا حال ہو رہا ہو گا۔"

کمانڈو ارسلان کہنے لگا۔

"ہم نے تمہارے ماتا پتا کو پیغام بھجوا دیا ہے کہ تم یہاں خیریت سے ہو اور تمہاری عزت آبرو محفوظ ہے۔"

سونالی نے کہا۔

"آخر آپ لوگ چاہتے کیا ہیں؟"

ارسلان نے کہا۔

"ہم جو چاہتے ہیں اس کے بارے میں تمہارے پتا بریگیڈیئر جگ موہن سے ہماری گفت و شنید ہو رہی ہے..... جیسے ہی ہماری بات چیت کا کوئی نتیجہ برآمد ہوا ہم تمہیں تمہارے پتا جی کے حوالے کر دیں گے۔"

سونالی نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا اور سسکیاں لے کر رونے لگی..... کمانڈو ارسلان خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل گیا..... دوسرا دن اور دوسری رات بھی گزر گئی..... اسی دوران کمانڈو ارسلان کے چھوڑے ہوئے آدمیوں نے خبر دی کہ بریگیڈیئر جگ موہن کی بیٹی کے اغوا ہو جانے کے بعد بھارتی فوج کے ظلم و ستم کا سلسلہ زیادہ شدید ہو گیا ہے اور کئی بے گناہ کشمیریوں کو گرفتار کرنے کے بعد ان پر تشدد کیا جا رہا ہے..... یہ سن کر ارسلان نے شیر خان سے کہا۔

"میرا خیال ہے اب ہمیں زیادہ انتظار نہیں کرنا چاہئے۔"

اس وقت دن کے گیارہ بجے کا وقت تھا..... ارسلان اور شیر خان بھیس بدل کر اپنی خفیہ کمیں گاہ سے نکل گئے، جو بھی ان کا قریبی شہر تھا وہاں آ کر ارسلان نے ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ سے بریگیڈیئر کے آفس کا ٹیلی فون نمبر ڈائل کر دیا..... کمانڈو شیر خان ٹیلی فون بوتھ سے چند قدم دُور ایک جگہ چھپ کر کھڑا تھا..... دوسری طرف سے کسی نے بارعب آواز میں کہا۔

"یس!"

کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"بریگیڈیئر جگ موہن سے میری بات کراؤ۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں بریگیڈیئر جگ موہن بول رہا ہوں۔"

تم کون ہو؟

کمانڈو ارسلان نے زیادہ بارعب آواز میں کہا۔

"میں وہ بول رہا ہوں جس کے قبضے میں اس وقت تمہاری بیٹی ہے۔"

بریگیڈیئر اس وقت اپنے آفس میں بیٹھا تھا..... جیسے ہی اس نے یہ جملہ سنا اس نے فون اپنے منہ سے ہٹا کر ایک فوجی کو جو اسی مقصد کے لئے ہر وقت اس کے سامنے کرسی پر دوسرے ٹیلی فون کے پاس بیٹھا رہتا تھا اشارہ کیا..... دوسرے فوجی نے اسی وقت بٹن دبا کر ایکسچینج روم کو سگنل کر دیا کہ چیک کرو یہ فون کال شہر میں کہاں سے آ رہی ہے اور جو بھی فون کر رہا ہے اسے فوراً قابو میں کیا جائے، اس کا انتظام بریگیڈیئر کے آفس میں پہلے سے کر دیا گیا تھا۔

اس بات سے کمانڈو ارسلان غافل نہیں تھا..... اس نے ٹیلی فون پر جب دیکھا کہ ایک لمحے کی خاموشی طاری ہو گئی ہے اور دوسری طرف سے بریگیڈیئر کا کوئی جواب نہیں آیا تو اس نے کہا۔

"جگ موہن! میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ یہ نہ سمجھ سکوں کہ تم نے میری ٹیلی فون کال ڈی ٹیکٹ کرنے کے لئے خفیہ سگنل دے دیا ہے..... اس وقت تو میں فون بند کرتا ہوں..... دوسری بار فون کروں گا تو بات ہو گی۔"

اور کمانڈو ارسلان نے فون بند کر دیا..... ٹیلی فون بوتھ سے نکل کر شیر خان کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

"بریگیڈیئر نے فون ڈی ٹیکشن کنٹرول کو اشارہ کر دیا تھا..... یہاں سے فوراً نکل چلو۔"

دونوں مجاہد کمانڈو وہاں سے نکل گئے۔

جب وہ وہاں سے کافی دُور چلے گئے تو کمانڈو شیر خان نے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں فون پر بات نہیں کرنی چاہئے..... اس میں ایک تو خطرہ ہے دوسرے پوری تفصیل سے بات نہیں ہو سکے گی۔"

کمانڈو ارسلان کہنے لگا۔

"اگر ہم نے بریگیڈیئر کی فریکوئینسی معلوم کر کے وائرلیس پر بات کی تو اس کو ہماری فریکوئینسی کا علم ہو جائے گا جو میں نہیں چاہتا کہ اسے معلوم ہو۔"

"پھر ایک ہی صورت ہے۔" شیر خان نے کہا۔

"وہ کیا؟" ارسلان نے پوچھا۔

شیر خان بولا۔

"ہمیں کسی پہاڑیوں میں کسی دُور دراز جگہ پر جا کر وائرلیس پر بریگیڈیئر سے بات کرنی چاہئے اور ہر بار جگہ بدل لینی چاہئے۔"

"اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔" ارسلان نے جواب دیا۔

وہ دن انہوں نے گزار دیا..... وہ بریگیڈیئر کی تشویش میں اضافہ کرنا چاہتے تھے..... اس سے اگلے روز شیر خان اور ارسلان چھوٹا ریڈیو ٹرانسمیٹر لے کر اپنی خفیہ کمیں گاہ سے نکل کر وہاں کئی میل دُور ایک دوسرے پہاڑی جنگل میں آ گئے..... یہاں ارسلان نے بریگیڈیئر جگ موہن کے فوجی ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کیا اور ڈیوٹی افسر سے کہا۔

"اپنے بریگیڈیئر جگ موہن سے میری بات کراؤ اسے کہو کہ مجھے اس کی بیٹی کے بارے میں ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

ڈیوٹی افسر نے اسی وقت بریگیڈیئر جگ موہن سے رابطہ کیا اور کہا۔

"سر! آپ کے لئے ایک ضروری پیغام ہے۔"

دوسرے لمحے ارسلان کو جگ موہن کی آواز آئی۔

"کون بول رہا ہے؟"

کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"وہی بول رہا ہے جس نے ایک دن پہلے تمہیں فون کیا تھا۔"

بریگیڈیئر جگ موہن نے کہا۔

"دیکھو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہارے فون کو ڈی ٹیکٹ نہیں کروں گا..... مجھے بتاؤ کہ میری بیٹی کہاں ہے..... تم نے اسے کیوں کڈنیپ کیا ہے۔"

کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"تمہاری بیٹی ابھی تک ہمارے پاس محفوظ ہے..... اسے کچھ نہیں ہوا، لیکن اگر تم نے ہمارے مطالبات نہ مانے تو اسے بہت کچھ ہو سکتا ہے..... ہم تمہیں اس کی عزت آبرو کی ضمانت نہیں دے سکتے۔"

بریگیڈیئر کی تشویش بھری آواز آئی۔

"دیکھو..... میں تمہارے مطالبات پر پوری ذمے داری سے غور کروں گا، مگر میری بیٹی کو کچھ نہ کہنا۔"

ارسلان نے کہا۔

"اگر تم ہمارے مطالبات پر غور کرتے رہے تو میں تمہاری بیٹی کی ذمے داری نہیں لے سکتا۔"

جگ موہن نے جلدی سے کہا۔

"غور سے میرا مطلب یہ نہیں تھا جو تم سمجھ رہے ہو..... میں تمہارے مطالبات تسلیم کرلوں گا..... بتاؤ تمہارے مطالبات کیا ہیں۔"

کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"ہمارا پہلا مطالبہ یہ ہے کہ اس وقت تک تمہاری فوج نے جتنے بے گناہ کشمیریوں کو پکڑ کر قید میں ڈال رکھا ہے اور ان پر تشدد کیا جارہا ہے انہیں فوری طور پر رہا کیا جائے۔"

جگ موہن کی آواز آئی۔

"میں تمہارے اس مطالبے کو تسلیم کرتا ہوں..... میں آج ہی ان تمام کشمیریوں کی رہائی کا حکم جاری کردوں گا..... تمہارا دوسرا مطالبہ کیا ہے؟"

کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"دوسرا مطالبہ تمہیں اس وقت بتایا جائے گا جب ہمارے کشمیری بھائیوں کو تم رہا کردو گے۔"

اور ارسلان نے وائرلیس کا بٹن دبا کر اوف کردیا..... شیر خان نے پوچھا۔

"کیا کہہ رہا تھا؟"

ارسلان بولا۔

"کہہ رہا تھا کہ میں آج ہی ان تمام لوگوں کی رہائی کا حکم دے رہا ہوں جن کو پکڑ کر جیل میں بند کیا گیا ہے۔"

"کیا وہ ایسا کرسکے گا؟" شیر خان نے سوال کیا۔

ارسلان نے کہا۔

"وہ ایسا کرنے پر مجبور ہے..... ہمیں کل پتہ چل جائے گا کہ گرفتار شدہ ہمارے کشمیری بھائی جیل سے آزاد ہوئے ہیں یا نہیں، اس کے بعد جگ موہن سے آگے بات کریں گے۔"

"ٹھیک ہے..... ہمیں کل کا دن دیکھ لینا چاہئے۔" شیر خان نے کہا..... اس کے فوراً بعد دونوں کمانڈو مجاہد ریڈیو ٹرانسمیٹر تھیلے میں ڈال کر وہاں سے واپس اپنی کمیں گاہ کی جانب روانہ ہوگئے..... اگلے روز سارے علاقے میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ بھارتی فوج نے ان تمام کشمیریوں کو رہا کردیا ہے جنہیں بریگیڈیئر کی بیٹی کے غائب ہوجانے کے بعد شبے میں گرفتار کیا گیا تھا..... یہ خبر مجاہدین کے خفیہ ٹھکانے پر پہنچی تو شیر خان نے ارسلان سے کہا۔

"جگ موہن نے ہمارا ایک مطالبہ تو پورا کردیا۔"

ارسلان نے کہا۔

"میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا کہ وہ ایسا کرنے پر مجبور ہے۔"

مجاہد حسن علی بولا۔

"لیکن اس نے بھارتی حکومت کو اس کا کیا جواز پیش کیا ہو گا؟"

ارسلان نے کہا۔

"یہ وہ جانے اور بھارتی حکومت جانے..... ہمارے آدمی آزاد ہو گئے ہیں..... ہمیں یہی چاہئے تھا۔"

دوسری طرف بریگیڈیئر جگ موہن سارا دن کمانڈو ارسلان کی فون کال کا انتظار کرتا رہا..... وہ بہر حال اپنی بیٹی کے بارے میں پریشان تھا..... یہ بات ابھی تک اس نے حکام بالا سے خفیہ رکھی ہوئی تھی کہ اس کی بیٹی کو جن لوگوں نے اغوا کیا ہے ان کے ساتھ اس کا رابطہ قائم ہو چکا ہے..... فوج سونالی کی تلاش میں برابر جگہ جگہ چھاپے مار رہی تھی مگر اب نہ تو وہ کسی کے گھر کو آگ لگاتی تھی اور نہ کسی کو گرفتار کرتی تھی..... بریگیڈیئر نے خاص طور پر حکم دے رکھا تھا کہ صرف مشکوک جگہوں کی تلاشی لی جائے..... کسی کو گرفتار نہ کیا جائے اور کسی مکان کو نذر آتش نہ کیا جائے۔

کمانڈو ارسلان نے دوسرے اور تیسرے دن بھی جگ موہن سے رابطہ قائم نہ کیا..... جگ موہن کی پریشانی انتہا کو پہنچ چکی تھی..... چوتھے روز ارسلان نے شیر خان کو ساتھ لیا اور دُور جنگل کے ایک ویران مقام پر جا کر ریڈیو ٹرانسمیٹر کے ذریعے بریگیڈیئر جگ موہن سے رابطہ قائم کیا تو دوسری طرف سے بریگیڈیئر جگ موہن نے کسی قدر گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میری بیٹی ٹھیک ہے ناں؟ میں نے تمہارے کہنے پر تمام کشمیریوں کو رہا کر دیا ہے..... اب تم کیا کہتے ہو؟" میرا مطلب ہے تمہارا دوسرا مطالبہ کیا ہے۔

ارسلان نے سب کچھ پہلے ہی سے سوچ رکھا تھا..... اس نے کہا۔

"اب ہمارا کوئی مطالبہ نہیں ہے..... ہم تمہاری بیٹی کو چھوڑ رہے ہیں، مگر تم خود اسے لینے آؤ گے۔"

بریگیڈیئر نے کہا۔

"میں تیار ہوں..... تم جہاں کہو گے میں آ جاؤں گا۔"

ارسلان نے کہا۔

"لیکن ایک بات کا خیال رہے..... تم اکیلے آؤ گے..... تمہارے ساتھ اور کوئی آدمی نہیں ہو گا..... اگر تم نے ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کی اور اپنے ساتھ چھپا کر فوجی سپاہی لے آئے تو یاد رکھو تمہیں تمہاری بیٹی سونالی کی لاش ہی ملے گی۔"

بریگیڈیئر نے کہا۔

"نہیں نہیں..... میں کسی کو اپنے ساتھ نہیں لاؤں گا، میں بالکل اکیلا آؤں گا..... مجھے بتاؤ..... میں کہاں آؤں؟"

ارسلان نے کہا۔

"یہ ہم تمہیں کل اسی وقت بتائیں گے۔"

اور ارسلان نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا اور شیر خان کی طرف دیکھا..... شیر خان نے کہا۔

"ابھی تک ہماری سکیم بالکل ٹھیک جا رہی ہے۔"

ارسلان نے کہا۔

"فکر نہیں..... سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

دوسرے دن ٹھیک اسی وقت کمانڈو ارسلان نے بریگیڈیئر جگ موہن سے رابطہ پیدا کرنے کے بعد کہا۔

"کیا تم آنے کے لئے تیار ہو؟"

جگ موہن بے تابی سے بولا۔

"میں ابھی اسی وقت آنے کو تیار ہوں..... کیا تم میری بیٹی کو ساتھ لائے ہو؟"

ارسلان بولا۔

"جب تم آؤ گے تو تمہیں تمہاری بیٹی مل جائے گی۔"

جگ موہن نے پوچھا۔

"مجھے کہاں آنا ہوگا؟"

ارسلان نے اسے ایک خاص جگہ بتائی اور کہا۔

"یاد رکھو..... ہمارے آدمی اردگرد موجود ہوں گے..... اگر تم لوگوں نے کوئی گڑبڑ کی تو سب سے پہلے تمہاری بیٹی سونالی کو ہلاک کیا جائے گا..... اس کے بعد تمہارے سمیت تمہارا ایک بھی فوجی زندہ بچ کر نہیں جائے گا۔"

بریگیڈیئر جگ موہن بولا۔

"میں بھگوان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اکیلا آؤں گا اور میرے پاس کوئی اسلحہ بھی نہیں ہوگا..... پلیز میری بات پر یقین کرو۔"

ارسلان نے اسے وقت اور جگہ بتادی اور اسے جس طرح آنا تھا اور جو کچھ کرنا تھا سب بتادیا..... اگلے روز کمانڈو ارسلان، کمانڈو شیر خان اور چاروں مجاہد پوری طرح سے مسلح ہو کر اس مقام پر پہنچ گئے جہاں ایک گھنٹے بعد بریگیڈیئر جگ موہن آنے والا تھا۔

تمام مجاہدوں نے اپنے چہرے نقاب میں چھپا رکھے تھے..... چاروں مجاہد اردگرد درختوں اور جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گئے..... صرف شیر خان اور ارسلان جیپ کے پاس رہے..... جیپ وہی تھی جس میں وہ سونالی کو اٹھا کر لائے تھے..... اس وقت سونالی ان کے ہمراہ نہیں تھی..... حقیقت میں ارسلان اور شیر خان نے کچھ اور ہی سوچ رکھا تھا..... ان کے منصوبے سے باقی کے مجاہد بھی واقف تھے۔

کمانڈو ارسلان نے جگ موہن کو سہ پہر تین بجے کا وقت دیا تھا..... اس روز آسمان پر صبح ہی سے بادل چھانے لگے تھے..... اس وقت تک مطلع پوری طرح سے ابر آلود ہو چکا تھا..... سرد ہوا چلنے لگی تھی..... معلوم ہوتا تھا کہ کسی وقت بھی برف باری شروع ہو سکتی ہے..... پہاڑی جنگل میں درختوں کے درمیان ایک کھلی جگہ تھی..... وہاں ایک جانب مجاہدوں کی بند جیپ کھڑی تھی..... جیپ کا ڈرائیور اپنی سیٹ پر

خاموش بیٹھا تھا..... سردیوں کی شام آہستہ آہستہ چلی آرہی تھی..... بادلوں کی وجہ سے وقت سے پہلے ہی ہلکا ہلکا اندھیرا چھا رہا تھا..... ٹھیک وقت پر ایک جانب درختوں کے درمیان ایک انسان آتا دکھائی دیا..... یہ بریگیڈیئر جگ موہن تھا..... اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا رکھے تھے..... کمانڈو ارسلان اور شیر خان جیپ کے قریب کھڑے تھے..... انہوں نے اس آدمی کو آتے دیکھ لیا تھا..... اخباروں میں انہوں نے بریگیڈیئر کی تصویر دیکھ رکھی تھی..... انہوں نے اسے پہچان لیا تھا..... پھر بھی جب وہ قریب آیا تو ارسلان نے سٹین گن کا رُخ اس کی طرف کر دیا اور پوچھا۔

"تمہارا نام؟"

جگ موہن نے کہا۔

"بریگیڈیئر جگ موہن مشرا۔"

"اپنا شناختی کارڈ دکھاؤ" ارسلان نے کہا۔

بریگیڈیئر نے اسی وقت جیب سے بٹوہ نکال کر کھولا اور اس میں سے اپنا فوجی شناختی کارڈ نکال کر ارسلان کو دیا..... ارسلان نے شناختی کارڈ پر لگی ہوئی فوٹو کو غور سے دیکھا..... یہ بریگیڈیئر جگ موہن ہی تھا..... اس نے شناختی کارڈ بریگیڈیئر کو واپس کر دیا اور شیر خان نے کہا۔

"اس کی تلاشی لو۔"

شیر خان نے بریگیڈیئر کی تلاشی لی اور ارسلان سے کہا۔

"اس کے پاس کوئی اسلحہ نہیں ہے۔"

بریگیڈیئر بولا۔

"میں نے قسم کھا کر کہا تھا کہ میں نہتا ہوں گا اور اکیلا آؤں گا..... یقین کرو..... میں بالکل اکیلا آیا ہوں..... میری بیٹی سونالی کہاں ہے؟"

ارسلان نے کہا۔

"ہم تمہیں تمہاری بیٹی کے پاس ہی لے جا رہے ہیں..... جیپ میں بیٹھ جاؤ۔"

بریگیڈیئر خاموشی سے جیپ میں داخل ہو گیا..... ارسلان نے جیپ کا دروازہ بند کر کے باہر سے کنڈی لگا دی اور دونوں اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے..... ارسلان نے جیپ سٹارٹ کر دی اور شام کے بڑھتے ہوئے دُھندلکے میں جیپ مجاہدین کے خفیہ ٹھکانے کی طرف روانہ ہو گئی..... جب جیپ جنگل سے باہر نکلی اور سامنے وہ راستہ نظر آنے لگا جو اس جنگل میں جاتا تھا جہاں مجاہدین کا خفیہ ٹھکانہ تھا تو ارسلان نے جیپ روک دی اور شیر خان سے کہا۔

"اندر جا کر اپنا کام کر آؤ۔"

شیر خان نیچے اتر کر جیپ کی بیک میں آیا..... کنڈی کھولی اور سٹین گن کا رُخ اندر کی طرف کر کے دیکھا کہ بریگیڈیئر جگ موہن سیٹ پر سر جھکائے بیٹھا تھا..... اس نے مایوسی کے ساتھ شیر خان کی طرف دیکھا..... شیر خان نے چہرہ نقاب میں چھپایا ہوا تھا..... اس نے کہا۔

"دونوں ہاتھ پیچھے کر کے اوندھے لیٹ جاؤ۔"

بھارتی بریگیڈیئر گھبرایا ہوا تھا..... کہنے لگا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟"

شیر خان نے کہا۔

"کچھ نہیں..... جو میں کہتا ہوں وہ کرو۔"

بھارتی بریگیڈیئر نے اپنے دونوں ہاتھ پشت پر کئے اور دونوں سیٹوں کے درمیان اوندھا لیٹ گیا..... شیر خان نے جیب سے سیاہ رومال نکالا اور بریگیڈیئر کی آنکھوں پر اسکی پٹی کس کے باندھ دی اور کہا۔

"اب بیٹھ جاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی وہ جیپ سے نکل آیا اور دروازہ بند کر کے باہر سے کنڈی

لگا دی..... اگرچہ جیپ بند تھی اور اندر سے باہر کچھ نظر نہیں آتا تھا..... صرف ڈرائیور کی سیٹ کے پاس چھوٹی کھڑکی تھی جو کمانڈو ارسلان نے پہلے ہی بند کر رکھی تھی..... اس کے باوجود وہ بھارتی بریگیڈیئر کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے اپنی کمیں گاہ تک لے جانا چاہتے تھے..... اب جیپ خفیہ کمیں گاہ کی طرف روانہ ہو گئی..... آدھ گھنٹے کے بعد جیپ خفیہ ٹھکانے سے کچھ فاصلے پر ایک جگہ گھنے درختوں کے درمیان کھڑی ہو گئی..... ارسلان اور شیر خان نے دروازہ کھول کر بھارتی بریگیڈیئر کو باہر نکلنے کے لئے کہا۔

بریگیڈیئر جگ موہن جیپ کے دروازے کے پاس آیا تو شیر خان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے نیچے اتار دیا..... بریگیڈیئر کہنے لگا۔

"اگر تمہارا ارادہ مجھے شوٹ کرنے کا ہے تو پلیز مجھے مارنے سے پہلے میری بیٹی سے ایک بار ضرور ملا دو۔"

کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"اگر تمہیں قتل کرنا ہوتا تو تمہیں یہاں تک لانے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ کام تو ہم اسی جگہ کر سکتے تھے جہاں تم جیپ میں سوار ہوئے تھے۔"

بریگیڈیئر نے کوئی سوال نہ پوچھا اور کمانڈو شیر خان کا ہاتھ تھامے اس کے ساتھ چلنے لگا..... مجاہد حسن علی اور دوسرے مجاہد پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے..... انہوں نے بھارتی بریگیڈیئر کو ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں لے جا کر چارپائی پر بٹھا دیا اور اس کی آنکھوں کی پٹی کھول دی..... بریگیڈیئر نے کوٹھڑی کا جائزہ لیا اور ارسلان سے پوچھا۔

"میری بیٹی کہاں ہے؟"

ارسلان نے کہا۔

"وہ ابھی آ جاتی ہے..... تھوڑا انتظار کرو۔"

کوٹھڑی کا دروازہ بند کر کے باہر ایک نقاب پوش مجاہد کو پہرے پر کھڑا کر دیا

گیا..... کمانڈو ارسلان اور شیر خان اس کوٹھڑی میں آگئے جہاں سونالی بند تھی..... سونالی چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی..... اسد جو کی والدہ اس کے پاس بیٹھی اس سے باتیں کر رہی تھی..... کمانڈو ارسلان اور شیر خان اندر آئے تو خالہ خاموشی سے باہر نکل گئی..... ارسلان اور شیر خان نے اب نقاب اتار دیئے تھے..... سونالی اٹھ کر بیٹھ گئی..... اتنے دن کوٹھڑی میں قید رہنے کی وجہ سے اس کا چہرہ اتر گیا تھا..... اس نے کمزور سی آواز میں پوچھا۔

"آپ لوگ مجھے کب تک یہاں قید رکھیں گے؟ آپ کیا چاہتے ہیں۔"

ارسلان نے کہا۔

"تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے ناں؟"

سونالی کہنے لگی۔

"یہی تکلیف بہت ہے کہ میں آپ لوگوں کی قید میں ہوں..... ماتا پتا سے جدا ہوں..... بھگوان جانے میری جدائی میں ان کا کیا حال ہو رہا ہو گا۔"

کمانڈو شیر خان نے کہا۔

"ان کشمیری ماؤں، بہنوں کی اذیت کا اندازہ لگاؤ جن کے بیٹوں اور بھائیوں کو تمہارے باپ کے حکم سے بے دردی سے شہید کر دیا جاتا ہے..... تمہیں تو یہاں صرف قید ہی کیا گیا ہے..... تمہارے ساتھ کسی قسم کا برا سلوک نہیں کیا گیا..... تمہیں کسی نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔"

سونالی پڑھی لکھی لڑکی تھی، کہنے لگی۔

"میں نے ہمیشہ پتاجی کو بے گناہ کشمیری مرد عورتوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے، مگر میں کیا کر سکتی ہوں..... اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

ارسلان نے کہا۔

"ہمارے ساتھ آؤ۔"

"کہاں؟" سونالی نے حیران سی ہو کر پوچھا۔

کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"کیا تم اپنے ظالم باپ سے نہیں ملو گی؟"

"پتاجی کہاں ہیں؟" سونالی نے چارپائی سے اترتے ہوئے کہا۔

ارسلان بولا۔

"وہ تمہارا انتظار کر رہا ہے۔"

کوٹھڑی سے نکل کر دوسری کوٹھڑی کی طرف جاتے ہوئے شیر خان اور ارسلان نے چہرے کو دوبارہ نقاب سے ڈھک لیا..... کسی وجہ سے وہ اس بھارتی بریگیڈیئر کو اپنا چہرہ نہیں دکھانا چاہتے تھے..... دونوں کمانڈو مجاہد سونالی کو اس کوٹھڑی میں لے گئے جہاں سونالی کا باپ چارپائی پر سر جھکائے بیٹھا تھا..... کوٹھڑی کا دروازہ کھلا تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا..... کوٹھڑی میں لالٹین جل رہی تھی..... اسے اپنی بیٹی سونالی نظر آئی تو وہ بے اختیار ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور دونوں باپ بیٹی ایک دوسرے سے لپٹ گئے..... سونالی رو رہی تھی..... بریگیڈیئر کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے تھے..... ارسلان اور شیر خان سامنے والی چارپائی پر بیٹھے خاموش نظروں سے باپ بیٹی کی ملاقات کا منظر دیکھ رہے تھے..... جب دونوں کے دل کا غبار کچھ ہلکا ہوا تو بھارتی بریگیڈیئر نے سونالی کو اپنے پاس بٹھالیا اور اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بیٹی! تم بڑی کمزور ہو گئی ہو۔"

اس کے جواب میں کمانڈو ارسلان کہنے لگے۔

"بیٹی سے یہ پوچھو کہ اسے یہاں کسی نے کچھ کہا تو نہیں؟ اس سے کسی قسم کی کوئی بدسلوکی تو نہیں ہوئی؟ اور اس کی عزت آبرو پر کسی نے حملہ تو نہیں کیا؟"

بھارتی بریگیڈیئر نے اپنی بیٹی کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا..... سونالی نے کہا۔

"پتاجی! میں یہاں بالکل ایسا محسوس کر رہی تھی جیسے میں اپنے بھائیوں کے

درمیان رہ رہی ہوں..... مجھے یہاں سوائے اس کے اور کوئی تکلیف اور کوئی دُکھ نہیں تھا کہ میں ماتا جی اور پتا جی سے دُور تھی۔"

بریگیڈیئر نے ارسلان اور شیر خان کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں آپ لوگوں کے کردار کو سلیوٹ کرتا ہوں اور شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ لوگوں نے میری بیٹی کو پورا تحفظ دیا۔"

کمانڈو شیر خان بولا۔

"ہم مسلمان ہیں..... ہم دشمن کی ماؤں بہنوں کا بھی احترام کرتے ہیں..... ہمارے دین نے ہمیں یہی سکھایا ہے۔"

بھارتی بریگیڈیئر نے ندامت کے احساس کے ساتھ کہا۔

"مجھے معاف کر دیں۔"

پھر اس نے ارسلان سے کہا۔

"رات ہو گئی ہے..... سونالی کی ماتا گھر میں سخت پریشان ہو رہی ہو گی..... مجھے اور سونالی کو گھر بھجوانے کا انتظام کر دیجئے۔"

ارسلان کہنے لگا۔

"اس وقت تو مشکل ہے..... یہ کام اب صبح کو ہی ہو سکے گا..... رات آپ ہمارے مہمان بن کر یہاں گزاریں گے..... آپ باپ بیٹی یہاں باتیں کریں..... ہم آپ کے لئے کھانا بھجوا دیتے ہیں۔"

بھارتی بریگیڈیئر کچھ کہنا چاہتا تھا مگر کمانڈو ارسلان اور شیر خان تیزی کے ساتھ کوٹھڑی سے نکل گئے..... دونوں باپ بیٹی کو اسی کوٹھڑی میں کھانا بھجوا دیا گیا..... دونوں کھانا کھانے کے بعد دیر تک باتیں کرتے رہے..... پھر اسد جو کی والدہ کوٹھڑی میں آ گئی..... اس نے سونالی سے کہا۔

"بیٹی اب اپنی کوٹھڑی میں آ کر آرام کرو..... رات کافی ہو گئی ہے۔"

سونالی نے باپ کو اُداس نظروں سے دیکھا..... بھارتی بریگیڈیئر کا چہرہ پریشان تھا..... سونالی خالہ کے ساتھ چلی گئی..... بھارتی بریگیڈیئر کی کوٹھڑی کے دروازے کو باہر سے چٹخنی لگا کر ایک کمانڈو مجاہد کا پہرہ لگا دیا گیا..... صبح منہ اندھیرے پروگرام کے مطابق کمانڈو ارسلان اور کمانڈو شیر خان اُٹھ بیٹھے..... مجاہد حسن علی اور مجاہد دستگیر پہلے سے جاگ رہے تھے..... ارسلان نے مجاہد دستگیر سے کہا۔

"لڑکی کو تم بند جیپ میں بٹھا کر اپنے ساتھ لے جاؤ گے..... تمہیں معلوم ہی ہے کہ اسے کہاں پہنچانا ہے۔"

مجاہد دستگیر بولا۔

"میں جانتا ہوں..... انشاءاللہ لڑکی کو اسی جگہ پہنچا دیا جائے گا۔"

ارسلان نے کہا۔

"اب جا کر لڑکی کو لے آؤ..... جیپ تیار ہے ناں؟"

"بالکل تیار ہے سر!" مجاہد دستگیر نے جواب دیا۔

اس کے بعد کمانڈو ارسلان اور شیر خان وہاں سے چلے گئے..... ابھی رات کا اندھیرا چھایا ہوا تھا..... مجاہد دستگیر سیدھا سونالی کی کوٹھڑی کے باہر آ گیا..... وہاں باہر ایک مجاہد پہرہ دے رہا تھا..... اس نے دستگیر کو دیکھ کر دروازے کی کنڈی اتار دی..... مجاہد دستگیر نے دروازہ پر دستک دی..... دو تین بار دستک دینے کے بعد اندر سے سونالی کی نیند بھری آواز آئی۔

"کون ہے؟"

مجاہد نے کہا۔

"میں ہوں..... باہر آؤ..... تمہیں تمہارے گھر لے کر جانا ہے۔"

"ابھی آئی۔" سونالی نے جلدی سے جواب دیا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد سونالی دروازہ کھول کر باہر آ گئی..... اس نے باہر آتے ہی

پہلا سوال یہ کیا۔

"پتا جی کہاں ہیں؟"

مجاہد دستگیر نے کہا۔

"وہ تمہیں تمہارے گھر پر ہی مل جائیں گے۔"

"کہاں وہ..... کیا وہ رات کو میرے بغیر ہی چلے گئے تھے؟"

سونالی نے کچھ پریشان ہو کر پوچھا..... مجاہد دستگیر بولا۔

"بی بی! سوال مت کرو..... اپنے ماتا پتا کے پاس جانا چاہتی ہو تو خاموشی سے میرے ساتھ آجاؤ۔"

سونالی ان لوگوں کے شفاف کردار کو سمجھ چکی تھی..... وہ خاموشی سے مجاہد دستگیر کے ساتھ چل پڑی..... وہ اسے درختوں میں اس جگہ لے آیا جہاں بند جیپ کھڑی تھی..... جیپ کے اندر والی کھڑکی بھی بند کر دی گئی تھی تاکہ سونالی کو باہر کچھ نظر نہ آسکے..... مجاہد دستگیر نے جیپ کا عقبی دروازہ کھول کر سونالی سے کہا۔

"اندر بیٹھ جاؤ۔"

سونالی نے پوچھا۔

"بھائی! تم مجھے میرے گھر ہی لے جا رہے ہو ناں؟"

مجاہد دستگیر نے کہا۔

"بی بی! تم ابھی تک نہیں سمجھ سکی کہ ہم کس مٹی کے بنے ہوئے لوگ ہیں؟ خاموشی سے بیٹھ جاؤ..... دن نکلنے سے پہلے پہلے مجھے تمہارے گھر پر تمہیں پہنچانا ہوگا۔"

سونالی سر جھکائے جیپ میں داخل ہو گئی..... مجاہد نے دروازہ بند کر کے باہر سے کنڈی لگا دی..... آگے آکر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا..... انجن سٹارٹ کیا اور جیپ شہر کی جانب چل پڑی..... مجاہد دستگیر جیپ کو ایسے جنگلاتی راستوں سے لے جا رہا تھا جو شارٹ کٹ راستے تھے..... جب جیپ شہر کی طرف جانے والی سڑک پر آئی تو سحر کا

ہلکا ہلکا اُجالا نمودار ہو رہا تھا..... مجاہد دستگیر نے کھلی سڑک پر آتے ہی جیپ کی رفتار تیز کر دی..... آدھے گھنٹے میں وہ اس جگہ پر آگیا جہاں سے سڑک چھوٹا سا موڑ گھوم کر اس کوٹھی کے سامنے سے گزرتی تھی جس کوٹھی کے باہر سے سونالی کو اُٹھایا گیا تھا..... مجاہد نے جیپ ایک طرف کھڑی کی..... جلدی سے اتر کر پیچھے آیا..... دروازہ کھولا اور اندر جھانک کر سونالی سے کہا۔

"باہر آجاؤ بی بی!"

سونالی جلدی سے باہر نکل آئی اور دن کے پھیلتے اُجالے میں چاروں طرف دیکھنے لگی۔ مجاہد دستگیر نے کہا۔

"یہاں سے تھوڑا آگے جاؤ گی تو موڑ گھوم کر وہ بنگلہ آجائے گا جہاں تم منگل کی شام کو پوجا کرنے آتی ہو..... اب جاؤ۔"

مجاہد دستگیر نے دروازہ بند کیا اور تیز قدموں سے چل کر ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا..... انجن سٹارٹ ہی تھا..... اس نے گیئر بدلا..... جیپ کو سڑک پر موڑا اور تیزی سے واپس روانہ ہو گیا۔

سونالی سڑک پر آگے کو چل پڑی..... کچھ دُور چلنے کے بعد سڑک ایک طرف مڑ گئی..... اب اس کے سامنے بائیں جانب کوٹھیاں دکھائی دینے لگیں..... سونالی نے ان کوٹھیوں کو فوراً پہچان لیا..... ان میں وہ کوٹھی بھی تھی جہاں وہ منگل کی شام کو پوجا کرنے ماتا جی کے ساتھ آتی تھی اور یہ حادثہ ہو گیا..... وہ تیز تیز چلنے لگی..... اب اسے حوصلہ ہو گیا تھا کہ وہ واقعی آزاد ہے..... اسے یقین تھا کہ اس کا باپ گھر پہنچ چکا ہوگا، لیکن یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ ان مجاہدوں نے دونوں کو الگ الگ کیوں بھیجا ہے..... شاید اس میں ان کی کوئی مجبوری ہو..... یہ سوچ کر سونالی کچھ مطمئن ہو گئی۔

پہلے اس نے سوچا کہ کسی کوٹھی میں جا کر گھر فون کر دے، مگر کوٹھیوں پر خاموشی چھائی ہوئی تھی..... وہ اس خیال سے چلتی گئی کہ شاید آگے کوئی آٹو رکشا مل

جائے..... اتنے میں اسے اپنے پیچھے کسی گاڑی کی آواز سنائی دی..... سونالی نے رُک کر پیچھے دیکھا..... ایک فوجی ٹرک آرہا تھا..... سونالی جلدی سے سڑک کے درمیان کھڑی ہو کر دونوں بازو ہلانے لگی..... یہ ٹرک مہاراشٹر رائفلز کی ایک انفنٹری بٹالین کا ہی تھا جو سونالی کے باپ کی اپنی رجمنٹ تھی..... فوجی ڈرائیور نے ایک عورت کو سڑک کے درمیان کھڑے ہو کر رُکنے کا اشارہ کرتے دیکھا تو اس نے سونالی کے قریب پہنچ کر بریک لگادی۔

جیسے ہی ٹرک رُکا سونالی دوڑ کر ڈرائیور کے پاس گئی اور کہا۔

"میرا نام سونالی ہے..... میں کیمپ کمانڈر بریگیڈیئر جگ موہن کی بیٹی ہوں..... مجھے فوراً میرے بنگلے پر پہنچادو۔"

فوجی سپاہی نے یہ سنا تو فوراً نیچے اُتر آیا..... ساتھ والی سیٹ کا دروازہ کھول کر کہا۔

"بہن جی! بیٹھ جائیں..... میں لانس نائیک گنگارام ہوں..... میں آپ کو ابھی گھر پہنچائے دیتا ہوں۔"

سونالی ٹرک میں بیٹھ گئی اور ٹرک سونالی کے گھر کی طرف چل پڑا۔

جب سونالی کے پتا بریگیڈیئر جگ موہن کے بنگلے کے سامنے ٹرک رُکا تو گیٹ پر جو فوجی جوان پہرہ دے رہے تھے وہ ٹرک کے پاس آگیا..... اس نے سونالی کو پہچان لیا اور کچھ گھبراہٹ اور کچھ حیرانی کے ساتھ بولا۔

"بی بی جی جلدی سے اندر چلیں..... ماتا جی کا رو رو کر برا حال ہو رہا ہے۔"

سونالی نے گیٹ کی طرف تیز قدموں سے جاتے ہوئے گارڈ سے پوچھا۔

"پتا جی آگئے ہیں؟"

"مجھے معلوم نہیں بی بی جی!" فوجی جوان نے جواب دیا۔

سونالی نے دوڑتے ہوئے کوٹھی کا لان عبور کیا اور برآمدے میں آکر گھنٹی کا بٹن دو تین بار دبایا..... پھر اس نے زور زور سے دروازے کو کھٹکھٹانا شروع کر دیا..... اتنے

میں دروازہ کھلا اور سامنے سونالی کی پریشان حال ماں کھڑی تھی..... دونوں ماں بیٹی روتے ہوئے ایک دوسرے کے گلے لگ گئیں..... گھر میں سب بیدار ہو گئے..... ایک خوشی کا ماحول بھی تھا اور کہرام سا بھی مچ گیا تھا..... جب ذرا دل کا غبار ہلکا ہوا تو سونالی نے ماں سے پوچھا۔

"پتا جی کہاں ہیں؟"

ماں نے کہا۔

"وہ تو تمہیں لینے گئے ہوئے ہیں بیٹی!"

"مگر انہوں نے تو کہا تھا کہ پتا جی گھر پہنچ گئے ہوں گے۔"

"کس نے کہا تھا بیٹی؟" ماں نے غمزدہ آواز میں پوچھا۔

سونالی نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا اور رونے لگی..... وہ سمجھ گئی تھی کہ اس کا باپ ابھی تک وہیں قید ہے جہاں سے چھوٹ کر وہ آرہی ہے۔

بھارتی بریگیڈیئر مجاہدین کی قید میں ہی تھا..... جب دن کافی نکل آیا اور مجاہد دستگیر نے بھی واپس آکر کمانڈو ارسلان کو بتایا کہ وہ بریگیڈیئر کی بیٹی کو اس کے گھر چھوڑ آیا ہے تو کمانڈو ارسلان اور شیر خان بھارتی بریگیڈیئر کی کوٹھڑی میں آگئے..... وہ پریشانی کی حالت میں چھوٹی سی کوٹھڑی میں ٹہل رہا تھا..... دونوں مجاہدوں کو دیکھتے ہی بولا۔

"آپ لوگ ہمیں کب گھر واپس پہنچا رہے ہیں؟"

کمانڈو ارسلان اور شیر خان سامنے والی چارپائی پر بیٹھ گئے۔

ارسلان نے کہا۔

"تمہاری بیٹی گھر پہنچ گئی ہے۔"

"کیا مطلب؟" بریگیڈیئر نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں۔" ارسلان بولا..... "ہم نے صبح صبح اس کے یعنی تمہارے بنگلے کے گیٹ کے پاس چھوڑ دیا ہے..... اس وقت اپنی ماتا کے پاس ہو گی۔"

"لیکن۔" بریگیڈیئر بولا..... "لیکن تم نے تو ہم دونوں کو اکٹھے بھیجنا تھا۔"

"کیوں؟" جگ موہن نے پوچھا۔ "تم نے جو مطالبہ کیا تھا وہ میں نے پورا کر دیا تھا..... پھر مجھے یہاں کیوں رکھا گیا ہے۔"

کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"یہ تمہیں بہت جلد پتہ چل جائے گا۔"

اتنا کہہ کر ارسلان اور شیر خان باہر جانے کے لئے اٹھے تو بھارتی بریگیڈیئر نے کہا۔

"تم لوگ جھوٹ بولتے ہو..... تم نے میری بیٹی کو بھی یہیں یرغمالی بنا کر رکھا ہوا ہے۔"

ارسلان نے کہا۔

"تھوڑی دیر میں تمہاری بیٹی سے بات کرا دی جائے گی..... پھر تمہیں یقین آ جائے گا۔"

یہ کہہ کر دونوں مجاہد باہر نکل گئے۔

دھوپ نکلی ہوئی تھی..... چند روز پہلے جو برف گری تھی وہ پگھل چکی تھی..... درختوں میں ہلکی ہلکی سرد دُھند پھیلی ہوئی تھی..... دونوں دوست کمانڈو ایک درخت کے پاس پتھروں پر بیٹھ گئے..... کمانڈو شیر خان نے ارسلان سے پوچھا۔

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"بھارتی بریگیڈیئر کے بارے میں؟" ارسلان نے پوچھا۔

شیر خان نے کہا۔

"ہاں۔"

کمانڈو ارسلان کہنے لگا۔

"میں اس جلاد سے اپنے ان کشمیری بھائیوں کے خون کا بدلہ لینا چاہتا ہوں جنہیں اس کے فوجیوں نے اذیتیں دے کر شہید کر دیا ہے۔"

کمانڈو شیر خان نے فوراً کوئی جواب نہ دیا..... ایک دو لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"اس کا کیا فائدہ ہو گا؟ ہمارے شہید تو واپس نہیں آئیں گے۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟" ارسلان نے شیر خان کی طرف دیکھ کر اس سے سوال کیا..... شیر خان بولا۔

"اگر بدلہ ہی لینا ہے تو پھر کس کا انتظار کر رہے ہو..... ہمیں فوراً اسے ختم کر دینا چاہئے۔"

ارسلان کہنے لگا۔

"میں نے سارا کھیل صرف اس جلاد کو اپنے قبضے میں کرنے کے لئے رچایا تھا..... اب میں اس سے پورا پورا انصاف کروں گا اور جس طرح اس نے بے گناہ کشمیری نوجوانوں، بوڑھوں اور بچوں کو بے دردی سے شہید کیا ہے، میں اسی طرح اسے موت کے حوالے کر دوں گا، لیکن پہلے میں چاہتا ہوں کہ اس کی بیٹی سے اس کی بات کرا دوں تاکہ اسے یقین ہو جائے کہ ہم لوگ دشمن کی عورتوں کا بھی احترام کرتے ہیں۔"

اتنا کہہ کر ارسلان کونے والی کوٹھڑی میں گیا اور وہاں سے چھوٹا ریڈیو ٹرانسمیٹر لے آیا..... کہنے لگا۔

"میرے ساتھ آؤ۔"

وہ دونوں ایک بار پھر بھارتی بریگیڈیئر کی کوٹھڑی میں آ گئے..... اب انہوں نے اپنے چہرے نقاب میں نہیں چھپائے ہوئے تھے، کیونکہ وہ اس وحشی جلاد کو ٹھکانے لگانے کا تہیہ کر چکے تھے..... ارسلان نے جاتے ہی جگ موہن سے کہا۔

"ہمیں معلوم ہے کہ تمہارے مکان پر بھی ایک خفیہ ریڈیو ٹرانسمیٹر موجود ہے..... مجھے اس کی فریکوئنسی بتاؤ..... میں سونالی سے تمہاری بات کرانا چاہتا ہوں تاکہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تمہاری بیٹی کو گھر پہنچا دیا گیا ہے۔"

بھارتی بریگیڈیئر نے ارسلان کو فریکوئینسی بتادی..... ارسلان نے اس فریکوئینسی کو ٹرانسمیٹر اون کر کے ملایا تو دوسری طرف سے وائرلیس آپریٹر کی آواز آئی..... ارسلان نے کہا۔ "بات کرو" اور ساتھ ہی ریڈیو ٹرانسمیٹر بریگیڈیئر جگ موہن کے آگے کر دیا..... اس نے جلدی سے کہا۔

"میں بریگیڈیئر جگ موہن بول رہا ہوں..... کیا میری بیٹی سونالی گھر پہنچ گئی ہے۔"

دوسری طرف سے آپریٹر کی آواز آئی۔

"یس سر! میڈم تھوڑی دیر پہلے گھر پہنچ گئی ہیں۔"

"اس سے میری بات کرادو۔"

جگ موہن نے کہا۔

تھوڑی ہی دیر بعد دونوں باپ بیٹی ایک دوسرے سے بات کر رہے تھے..... جب وہ تین چار باتیں کر چکے تھے تو کمانڈو ارسلان نے ٹرانسمیٹر لے کر اسے بند کر دیا او جگ موہن سے کہا۔

"اب تمہیں یقین آگیا ہو گا۔"

وہ کہنے لگا۔

"ہاں..... مگر مجھے یہاں کیوں رکھا گیا ہے؟"

ارسلان نے جواب میں کہا۔

"تمہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔"

اور دونوں مجاہد باہر نکل گئے..... اس کے بعد بھارتی جلاد کے لئے کوٹھڑی میں ناشتہ بھجوایا گیا..... ناشتے میں چائے بھی ساتھ ہی تھی..... چائے میں ایک ایسی بے ذائقہ دوائی ملادی گئی تھی جس سے آدمی کم از کم ایک گھنٹے تک بے ہوش ہو جاتا تھا..... بھارتی بریگیڈیئر کو اس بات کی تسلی ہو گئی تھی کہ اس کی بیٹی عزت و آبرو کے ساتھ گھر واپس جا چکی ہے..... اب اسے اپنی فکر تھی..... ابھی تک وہ یہ معمہ حل نہیں کر سکا تھا

کہ ان لوگوں نے اب اسے کس لئے یرغمالی بنایا ہوا ہے..... زیادہ سے زیادہ وہ یہی سمجھ سکا تھا کہ یہ لوگ اس کو یرغمالی بنا کر اس سے ایک دو اور شرطیں منوانا چاہتے ہیں..... وہ یہی سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ مجاہد کوئی ایسی شرط نہ بتادیں جس کو پورا کرنا اس کے اختیار میں نہ ہو..... ناشتہ کرتے ہوئے وہ ساتھ ساتھ چائے بھی پی رہا تھا۔

جب وہ چائے پی چکا تو اٹھ کر ٹہلنے اور سوچنے لگا کہ یہ کیا شرطیں پیش کر سکتے ہیں..... ٹہلتے ٹہلتے اس کو ایک چکر سا آیا اور وہ چارپائی پر بیٹھ گیا..... وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو دبانے لگا..... بے ہوشی کی دوائی نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا تھا..... اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے دباتے دباتے اس کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی..... وہ گھبرا کر اُٹھنے لگا مگر اس سے اٹھا نہ گیا اور وہ وہیں ایک طرف کو گر پڑا۔

پندرہ منٹ بعد کمانڈو ارسلان اور شیر خان اندر آئے..... انہوں نے دیکھا کہ بھارتی بریگیڈیئر اور نہ جانے کتنے بے گناہ کشمیریوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے والا جلاد بے ہوش پڑا تھا..... ارسلان نے پہرے پر کھڑے مجاہد کو آواز دی..... وہ فوراً اندر آگیا..... اس نے مجاہد سے کہا۔

"اسے اٹھا کر پرانی باولی پر لے چلو۔"

وہ خود دونوں یعنی کمانڈو ارسلان اور کمانڈو شیر خان خفیہ کمیں گاہ سے نکل کر عقبی جنگل میں آگئے..... یہاں ایک جگہ ایک کافی گہری باولی ہوا کرتی تھی، جو اب سوکھ چکی تھی..... اس کے دہانے کا قطر دو ڈھائی فٹ تھا اور اس خیال سے اس کے اوپر پتھر کی ایک سل رکھ کر منہ بند کر دیا گیا تھا کہ رات کے اندھیرے میں کوئی اس میں گر نہ پڑے..... یہ باولی ایک اندھے کنوئیں کی طرح تھی اور اس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس کے اندر زہریلے بچھو رہتے ہیں۔

ارسلان اور شیر خان باولی کے پاس ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے..... اتنے میں دو مجاہد بے ہوش بھارتی بریگیڈیئر کو اٹھائے وہاں آگئے اور انہوں نے اسے زمین پر ڈال

دیا..... ارسلان نے کہا۔

"باولی کے منہ پر سے سل ہٹادو۔"

فوراً مجاہدوں نے آگے بڑھ کر پتھر کی سل ایک طرف ہٹادی..... ارسلان نے کہا..... "اب اس بھارتی جلاد کو اٹھا کر باولی میں پھینک دو۔"

دونوں مجاہدوں نے بھارتی بریگیڈیئر کو اٹھایا..... اسے باولی کے دہانے کے پاس لے گئے اور پھر اسے باولی میں گرادیا..... باولی کے اندر اس کے گرنے سے آواز پیدا ہوئی اور پھر گہری خاموشی چھاگئی..... ارسلان کے حکم پر مجاہدوں نے پتھر کی سل باولی کے دہانے پر رکھ کر اسے بند کردیا..... کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"آپ لوگ باولی کے قریب رہ کر کم از کم شام تک اس کی نگرانی کریں گے..... اس کے بعد یہاں آنے کی ضرورت نہیں۔"

شیر خان خاموشی سے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا..... ارسلان نے اسے ساتھ لیا اور دونوں خفیہ کمیں گاہ میں واپس آگئے۔

اس روز شام کو کمانڈو ارسلان اور کمانڈو شیر خان کو تنظیم کی دلی شاخ کے لیڈر کا خفیہ پیغام موصول ہوا جس میں ان دونوں کو فوری طور پر دلی بلایا گیا تھا..... یہ پیغام وصول کرنے کے بعد ارسلان نے شیر خان سے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے وہاں کوئی ایمرجنسی پیدا ہوگئی ہے..... ہمیں آج رات ہی یہاں سے نکل جانا چاہئے۔"

شیر خان کہنے لگا۔

"میں تیار ہوں۔"

رات کا اندھیرا ہوجانے کے بعد دونوں نے جموں کے دیہاتیوں والا حلیہ بنایا اور خفیہ کمیں گاہ سے نکل کھڑے ہوئے..... ایک خاص مقام تک وہ جنگل میں پیدل چلتے رہے..... اس کے بعد مجاہد حسن جیپ لے کر موجود تھا..... وہ جیپ میں بیٹھ گئے.....

جیپ رات کی تاریکی میں ایک چھوٹی پہاڑی سڑک پر دوڑتی چلی گئی..... ایک خاص علاقے میں پہنچ کر انہوں نے مجاہد حسن کو واپس بھیج دیا اور ایک ٹیلے کی چڑھائی چڑھنے لگے..... یہ علاقے دونوں کمانڈوں مجاہدوں کے دیکھے بھالے تھے..... ٹیلے کی دوسری جانب ایک پہاڑی قصبہ تھا..... رات کے گیارہ بج رہے تھے..... ارسلان کہنے لگا۔

"یہاں سے جموں کے لئے لاری ہمیں منہ اندھیرے ہی مل سکتی ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔" شیر خان نے کہا۔ "ہم یہاں جنگل میں کسی جگہ انتظار کرتے ہیں۔"

وہ سڑک سے ہٹ کر ایک جگہ درختوں کے نیچے بیٹھ گئے..... شیر خان کہنے لگا۔

"ارسلان! تم کچھ دیر کے لئے سو جاؤ..... میں جاگ کر پہرہ دیتا ہوں..... اس کے بعد تم جاگ کر پہرہ دینا اور میں کچھ دیر آرام کرلوں گا۔"

"اچھا خیال ہے۔"

اور کمانڈو ارسلان وہیں گھاس پر لیٹ گیا..... تھوڑی ہی دیر کے بعد اس کے ہلکے ہلکے خراٹوں کی آواز آنے لگی..... وہ گہری نیند سوچکا تھا..... کمانڈو جب اپنی مہم پر مصروف عمل ہوتے ہیں تو اس قسم کے موقعوں کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے..... انہیں جب کبھی ایسا موقع ملتا ہے فوراً تھوڑی دیر سو جاتے ہیں..... دو گھنٹے کے بعد ارسلان کی اپنے آپ آنکھ کھلی، تاریکی میں اس نے شیر خان سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے میں ایک ڈیڑھ گھنٹہ ضرور سویا ہوں۔"

شیر خان نے مسکرا کر کہا۔

"تمہارا خیال درست ہے۔"

ارسلان اٹھ کر بیٹھ گیا اور بولا۔

"اب تم آرام کرلو۔"

اور شیر خان بھی وہیں لیٹ گیا..... تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی سو گیا..... کمانڈو

ارسلان بیٹھا سوچ رہا تھا کہ لیڈر نے انہیں دلی کس لئے بلایا ہے..... کوئی اہم کام ہی ہوگا، ورنہ کشمیر کے محاذ سے کسی کمانڈو مجاہد کو پیچھے نہیں بلایا جاتا..... دلی میں ان کے کچھ رضاکار کمانڈو ہر وقت موجود رہتے ہیں..... کوئی بڑا حساس مشن ہوگا جس کے لئے لیڈر نے اپنے ہاں کے آدمیوں کو چھوڑ کر صرف ارسلان اور شیر خان کو خاص طور پر دلی بلایا تھا۔

ارسلان اور شیر خان کے پاس بھارتی کرنسی کی شکل میں کافی رقم موجود تھی کہ وہ جالندھر یا امرتسر سے بذریعہ طیارہ بھی دلی جا سکتے تھے، مگر بھارتی بریگیڈیئر جگ موہن کے گم ہو جانے اور اس کی بیٹی کے اغوا اور اس کی واپسی کے بعد ایئرپورٹ پر خاص طور پر سکیورٹی سخت کر دی گئی تھی، چنانچہ انہوں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ جموں شہر سے براستہ پٹھان کوٹ امرتسر جانے والی بس نہیں پکڑیں گے، اس کی بجائے وہ شہر سے باہر جموں سری نگر روڈ پر کافی دُور آگے جا کر امرتسر جانے والی بس میں سوار ہوں گے، اس طرح وہ جموں میں پولیس کی چیکنگ سے بچ جائیں گے۔

چنانچہ منہ اندھیرے وہ قصبے کے لاری اڈے پر آ گئے..... یہاں سے جموں جانے والی لاری میں سوار ہو گئے..... اس وقت ابھی صبح نہیں ہوئی تھی، پچھلی رات کا اندھیرا چاروں طرف چھایا ہوا تھا..... ارسلان نے پرانے کمبل اور شیر خان نے ایک میلے سے کھیس کی بکل مار رکھی تھی۔

لاری کا سفر کافی لمبا تھا۔

باقی رات انہیں راستے میں ہی گزر گئی..... اگلا سارا دن لاری پہاڑیوں میں سفر کرتی رہی..... سہ پہر ہوئی تو لاری جموں توی کے نیم پہاڑی نیم میدانی علاقے میں داخل ہو چکی تھی..... جموں شہر سے دو تین میل ادھر ہی کمانڈو ارسلان اور شیر خان لاری سے اتر گئے اور سڑک سے ہٹ کر غیر آباد علاقے میں چل پڑے..... انہیں جموں شہر سے آگے پٹھان کوٹ امرتسر جانے والی سڑک پر پہنچنا تھا..... دونوں اس نیم پہاڑی علاقے سے بخوبی واقف تھے..... راستے میں ایک جگہ سے توی کا دریا آ گیا..... یہاں دریا ایک بڑی ندی کی شکل میں تھا..... ایک پل پر سے انہوں نے دریا پار کیا اور دوسری طرف چل پڑے..... سورج غروب ہو رہا تھا جب وہ ایک سڑک پر نکل آئے..... یہ سڑک امرتسر پٹھان کوٹ روڈ تھی..... جموں شہر سے وہ تین چار میل آگے نکل آئے تھے..... یہاں سڑک کے کنارے ایک جگہ بیٹھ کر وہ جموں سے آنے والی اور امرتسر جانے والی لاری کا انتظار کرنے لگے..... کوئی آدھے گھنٹے کے بعد ایک لاری دُور سے آتی دکھائی دی۔

کمانڈو ارسلان نے اسے ہاتھ کا اشارہ کیا..... لاری ان کے قریب آ کر رُک گئی..... دونوں اس میں سوار ہو گئے..... جموں شہر کی سخت چیکنگ سے تو وہ بچ گئے تھے..... اب ایک ہی خطرہ تھا کہ راستے میں چیک پوسٹ نہ ہو، کیونکہ ایک تو یہ سارا

حساس علاقہ تھا..... دوسرے پیر پنجال کے فوجی کیمپ کی واردات ہو چکی تھی جہاں کشمیری مجاہدوں نے پورے بھارتی فوجی کیمپ کو اُڑا دیا تھا۔

پٹھان کوٹ کے اڈے پر پولیس ضرور موجود تھی مگر باقاعدہ مسافروں کی چیکنگ نہیں ہو رہی تھی..... ارسلان اور شیر خان لاری میں ہی بیٹھے رہے..... یہاں سے لاری روانہ ہوئی تو امرتسر تک خاص بات نہ ہوئی اور وہ امرتسر پہنچ گئے۔ دلی جانے کے لئے وہ جالندھر کی بجائے امرتسر سے ٹرین پکڑنا چاہتے تھے..... جموں سے جالندھر تک ایک تو راستہ بڑا خطرناک تھا اور کسی جگہ بھی لاری کھڑی کروا کر ملٹری پولیس مسافروں کو چیک کر سکتی تھی..... دوسرے جالندھر شہر کے لاری اڈے پر ہر وقت سی آئی ڈی والے موجود ہوتے تھے جن کی تیز نگاہیں دیہاتی لباس میں بھی مجاہدین کو پہچان لیتی تھیں۔

دلی جانے والی ٹرین امرتسر ہی سے تیار ہوتی تھی..... امرتسر میں انہوں نے ایک معمولی سے ہوٹل بلکہ ڈھابے میں کھانا کھایا..... ڈھابہ بھارت کے پنجاب میں دکان کی طرز کا ہوٹل ہوتا ہے جہاں ویشنو کھانا یعنی صرف دال بھاجی ملتی ہے..... گوشت وغیرہ وہاں نہیں پکایا جاتا..... سٹیشن کے آس پاس کے ڈھابے ساری رات کھلے رہتے ہیں۔ وہ اِدھر اُدھر چلنے پھرنے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتے تھے، چنانچہ ڈھابے کے اندر ہی مٹی کے گلاسوں میں چائے منگوا کر بیٹھے رہے..... یہ انہوں نے معلوم کر لیا تھا کہ ٹرین صبح چھ بجکر بیس منٹ پر دلی جاتی ہے۔ اس وقت رات کے چار بج چکے تھے..... یعنی پو پھٹ چکی تھی، مگر موسم سردیوں کا تھا جس کی وجہ سے ابھی اندھیرا ہی تھا۔

ٹرین روانہ ہونے سے بیس منٹ پہلے وہ سٹیشن پر آ گئے..... اب وہ الگ الگ ہو گئے تھے..... ساتھ ساتھ نہیں چل رہے تھے..... انہیں دلی تک ٹرین میں الگ الگ بیٹھ کر سفر کرنا تھا..... انہوں نے اپنے اپنے طور پر ٹکٹ لئے اور پلیٹ فارم پر آ گئے..... ٹرین کھڑی تھی..... مسافروں کا کافی رش تھا..... دونوں الگ الگ ڈبوں میں

سوار ہو گئے..... ٹرین اپنے وقت پر روانہ ہو گئی..... راستہ خیریت سے کٹ گیا اور کمانڈو ارسلان اور کمانڈو شیر خان دلی پہنچ گئے۔

دلی سٹیشن کے باہر آ کر وہ ایک بار پھر مل گئے..... اپنی تنظیم کی دلی شاخ کے خفیہ دفتر کا انہیں علم تھا..... وہ ایک آٹو رکشا میں سوار ہو کر ایک خاص علاقے میں آ گئے جس کا نام ہم مصلحت کی وجہ سے نہیں بتائیں گے..... وہ تنظیم کے خفیہ ہیڈ کوارٹر میں آ گئے..... یہاں تنظیم کا پارٹی لیڈر ان کا انتظار کر رہا تھا..... جیسے ہی وہ دونوں لیڈر سے ملے..... لیڈر نے کہا۔

"تم نہا دھو کر تازہ دم ہو جاؤ..... پھر باتیں ہوں گی۔"

ارسلان اور شیر خان نہا کر تازہ دم ہو گئے اور لیڈر کے چھوٹے سے کمرے میں آ کر اس کے پاس بیٹھ گئے..... اس نے چائے اور بسکٹ وغیرہ منگوا رکھے تھے..... لیڈر پیالیوں میں خاموشی سے چائے انڈیلنے لگا..... کمانڈو ارسلان نے شیر خان کی طرف دیکھا..... شیر خان نے ذرا کھنکھارتے ہوئے لیڈر سے کہا۔

"سر! آپ کا پیغام ملتے ہی ہم کشمیر سے چل پڑے تھے۔"

لیڈر آہستہ سے بولا۔

"تمہیں ایسا ہی کرنا چاہئے تھا۔"

جب شیر خان نے بات شروع کر دی تو ارسلان نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"سر! کوئی ایمرجنسی پیدا ہو گئی ہے؟"

پارٹی لیڈر کہنے لگا۔

"چائے پی کر تر و تازہ ہو جاؤ..... پھر باتیں کریں گے۔"

کچھ دیر تک لیڈر ارسلان اور شیر خان سے کشمیر کے محاذ پر مجاہدوں کی سرفروشانہ سرگرمیوں کی باتیں کرتا رہا..... اس کے بعد اس نے کہا۔

"یہ بات کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہے کہ پاکستان اور بھارت دونوں اس وقت ایٹمی طاقت بن چکے ہیں..... بھارت کے عزائم جارحانہ ہیں، جبکہ پاکستان محض اپنے دفاع کی خاطر ایٹمی میدان میں اترا ہے..... سب سے پہلے ایٹمی دھماکہ بھارت نے کیا تھا..... خدا کا شکر ہے کہ پاکستان نے بھی اس کے جواب میں ایٹمی دھماکہ کر دیا اور بھارت بھیگی بلی کی طرح بیٹھ گیا، ورنہ ایٹمی دھماکے کے بعد اس کا لہجہ ہی بدل گیا تھا اور اس نے پاکستان کو دھمکیاں دینی شروع کر دی تھیں..... پاکستان کے دھماکے کے بعد بھارت کا لہجہ معمول پر آ گیا اور وہ دوستی اور بھائی چارے کی باتیں کرنے لگا، لیکن اندر سے وہ اپنی ایٹمی صلاحیتوں کو مزید بڑھانے کی خاطر ایٹمی میزائلوں اور نیوکلر وار ہیڈ پر کام کرتا رہا۔

پاکستان کی انٹیلی جنس بھارت کے ان مذموم اور جارحانہ عزائم سے بے خبر نہیں ہے، لیکن ہم دشمن کے گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں..... ہمیں اس کے اندر کی خبریں ملتی رہتی ہیں۔

لیڈر نے چائے کا ایک گھونٹ لیا اور رومال سے ہونٹ صاف کرنے کے بعد بولا۔

"ہماری انٹیلی جنس دشمن کے پیٹ میں بیٹھی ہوئی ہے اور ہمیں دشمن کے مذموم عزائم کی ایک ایک پل کی رپورٹ ملتی رہتی ہے، چنانچہ اس سلسلے میں ہمیں دو دن پہلے ایک خفیہ اطلاع ملی ہے جس کی رو سے بھارت کے ایٹمی کمیشن نے ایک ایسے نیوکلر وار ہیڈ پر کام شروع کر دیا ہے جو ایک انتہائی تیز رفتار میزائل کی شکل میں ہوگا اور جس میں یہ صلاحیت ہوگی کہ دو ہزار میل کے دائرے میں اگر کسی بھی جگہ سے کوئی ایٹمی میزائل چھوڑا جائے گا تو وہ انتہائی برق رفتاری کے ساتھ فضا میں پرواز کرتے ہوئے اس میزائل کو فائر کئے جانے کے فوراً بعد وہیں تباہ کر دے گا..... ہمیں یہ علم نہیں ہے کہ اس کے جواب میں پاکستان نے اس کا کوئی توڑ دریافت کیا ہے یا نہیں، لیکن ہم اپنے طور پر بھارت کے اس انتہائی برق رفتار اور خطرناک ترین میزائل شکن ایٹمی میزائل کا

فل کمپیوٹر ڈیٹا پاکستان تک پہنچانا چاہتے ہیں تاکہ پاکستان جو عالم اسلام کا قلعہ ہے..... اپنا پورا پورا دفاع کر سکے اور پاکستان کا سبز ہلالی پرچم آزاد فضاؤں میں لہراتا رہے۔"

کمانڈو شیر خان نے کہا۔

"سر! مجھے یقین ہے کہ پاکستان دشمن کے ان خطرناک عزائم سے بے خبر نہیں ہے اور ہمارے سائنس دان دشمن کو منہ توڑ جواب دینے کے لئے پوری سرگرمی سے کام کر رہے ہوں گے۔"

لیڈر کہنے لگا۔

"خدا کرے کہ ایسا ہی ہو اور مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہو رہا ہوگا..... اس کے باوجود ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے طور پر جہاد کشمیر کی کاز اور استحکام پاکستان کے لئے جو کچھ کر سکتے ہیں ضرور کریں۔"

کمانڈو ارسلان کہنے لگا۔

"سر! اس ایٹمی کمپیوٹر ڈیٹا کی پوزیشن کیا ہے؟"

لیڈر نے کہا۔

"اس کی پوزیشن یہ ہے کہ اسے کمپیوٹرائزڈ کر دیا گیا ہے، لیکن دشمن نے احتیاط کے طور پر اس کی ایک ماسٹر کاپی تیار کر کے رکھ لی گئی ہے..... ہم دشمن کو اس کے اس ایٹمی ڈیٹا سے محروم نہیں کر سکتے، کیونکہ یہ سب کچھ کمپیوٹروں میں فیڈ ہو چکا ہے..... ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ اس ایٹمی ڈیٹا کی ایک کاپی ڈسک کسی طرح ہمارے پاس آ جائے اور ہم اس کی دو تین کاپیاں نکال کر ایک کاپی پاکستان میں پہنچا دیں اور باقی کاپیاں ہم کسی انتہائی محفوظ جگہ پر چھپا کر رکھ لیں..... یہ ہماری اخلاقی میدان میں بھی بہت بڑی فتح ہوگی..... اس سے نہ صرف بھارت کی خفیہ ایجنسیوں کا وقار خاک میں مل جائے گا، بلکہ کشمیری مجاہدین کا مورال بھی بلند ہوگا۔"

کمانڈو شیر خان نے کہا۔

"سر! ہمیں یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ ایٹمی ڈیٹا کی ڈسک کی کاپیاں کہاں کہاں رکھی گئی ہیں..... ہم کمپیوٹر میں فیڈ کیا ہوا ڈیٹا تو نہیں اُڑا سکتے، لیکن اس کی ڈسک سر توڑ کوشش کر کے حاصل کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔"

لیڈر کہنے لگا۔

"ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ بھارتی ایٹمی ڈیٹا کی اس وقت کتنی ڈسکیں بھارت کے اٹامک کمشن کی تحویل میں ہیں، لیکن ایک اطلاع ہم تک ضرور پہنچ چکی ہے۔"

"وہ کیا ہے سر؟" کمانڈر ارسلان نے پوچھا۔

لیڈر نے کہا۔

"وہ اطلاع یہ ہے کہ اس ایٹمی ڈیٹا ڈسک کی ماسٹر کاپی انڈین اٹامک انرجی کمیشن کے دلی ہیڈ کوارٹر سے اٹامک کمیشن کے مدراس ہیڈ کوارٹر میں لے جائی جا رہی ہے۔ آپ کا مشن یہ ہو گا کہ آپ اس ایٹمی ڈیٹا ڈسک کی ماسٹر کاپی کو دلی اور مدراس کے راستے میں ہی اپنے قبضے میں کر لیں گے۔"

یہاں کمانڈو شیر خان نے ایک سوال اٹھایا..... اس نے کہا۔

"سر! ماسٹر کاپی کے گم ہو جانے کے بعد یقینی طور پر بھارت کی انٹیلی جنس یہی سمجھے گی کہ ان کا ایٹمی راز چرا کر پاکستان پہنچا دیا گیا ہے..... اس صورت حال میں بھارت کے ایٹمی سائنس دان اس ماسٹر کاپی کے فیڈ کئے ہوئے کمپیوٹر ڈیٹا میں بعض ایسی ٹیکنیکل تبدیلیاں کر دیں گے جس کے بعد ہمارے ہاتھ آئی ہوئی ایٹمی راز کی ڈسک کا ڈیٹا بیکار ہو جائے گا۔"

کمانڈو ارسلان نے شیر خان کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"سر! شیر خان کا کہنا بالکل صحیح ہے..... ہمیں کسی ایسی ترکیب پر عمل کرنا ہو گا کہ بھارت کی انٹیلی جنس اور بھارت کے اٹامک کمیشن کو یہ علم ہی نہ ہو سکے کہ ایٹمی ڈیٹا ڈسک کا راز کسی دوسرے ملک تک پہنچ چکا ہے اور ڈسک بھی ہمارے ہاتھ آ جائے"۔

لیڈر نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے کہ ہمیں یہ نکتہ معلوم نہیں تھا؟ ہمیں معلوم تھا کہ ایٹمی راز والی ڈسک غائب ہو جانے کے بعد بھارت کا ایٹمی کمیشن لازمی طور پر ایٹمی میزائل کے نیوکلر ڈیٹا میں بعض ایسی ٹیکنیکل تبدیلیاں کر دے گا کہ ہمارے ہاتھ آئی ہوئی ڈسک اور ایٹمی راز بیکار ہو جائے گا۔"

کمانڈو شیر خان نے پوچھا۔

"سر! پھر اس کا کیا حل آپ نے سوچا ہے؟"

لیڈر کہنے لگا۔

"اس کا حل ہم نے پہلے ہی سوچ رکھا تھا اور جو حل ہم نے سوچا ہے وہ آپ کے مشن کا سب سے اہم حصہ ہے۔"

ارسلان نے پوچھا۔

"سر! کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ وہ حل کیا ہے؟"

"کیوں نہیں؟" لیڈر نے کہا۔ "وہ حل آپ کو بتانا انتہائی ضروری ہے..... کیونکہ اگر آپ نے اس ترکیب پر عمل نہ کیا تو آپ کا مشن بے فائدہ ہو گا..... بیکار ہو گا لیکن ہم نے جو حل سوچ رکھا ہے وہ ابھی آپ کو نہیں بتایا جائے گا، کیونکہ ابھی ہمیں یہ حتمی طور پر معلوم نہیں ہے کہ یہ ایٹمی ڈسک دلی سے مدراس کب اور کس ذریعے سے پہنچائی جا رہی ہے..... عام طور پر اس قسم کا خفیہ ڈیٹا ایک ہیڈ کوارٹر سے دوسرے ہیڈ کوارٹر میں کمپیوٹر کے ذریعے ٹرانسمٹ کیا جاتا ہے، لیکن اس ایٹمی راز کی ڈسک کی ماسٹر کاپی ہمیشہ کوئی ذمے دار افسر سکیورٹی ٹیم کی حفاظت میں خود لے کر جاتا ہے..... سب سے پہلے ہمیں یہ سراغ لگانا ہے کہ ایٹمی راز کی ڈسک کس روز دلی سے مدراس لے جائی جا رہی ہے اور کسی ذریعہ سفر سے لے جائی جا رہی ہے۔"

کمانڈو شیر خان بولا۔

"سر! جہاں تک میرا خیال ہے اسے بذریعہ ہوائی جہاز لے جایا جائے گا..... اتنے اہم راز اور اہم رین خفیہ ڈیکومنٹ کے لئے کوئی زمینی ذریعہ سفر اختیار نہیں کیا جاسکتا..... ہمارا اپنا بھی یہی خیال ہے کہ یہ ماسٹر کاپی ایئر انڈیا کی کسی فلائٹ میں مدراس پہنچائی جائے گی۔"

ارسلان نے یہاں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"سر! میرا خیال ہے کہ اتنا اہم ڈاکومنٹ یعنی یہ ماسٹر کاپی انڈین اٹامک کمیشن عام ایئر انڈیا کی فلائٹ میں بھیجنے کی غلطی نہیں کریں گے..... وہ بڑی آسانی سے اسے انڈین ایئر فورس کے کسی طیارے میں بھیج سکتے ہیں۔"

لیڈر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"انڈیا کی انٹیلی جنس اتنی بے وقوف نہیں ہے، اسے معلوم ہے کہ کشمیری مجاہدین کی انٹیلی جنس سارے بھارت میں پھیلی ہوئی ہے اور ہمارے آدمی بھارت کے ہر ایئرپورٹ پر موجود ہوتے ہیں اور جب وہ اٹامک کمیشن کے کسی سویلین آفیسر کو انڈین ایئر فورس کے طیارے میں سوار ہوتے دیکھیں گے تو قدرتی طور پر انہیں شک پڑے گا کہ اس فلائٹ کے ذریعے کوئی اہم راز لے جایا جارہا ہے اور مجاہد اس جہاز کو تباہ کرنے کی ضرور کوشش کریں گے..... اگر جہاز کو تباہ نہ کیا جاسکا تو کم از کم مجاہدین کی انٹیلی جنس اس سویلین اٹامک آفیسر کے پیچھے ضرور لگ جائے گی، چنانچہ مجھے یقین ہے کہ یہ ماسٹر کاپی ایئر انڈیا کی کسی عام فلائٹ میں مدراس پہنچائی جائے گی۔ اگر اٹامک کمیشن کے سویلین آفیسر کو کوئی مجاہد دیکھ بھی لے گا تو وہ یہی سمجھے گا کہ وہ کسی سرکاری یا نجی کام سے دوسرے مسافروں کے ساتھ مدراس جارہا ہے اور اسی طرح سے بھارت کے ایٹمی راز کی ماسٹر کاپی مکمل حفاظت کے ساتھ دلی سے مدراس پہنچادی جائے گی۔"

کمانڈو شیر خان نے زیر لب مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"سر! فرض کرلیا کہ بھارت اپنے اہم ترین ایٹمی راز کی ماسٹر کاپی ایئر انڈیا کی عام

فلائٹ میں ہی مدراس بھیجتا ہے..... اس صورت میں ہم کون سی ایسی حکمت عملی اختیار کریں گے کہ ایٹمی راز کی ماسٹر کاپی بھی ہمارے قبضے میں آجائے اور بھارت کی انٹیلی جنس کو یہ بھی علم نہ ہو کہ اس کا ایک اہم ایٹمی راز چرالیا گیا ہے؟"

لیڈر نے ہنس کر کہا۔

"شیر خان! میں جانتا ہوں تم مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو، لیکن جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں میں اس منصوبے کا راز ابھی آپ لوگوں کو نہیں بتاؤں گا جو ہم نے سوچ رکھا ہے، لیکن وقت آنے پر سب سے پہلے وہ منصوبہ آپ دونوں کو ہی بتایا جائے گا، کیونکہ اس پر عمل آپ نے ہی کرنا ہے۔" پہلے ہمیں یہ معلوم کرلینے دو کہ یہ ایٹمی ماسٹر کاپی کب اور کس طریقے سے دلی سے مدراس پہنچائی جارہی ہے۔"

دلی میں مجاہدوں کی تنظیم کے خفیہ سراغ رساں بڑی گرم جوشی سے یہ معلوم کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ ایٹمی راز کی ماسٹر کاپی کب اور کس ذریعے سے مدراس بھیجی جارہی ہے..... کمانڈو ارسلان اور شیر خان تنظیم کی خفیہ کمیں گاہ میں ہی رہے..... اس نئے مشن کے شروع ہونے تک لیڈر نے انہیں ہدایت کررکھی تھی کہ ان کا وہاں چھپے رہنا ہی ٹھیک ہے..... لیڈر نہیں چاہتا تھا کہ اس دوران باہر کا کوئی آدمی ان میں سے کسی کی شکل دیکھے..... اس طرح ان کے مشن کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔

تین دن گزر گئے..... چوتھے دن شام کو اپنا ایک مجاہد کمیں گاہ پر آیا اور اس نے لیڈر کو بتایا کہ چار دن بعد ایٹمی راز کی ماسٹر کاپی ایک سویلین ٹرانسپورٹ طیارے کے ذریعے دلی سے مدراس لے جائی جارہی ہے..... اس وقت ارسلان اور شیر خان بھی وہاں موجود تھے..... لیڈر نے جاسوس مجاہد سے پوچھا۔

"جو آدمی ماسٹر کاپی لے جارہا ہے اس کا بائیو ڈیٹا کیا ہے؟"

مجاہد ایک ایک بات کی خبر لے کر آیا تھا..... اس نے کہا۔

"ایٹمی راز کی ماسٹر کاپی اٹامک انرجی کمیشن کا ایک بوڑھا ہیڈ کلرک لے جارہا

ہے..... ان لوگوں نے کسی سائنس دان کو جان بوجھ کر نہیں بھیجا کہ اسے دیکھ کر کسی کو شک نہ پڑ جائے کہ طیارے میں کوئی خفیہ ایٹمی دستاویز لے جائی جا رہی ہے..... اس ہیڈ کلرک کا نام سریش پانڈے ہے..... اس کی عمر ساٹھ پینسٹھ کے درمیان ہے..... میں اس کی ایک فوٹو بھی لایا ہوں۔"

اور مجاہد نے بٹوے میں سے ایک چھوٹے سائز کی فوٹو نکال کر لیڈر کو دی..... لیڈر نے فوٹو کو غور سے دیکھا..... پھر ارسلان اور شیر خان کو دے دی..... وہ بھی فوٹو غور سے دیکھنے لگے..... یہ سریش پانڈے یعنی انرجی کمیشن کے ہیڈ آفس کے ہیڈ کلرک کی پاسپورٹ سائز کی فوٹو بھی..... مجاہد جاسوس کہنے لگا۔

"یہ تصویر ہم نے اس فوٹو سٹوڈیو سے حاصل کی ہے جہاں سے اس نے اپنا شناختی کارڈ دوبارہ جاری کروانے کے لئے بنوائی تھی۔"

لیڈر نے کہا۔

"ہمیں اس کی تین کاپیاں چاہئیں۔"

مجاہد بولا۔

"کل آپ کو مل جائیں گی..... یہ آپ اپنے پاس ہی رکھیں..... اس کا نیگیٹو فوٹو سٹوڈیو میں موجود ہے..... ہم اس کی تین مزید کاپیاں نکلوا لیں گے۔"

لیڈر نے پوچھا۔

"یہ ٹرانسپورٹ طیارہ دلی کے ایئرپورٹ سے کس وقت روانہ ہو گا؟"

مجاہد جاسوس نے جیب سے چھوٹی سی نوٹ بک نکال لی تھی..... اس کے ایک صفحے پر نگاہ ڈالنے کے بعد کہنے لگا۔

"یہ طیارہ چار دن بعد رات کے ڈیڑھ بجے دلی سے پرواز کرے گا..... اسے خاص طور پر ایک فرضی صنعت کار کے نام سے چارٹرڈ کیا گیا ہے جس کے بارے میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس میں انڈیا کی قدیم تاریخی نوادرات لے جائی جا رہی ہیں۔"

لیڈر نے سراغ رساں مجاہد سے کہا۔

"ہمیں اس ہیڈ کلرک سریش پانڈے کے بارے میں پوری معلومات درکار ہوں گی کہ وہ کہاں رہتا ہے۔"

مجاہد بولا۔

"میں اس بارے میں پورا پتہ کر کے آیا ہوں، بلکہ میں نے اس کے سرکاری مکان کا ایک فوٹو بھی اتار لیا ہے۔"

مجاہد نے ایک لفافے میں سے دوسری تصویر نکال کر لیڈر کو دی..... اس کے ساتھ ایک کاغذ بھی تھا جس پر سریش پانڈے کے مکان کا پورا ایڈریس لکھا ہوا تھا..... لیڈر نے یہ چیزیں ایک نظر دیکھیں اور ارسلان اور شیر خان کی طرف بڑھا دیں۔

لیڈر کہنے لگا۔

"یہ آدمی سریش پانڈے ایک بڑی اہم دستاویز لے جا رہا ہے اور اس کی فلائٹ کا ٹائم آدھی رات کے بعد کا ہے..... ظاہر ہے اسے اٹامک انرجی کمیشن کی گاڑی گھر سے ایئرپورٹ پہنچائے گی۔"

مجاہد سراغ رساں نے کہا۔

"سرسری طور پر ہمیں پتہ چلا ہے کہ اٹامک کمیشن اس معاملے میں بے حد احتیاط سے کام لے رہا ہے..... اس خیال سے کہ آدھی رات کو اٹامک کمیشن کی گاڑی میں ایک ہیڈ کلرک کو آتے دیکھ کر ایئرپورٹ پر موجود مجاہد تنظیم کی انٹیلی جنس کو شک نہ پڑے..... سریش پانڈے کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ رات کے وقت ٹیکسی پکڑ کر ایئرپورٹ پہنچے..... دلی میں ساری رات ٹیکسیاں چلتی رہتی ہیں اور ہر علاقے میں رات کے کسی بھی وقت ٹیکسی آسانی سے مل جاتی ہے۔"

اس موقع پر کمانڈو شیر خان نے کہا۔

"اس آدمی کے ساتھ سکیورٹی کا کیا انتظام ہو گا؟"

سراغ رساں مجاہد نے کہا۔

"ہمیں جو رپورٹ ملی ہے اس کے مطابق سریش پانڈے کے ساتھ سکیورٹی گارڈ ضرور ہوں گے لیکن یہ سکیورٹی گارڈ ایک تو ایئرپورٹ پر اسے اپنی حفاظت میں لیں گے اور دوسرے یہ گارڈ سویلین کپڑوں میں ہوں گے اور سریش پانڈے سے دُور دُور رہیں گے۔"

ایسے لگ رہا تھا کہ لیڈر کسی گہری سوچ میں ہے..... جب سراغ رساں مجاہد نے بتایا کہ سکیورٹی گارڈ ایئرپورٹ پر اسے اپنی حفاظت میں لیں گے تو اس نے گہری سوچ سے ذرا سا چونکتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ سریش پانڈے ماسٹر کاپی لے کر جب اپنے کوارٹر یا فلیٹ سے رات کے وقت نکلے گا تو اس وقت اس کے ساتھ سکیورٹی گارڈ نہیں ہوں گے۔"

مجاہد بولا۔

"ہماری اطلاع تو یہی ہے کہ سکیورٹی گارڈ ایئرپورٹ پر اس کے ساتھ شامل ہو جائیں گے اور طیارے میں ساتھ ہی سفر کریں گے۔"

لیڈر نے کہا۔

"ٹھیک ہے..... اس مشن نے خود ہمیں کامیابی کا راستہ دکھا دیا ہے..... اب ایک اور بات جاننا ضروری ہے اور وہ یہ کہ یہ دستاویز یعنی بھارتی ایٹمی راز کی ماسٹر کاپی سریش پانڈے کیسے لے جا رہا ہے؟ ظاہر ہے اس کے ساتھ کوئی سیکریٹ فائل بھی ہو گی..... خالی ڈسک تو نہیں ہو گی..... وہ اسے جیب میں ڈال کر نہیں لے جائے گا۔"

سراغ رساں مجاہد نے کہا۔

"ہم نے اس ہیڈ کلرک سریش پانڈے کا جو مشاہدہ کیا ہے اس کے مطابق یہ شخص ہمیشہ اپنے ساتھ ایک بریف کیس رکھتا ہے جس میں وہ دفتر کے بعض ضروری کاغذات فلیٹ پر لاتا ہے اور صبح دفتر جاتے وقت ساتھ ہی لے جاتا ہے۔"

لیڈر نے خاص طور پر کہا۔

"ہمیں کل ہی اس آدمی کے بریف کیس کی ایک دو تین تصویریں چاہئیں..... یہ فوٹو مختلف زاویوں سے اعلیٰ ترین کیمرے سے اتاری جانی چاہئیں تاکہ ہم اسے بڑے سائز میں کر کے اس کا پوری طرح سے مشاہدہ کر سکیں..... یاد رکھنا اس بریف کیس نے اس مشن میں بڑا اہم کردار ادا کرنا ہے..... یہ فوٹو ہمیں کل شام تک مل جانے چاہئیں۔"

"انشاءاللہ! آپ کو مطلوبہ تصویریں مل جائیں گی۔"

مجاہد نے کہا۔

"میں خود لے کر آجاؤں گا۔"

اس کے بعد مجاہد سراغ رساں چلا گیا..... اس کے جانے کے بعد لیڈر نے ارسلان اور شیر خان سے کہا۔

"کل صبح تمہیں آفس ٹائم سے ایک آدھ گھنٹہ پہلے اس ہیڈ کلرک سریش پانڈے کے علاقے میں اس کے فلیٹ کے سامنے پہنچ جانا ہو گا..... ایک تو تمہیں اس کی شکل و صورت کو اچھی طرح سے شناخت کرنا ہو گا۔ دوسرے تمہیں اس کے بریف کیس کا بھی اچھی طرح سے جائزہ لینا ہو گا، مگر یہ سارا کام تم نے دُور زیادہ دُور نہیں مناسب فاصلے پر رہ کر کرنا ہو گا..... اس کے علاوہ تمہیں اس علاقے کا مشاہدہ کرنا ہو گا کہ وہاں ٹیکسی سٹینڈ کہاں پر ہے..... یہ معلوم کرنا ہو گا کہ رات کے وقت وہاں ٹیکسی آسانی سے دستیاب ہوتی ہے یا نہیں..... اگر دستیاب ہوتی ہے تو کہاں سے مل جاتی ہے وغیرہ وغیرہ..... ہو سکتا ہے سریش پانڈے جب دفتر جانے کے لئے گھر سے نکلے تو اس وقت ہمارا کوئی مجاہد بھی اپنے طاقتور کیمرہ لئے سریش پانڈے کے بریف کیس کی تصویریں اتارنے کے لئے آس پاس کہیں موجود ہو..... تم صرف سریش پانڈے کی شکل کو اپنے ذہن میں اچھی طرح سے بٹھاؤ گے اور اس کے بریف کیس کا پورا پورا مشاہدہ کرو گے..... اس کے بعد تم یہاں واپس آجاؤ گے۔"

"او کے سر!" ارسلان بولا۔

دلی میں سرکاری دفاتر کا ٹائم صبح نو بجے سے پانچ بجے تک کا تھا..... کمانڈو ارسلان اور شیر خان صبح صبح بیدار ہوگئے..... انہوں نے اپنے حلئے میں صرف یہ تبدیلی کی کہ نقلی مونچھیں لگالیں اور خفیہ کمیں گاہ سے نکل کر ایک جگہ سے آٹو رکشا میں سوار ہوئے اور اس علاقے میں آگئے جہاں اٹامک کمیشن کے ہیڈ کلرک سریش پانڈے کا فلیٹ تھا..... فلیٹ کا پورا ایڈریس ان کے پاس موجود تھا..... یہ نئی دلی کا فیشن ایبل علاقہ تھا اور یہاں سرکاری ملازمین کے لئے فلیٹ بنے ہوئے تھے..... یہ فلیٹ چھ منزلہ تھے۔

ارسلان اور شیر خان نے کھدر کا کرتہ پاجامہ پہن رکھا تھا..... گرم کوٹ کے اوپر ایک گرم چادر بھی اوڑھ رکھی تھی..... انہوں نے سریش پانڈے کا فلیٹ دیکھ لیا تھا..... پھر فلیٹ کی عمارت کے سامنے چھوٹے سے پارک میں اس طرح بیٹھ گئے جیسے کسی کا انتظار کر رہے ہوں..... ٹھیک وقت پر ایک ادھیڑ عمر آدمی فلیٹ میں سے نکلا..... ارسلان اور شیر خان نے اسے فوراً پہچان لیا..... یہ وہی آدمی تھا جس کی فوٹو انہوں نے رات کو دیکھی تھی..... اس نے پرانا ڈھیلا ڈھالا گرم سوٹ پہنا ہوا تھا..... سر پر ہندوانہ گول کالی ٹوپی تھی..... نظر کی عینک لگی ہوئی تھی..... اس کے ہاتھ میں کالے رنگ کا چھوٹے سائز کا بریف کیس تھا..... گلے میں گلوبند لپیٹ رکھا تھا..... وہ آہستہ آہستہ چلتا جب ارسلان اور شیر خان کے قریب سے گزرا تو دونوں نے اس کے بریف کیس کو بڑے غور سے دیکھا..... یہ ادھیڑ عمر شخص سریش پانڈے تھا..... سریش پانڈے جب پندرہ بیس قدم آگے نکل گیا تو ارسلان اور شیر خان بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔

دفتروں کا وقت ہو چکا تھا..... سڑک پر ٹریفک جاری تھی..... سریش پانڈے سڑک پر آکر بس سٹاپ کے سائبان کے نیچے آکر بنچ پر بیٹھ گیا..... ارسلان اور شیر خان کچھ فاصلے پر کھڑے اس کو دیکھنے لگے..... اتنے میں بس آگئی..... سریش پانڈے بھی دوسرے مسافروں کے ساتھ بس میں سوار ہو گیا اور بس چل پڑی.....

ارسلان نے شیر خان سے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں جن چیزوں کے مشاہدے کے لئے کہا گیا تھا ان کا مشاہدہ ہم نے کر لیا ہے۔"

شیر خان نے جواب دیا۔

"مشاہدہ تو کر لیا ہے، لیکن ابھی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی کہ لیڈر کا منصوبہ کیا ہے..... یعنی ہم اس شخص سے ماسٹر کاپی کیسے حاصل کر سکیں گے..... ماسٹر کاپی اس شخص سے چھین لینا کوئی مشکل کام نہیں ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کیسے ہوگا کہ ایٹمی راز کی ماسٹر کاپی سریش پانڈے کے پاس بھی رہے اور ہمارے پاس بھی آجائے..... یعنی وہ اور انٹیلی جنس یہی سمجھے کہ ماسٹر کاپی چوری نہیں ہوئی۔"

شیر خان نے مسکرا کر کہا۔

"یہ مسئلہ میری سمجھ میں بھی ابھی تک نہیں آیا..... بہر حال اس راز پر سے لیڈر کے پردہ اٹھانے کے بعد ہی کچھ پتہ چلے گا۔" میرا خیال ہے اب ہمیں واپس چلنا چاہئے..... ہمیں زیادہ لوگوں میں چلنے پھرنے سے منع کیا گیا ہے۔"

اور دونوں مجاہد کمانڈو واپس خفیہ کمیں گاہ کی طرف چل دیئے..... وہاں آکر انہوں نے لیڈر کو رپورٹ کی اور بتایا کہ انہوں نے سریش پانڈے کو بھی شناخت کر لیا ہے..... اس کا مکان بھی دیکھ لیا ہے اور اس کے بریف کیس کا بھی اچھی طرح سے مشاہدہ کیا ہے۔

شام ہوئی تو سراغ رساں مجاہد سریش پانڈے کے بریف کیس کی مزید تصویریں لے کر آگیا..... یہ تصویریں دُور کھڑے ہو کر بڑے طاقتور زوم لینز سے اتاری گئی تھیں اور بے حد صاف تھیں..... بریف کیس جس کمپنی نے بنایا تھا کونے میں ایک طرف لکھا ہوا اس کا نام بھی صاف دکھائی دے رہا تھا۔

لیڈر نے سراغ رساں مجاہد سے کہا۔

"ہمیں بالکل اسی طرح کا ایک نیا بریف کیس چاہئے۔"

مجاہد بولا۔

"مل جائے گا..... کرافورڈ مارکیٹ میں اس کمپنی کے بریف کیس مل جاتے ہیں..... میں کل لے آؤں گا۔"

لیڈر نے مجاہد سراغ رساں سے اس ٹرانسپورٹ طیارے کے بارے میں گفتگو شروع کر دی جس کے ذریعے ایٹمی ڈیٹا کی ماسٹر کاپی مدراس لے جائی جا رہی تھی..... لیڈر نے پوچھا۔

"یہ طیارہ ایئرپورٹ کے کس ہینگر میں کھڑا ہوتا ہے؟"

مجاہد بولا۔

"سارے ٹرانسپورٹ طیارے ہینگر نمبر 3 میں ہی رات کو کھڑے کئے جاتے ہیں..... میرا خیال ہے یہ ٹرانسپورٹ طیارہ جس میں ایٹمی راز والی ماسٹر کاپی لے جائی جا رہی ہے یہ بھی ہینگر نمبر 3 میں ہی کھڑا کیا جاتا ہوگا۔"

لیڈر نے کہا۔

"خیال نہیں..... ہمیں تصدیق شدہ اطلاع ملنی چاہئے کہ خاص طور پر یہ ٹرانسپورٹ طیارہ کون سے ہینگر میں رات کو پارک کیا جاتا ہے اور اس ہینگر کا حدود اربع کیا ہے..... وہاں رات کو سکیورٹی کی صورت حال کیا ہوتی ہے۔"

سراغ رساں مجاہد بولا۔

"ٹھیک ہے سر! یہ ساری تصدیق شدہ اطلاعیں آپ کو کل ہی مل جائیں گی۔"

اگلے دن سراغ رساں مجاہد آیا تو پلاسٹک کے شاپر بیگ میں بریف کیس تھا..... اس نے بریف کیس لیڈر ارسلان اور شیر خان کو دکھایا..... یہ بالکل نیا بریف کیس تھا اور ہو بہو ویسا ہی تھا جیسا بریف کیس سریش پانڈے کے پاس تھا..... کونے میں اسی طرح کمپنی کا نام اور ان کا مونوگرام بنا ہوا تھا۔

کمانڈو شیر خان نے کہا۔

"سریش پانڈے کے پاس جو بیگ ہم نے دیکھا ہے وہ اتنا نیا نہیں تھا..... ذرا پرانا لگتا تھا۔"

لیڈر کہنے لگا۔

"اس نئے بریف کیس کو پرانا بنا دیا جائے گا..... اسے ہو بہو ویسا ہی لگنا چاہئے جیسا بریف کیس سریش پانڈے کے پاس ہے۔"

اس کے بعد لیڈر نے مجاہد سراغ رساں سے اس ٹرانسپورٹ طیارے کے بارے میں پوچھنا شروع کر دیا جس میں سریش پانڈے کے بریف کیس میں بند کر کے ایٹمی راز کی ماسٹر کاپی مدراس پہنچائی جا رہی تھی..... لیڈر نے پوچھا۔

"اس طیارے کے بارے میں تمہاری رپورٹ کیا ہے؟"

سراغ رساں مجاہد نے کہا۔

"اس خاص ٹرانسپورٹ طیارے کا نمبر L-119 ہے..... یہ دو انجنوں والا بڑا جیٹ طیارہ ہے۔"

"جہاں رات کو یہ طیارہ کھڑا کیا جاتا ہے اس کی پوزیشن کیا ہے؟" لیڈر نے پوچھا۔

مجاہد کہنے لگا۔

"اس کی پوزیشن یہ ہے کہ ہینگر نمبر 3 میں یہ طیارہ رات کو پارک ہوتا ہے..... ہینگر جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں بہت بڑا ہے..... اس کا صرف ایک ہی بڑا گیٹ ہے جو کمپیوٹر کی مدد سے کھلتا اور بند ہوتا ہے..... اس کے علاوہ ہینگر بند ہو یا کھلا ہو وہاں چوبیس گھنٹے فوجی گارد کا پہرہ ہوتا ہے۔"

لیڈر نے پوچھا۔

"ہینگر کے روشن دان کتنے ہیں اور زمین سے ان کی بلندی کتنی ہے؟"

مجاہد نے کہا۔

"روشن دان میں نے گنے نہیں..... دس ایک ضرور ہوں گے، مگر زمین سے ان کی اونچائی ساٹھ ستر فٹ سے کم نہیں ہے، کیونکہ ہینگر کی دیواریں بہت اونچی ہیں اور روشن دان چھت کے قریب بنائے گئے ہیں..... ہر روشن دان پر لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی ہیں۔"

لیڈر خاموش ہو گیا..... وہ کچھ سوچ رہا تھا..... کمانڈو شیر خان اور ارسلان اس کے قریب بیٹھے تھے..... وہ بھی خاموش تھے، اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ لیڈر اپنے منصوبے کے مطابق مجاہد سراغ رساں سے معلومات حاصل کر رہا ہے..... لیڈر نے مجاہد سے کہا۔

"تمہیں یہ معلوم ہے کہ طیارے میں جو نوادرات کے کریٹ جا رہے ہیں وہ کس کمپنی کے ذریعے بھجوائے جا رہے ہیں؟"

مجاہد نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"سر! یہ تو پتہ کرنا پڑے گا۔"

لیڈر نے کہا۔

"یہ تمہیں کل دن کے گیارہ بجے تک ہر حالت میں پتہ کرنا ہوگا، کیونکہ ہمارے پاس وقت کم ہے۔"

مجاہد بولا۔

"میں پتہ کر لوں گا۔"

لیڈر نے کہا۔

"ایک تو یہ پتہ کرنا ہوگا کہ نوادرات کی کمپنی نے سارا مال ایئرپورٹ تک پہنچانے کا ٹھیکہ کس کمپنی کو دیا ہے اور دوسرے یہ کہ مال کے کریٹ کس جگہ سے ٹرکوں پر لاد کر ایئرپورٹ تک لے جائے جائیں گے..... یہ بہت ہی ضروری ہے، اس بارے میں ہمیں پوری تفصیل چاہئے۔"

مجاہد سراغ نے کہا۔

"میں پوری معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔"

وہ چلا گیا..... مجاہد کے جانے کے بعد لیڈر ارسلان اور کمانڈو شیر خان کی طرف متوجہ ہوا..... کہنے لگا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم یہ معلوم کرنے کے لئے بے تاب ہو گے کہ آخر میرا منصوبہ کیا ہے؟ پلان کیا ہے؟ اب وقت آ گیا ہے کہ میں اپنا پلان تمہیں بتا دوں کیونکہ اس پلان، اس منصوبے کو تم لوگوں نے ہی کامیاب بنانا ہے۔"

اس کے بعد لیڈر نے دونوں کمانڈو مجاہدوں کو اپنا پورا منصوبہ بتایا اور کہا۔

"میرے نزدیک یہی ایک طریقہ ہے جس پر اگر ہم عمل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی..... بھارت کی ایٹمی راز کی ماسٹر کاپی بھی ہمارے ہاتھ آ جائے گی اور بھارت کی انٹیلی جنس کبھی سوچ بھی نہیں سکے گی کہ ان کا ایٹمی راز چوری ہو گیا ہے۔"

کمانڈو ارسلان کہنے لگا۔

"سر! آپ کا پلان واقعی بہت سوچ سمجھ کر تیار کیا گیا ہے..... ہم اسے کامیاب بنانے کے لئے اپنی جان تک لڑا دیں گے۔"

لیڈر نے کہا۔

"تمہیں اپنی جان لڑانی ہی ہو گی، کیونکہ اس کے سوائے دوسرا کوئی چارہ بھی نہیں ہے..... یہ ایک طرح سے ہم ایک تیر سے دو نشانے لگائیں گے۔"

پھر اس نے کمانڈو شیر خان سے اس کی رائے پوچھی تو اس نے کہا۔

"سر! اس منصوبے کے دو تین مرحلے بڑے نازک ہیں اور ہمیں پھونک پھونک کر قدم اٹھانا پڑے گا، لیکن آپ ہم پر اعتماد کر سکتے ہیں، انشاء اللہ! ہم اس امتحان میں پورے اتریں گے۔"

"انشاءاللہ!" لیڈر نے شیر خان کی تائید کی۔

کمانڈو ارسلان کہنے لگا۔

"سریش پانڈے کے بریف کیس اور طیارے میں لادے جانے والے کریٹوں میں سے کسی ایک کریٹ پر جو ہم دھماکہ خیز مواد چسپاں کریں گے اس کے بارے میں ہمیں یقین ہونا چاہئے کہ وہ وقت پر ہمیں دھوکا نہیں دے گا، کیونکہ یہ سارا کام ریموٹ کنٹرول نے کرنا ہے۔"

لیڈر نے کہا۔

"ہمارے پاس جو دھماکہ خیز مواد ہے وہ انتہائی جدید اور قابل اعتماد ہے، لیکن کسی اتفاق سے بچنے کی خاطر ہم اس لئے دو جگہوں پر یہ دھماکہ خیز مواد لگا رہے ہیں..... یہ مواد ایک ہلکے نسواری رنگ کی سکاچ ٹیپ کی شکل میں ہوگا..... ایک ٹیپ ٹرانسپورٹ طیارے میں رکھے جانے والے کسی کریٹ کے ساتھ چسپاں کی جائے گی اور دوسری ٹیپ ہم اس بریف کیس میں رکھ دیں گے جو سریش پانڈے اپنے ہاتھ میں لے کر طیارے میں سوار ہوگا..... اگر فرض کر لیا کہ کسی ٹیکنیکل خرابی کی وجہ سے ایک ٹیپ جام ہو جاتی ہے، وہ نہیں پھٹتی تو دوسری کا دھماکہ ضرور ہوگا..... یہ ہو نہیں سکتا کہ ہم ریموٹ کنٹرول کا بٹن دبائیں اور اس کے سگنلز کی رینج میں موجود دھماکہ خیز مواد کو آگ نہ لگے۔"

ارسلان نے پوچھا۔

"ریموٹ کنٹرول کی رینج کتنی ہے؟ کیونکہ طیارہ تو ٹیک آف کرتے ہی سپیڈ پکڑے گا۔"

لیڈر نے کہا۔

"جو ریموٹ کنٹرول ہمارے ہاتھ میں ہوگا اس کے سگنلز کی رینج کم از کم پانچ کلو میٹر ہے اور ہم ٹیک آف کے بعد طیارے کو زیادہ دُور نکلنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

اس کے بعد لیڈر نے اٹھ کر الماری میں سے ایک گتے کا ڈبہ نکالا اور اسے کھول کر اس میں سے ہلکے نسواری کلر کی ایک سکاچ ٹیپ نکالی..... سکاچ ٹیپ باریک سفید کاغذ میں لپٹی ہوئی تھی..... اس کے ساتھ ہی ڈبے میں ایک ریموٹ کنٹرول بھی تھا، لیڈر نے کہا۔

"یہ وہ سکاچ ٹیپ ہے جس کے دھماکے کی شدت کا تم اندازہ نہیں کر سکتے..... یوں سمجھ لو کہ اس ٹیپ میں ایک چھوٹے ایٹم بم جتنی طاقت ہے..... میں چاہتا ہوں کہ وقت سے پہلے پہلے ہم جتنا کام کر سکتے ہیں کر ڈالیں۔"

اس نے الماری میں سے وہ بریف کیس نکالا جو مجاہد سراغ رساں مارکیٹ سے خرید کر لایا تھا..... اسے اس طریقے سے تھوڑا تھوڑا میلا کر دیا گیا تھا کہ وہ پرانا لگنے لگا تھا..... نئے بریف کیس کی جو چمک ہوتی ہے وہ غائب ہو گئی تھی..... لیڈر نے بریف کیس کھول دیا..... اس میں موٹی موٹی تین چار فائلیں پڑی تھیں..... لیڈر نے کہا۔

"یہ بیکار قسم کی ردی ہے..... انہیں صرف اس لئے بریف کیس میں ڈالا گیا ہے کہ بریف کیس وزنی معلوم ہو، لیکن اس کا وزن اتنا ہی ہوگا جتنا عام طور پر ہوا کرتا ہے تاکہ سریش پانڈے کو کسی قسم کا شک نہ پڑے۔"

اب ہم اس میں دھماکہ خیز ٹیپ چسپاں کریں گے۔

لیڈر نے سب سے پہلے ریموٹ کنٹرول اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا..... کہنے لگا۔

"اگرچہ ریموٹ کنٹرول کا مین بٹن اس وقت دبانے سے بھی حرکت نہیں کر سکتا..... پھر بھی احتیاط ضروری ہے۔"

لیڈر نے سکاچ ٹیپ کو بڑی احتیاط سے کھولا اور بریف کیس کے اندر چاروں کناروں کے ساتھ ساتھ دھماکہ خیز مواد والی ٹیپ چسپاں کر دی، اس نے کہا۔

"اس ٹیپ کی اتنی طاقت ہے کہ پھٹنے کے بعد یہ طیارے کے آدھے سے زیادہ حصے کے پرخچے اُڑا سکتی ہے۔"

ٹیپ کو لگانے کے بعد لیڈر نے دوبارہ چیک کیا..... پھر اسے بند کر کے الماری کے اندر رکھ دیا اور کمانڈو شیر خان سے کہا۔

"شیر خان! اب یہ تمہاری ہوشیاری اور عقل پر منحصر ہے کہ تم کس طرح سریش پانڈے کا ایٹمی راز والا بریف کیس اپنے قبضے کر کے اس کی جگہ یہ بریف کیس رکھتے ہو؟"

کمانڈو شیر خان کہنے لگا۔

"سر! انشاءاللہ میں اس آزمائش پر بھی پورا اتروں گا۔"

اس کے بعد لیڈر نے ارسلان کی طرف دیکھا اور کہا۔

"ارسلان! تم جہاد کشمیر کے ایک سرفروش مجاہد ہو..... تم نے محاذ جنگ سے ہٹ کر بھی کشمیر کی آزادی کی کاز کے لئے بڑی نمایاں خدمات انجام دی ہیں..... اس وقت تمہاری خداداد صلاحیتوں کے مظاہرے کی ضرورت ہے۔"

کمانڈو ارسلان نے جواب دیا۔

"سر! خدا نے چاہا تو میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔"

لیڈر بولا۔

"جو کام تمہیں سونپا جا رہا ہے اسے تمہیں ہر حالت میں پورا کرنا ہے اور اس ہوشیاری اور حاضر دماغی سے کرنا ہے کہ کام بھی پورا ہو جائے اور کسی کو ذرا سا شک بھی نہ پڑے۔"

"انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا۔" ارسلان بولا۔

لیڈر نے دھماکہ خیز سکاچ ٹیپ اور ریموٹ کنٹرول گتے کے ڈبے میں ڈال کر بڑی احتیاط کے ساتھ الماری میں واپس رکھ دیا اور کہنے لگا۔

"باقی تفصیلات کل سراغ رساں مجاہد کے آنے کے بعد طے کی جا سکیں گی۔"

سراغ رساں مجاہد عین وقت پر دوسرے روز دن کے دس بجے کمیں گاہ میں پہنچ

گیا..... اس وقت لیڈر، کمانڈو ارسلان اور کمانڈو شیر خان وہاں موجود تھے..... لیڈر نے پوچھا۔

"مجھے یقین ہے جو ذمے داری تمہیں سونپی گئی تھی تم نے اسے بڑی خوبی سے نبھایا ہوگا..... کیا رپورٹ لائے ہو؟"

سراغ رساں مجاہد کہنے لگا۔

"سر! میری معلومات کے مطابق حکومت نے جس کمپنی کو نوادرات سپلائی کرنے کا آرڈر دیا تھا وہ کمپنی خود ہی سارا مال ایئرپورٹ پر پہنچا رہی ہے..... اس نے کسی دوسری کمپنی کو مال گودام سے نکال کر ایئرپورٹ پہنچانے کا ٹھیکہ نہیں دیا۔"

لیڈر نے پوچھا۔

"اس کمپنی کا گودام کس جگہ پر ہے؟"

مجاہد نے کہا۔

"ان کا گودام ایئرپورٹ کے راستے میں ہی ہے..... میں گودام کو دیکھ کر آیا ہوں..... مدراس جانے والے سرکاری سامان کے بارہ کریٹ گودام میں پہنچا دیئے گئے ہیں..... وہاں سے فلائٹ کے ایک دن پہلے یہ کریٹ ایئرپورٹ پہنچائے جائیں گے۔"

لیڈر نے پوچھا۔

"کیا تم نے اس کی تصدیق کر لی ہے کہ یہ وہی کریٹ ہیں جو مدراس جانے والے ٹرانسپورٹ طیارے L-119 میں لوڈ کئے جائیں گے؟"

سراغ رساں مجاہد نے کہا۔

"سر! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں نے کبھی کوئی کام ادھورا نہیں کیا..... میں نے انوائس کی فائل میں لگی ہوئی سامان کی لسٹ خود دیکھی ہے..... یہ وہی بارہ کریٹ ہیں، جو ٹرانسپورٹ طیارے L-119 پر لوڈ کئے جائیں گے۔"

لیڈر نے کہا۔

"گڈ! اب یہ بتاؤ کہ جس گودام میں یہ کریٹ بند ہیں اس کی پوزیشن کیا ہے..... ظاہر ہے یہ کوئی سرکاری گودام نہیں ہے..... وہاں فوجی گارڈ کا پہرہ نہیں ہوگا۔"

سراغ رساں مجاہد بولا۔

"سر! یہ کافی بڑا گودام ہے..... وہاں صرف ایک بوڑھا چوکیدار پہرہ دیتا ہے..... وہ صرف رات کے دس بجے تک ہوتا ہے..... اس کے بعد چلا جاتا ہے۔"

لیڈر نے کہا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ رات کے دس بجے کے بعد گودام کے باہر کوئی چوکیدار نہیں ہوتا؟"

مجاہد نے کہا۔

"سر! میں رات گیارہ بجے سے بارہ بجے تک گودام کے قریب رہ کر جائزہ لیتا رہا ہوں..... گودام کے بڑے دروازے پر دو بڑے تالے لگے ہوتے ہیں اور سو واٹ کا بلب ساری رات جلتا رہتا ہے..... چونکہ گودام کے قریب سے ایئرپورٹ جانے والی بڑی سڑک گزرتی ہے جس پر ساری رات ٹریفک جاری رہتی ہے، اس لئے رات کو گودام پر چوکیداری کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔"

لیڈر نے مسکرا کر کہا۔

"ہمارے راستے کی ایک بہت بڑی رکاوٹ اپنے آپ دُور ہو گئی ہے..... اب تم ایسا کرو کہ تمہارے پاس کوئی دوسرا کام ہے تو اس میں مصروف ہو جاؤ، لیکن اس دوران اگر کوئی ایمرجنسی کی صورت حال [illegible] گئی تو فوراً آ کر ہمیں خبر کر دینا۔"

"فکر نہ کریں سر! میں پوری نگرانی کرتا رہوں گا۔"

اتنا کہہ کر سراغ رساں مجاہد چلا گیا..... لیڈر کہنے لگا۔

"صورت حال تھوڑی سی بدل گئی ہے..... اب تم دونوں کو مشن کے پہلے مرحلے پر جانا ہوگا آج رات تم میں سے کوئی ایک اس گودام کا جا کر جائزہ لے گا جہاں مدراس

لے جانے والے نوادرات کے بارہ کریٹ پڑے ہیں..... تمہیں اس زاویئے سے گودام کو دیکھنا ہوگا کہ تم کس طرح گودام کے اندر داخل ہو گے..... اندر داخل ہونے کا کوئی نہ کوئی راستہ تمہیں ہر حالت میں تلاش کرنا ہوگا..... پہلے یہ کام مکمل کر لو..... اس کے بعد دوسری بات کریں گے۔"

سراغ رساں مجاہد نے گودام کا پورا محل وقوع انہیں بتا دیا تھا..... کمانڈو ارسلان دلی آتا جاتا رہتا تھا..... اس نے وہ جگہ دیکھی ہوئی تھی جہاں یہ گودام واقع تھا، چنانچہ اس رات کے گیارہ بجے کے بعد کمانڈو ارسلان اور شیر خان معمولی مزدوروں والا حلیہ بنا کر گودام کی طرف روانہ ہو گئے..... وہ آٹو رکشے پر آئے تھے اور گودام والی سڑک سے کافی پیچھے ایک جگہ اتر گئے تھے۔

یہ سڑک سیدھی ایئرپورٹ کو جاتی تھی..... اس پر آدھی رات کے وقت بھی گاڑیاں آ جا رہی تھیں..... وہ دونوں سڑک سے ہٹ کر گودام کے عقب میں آ کر ایک جگہ اندھیرے میں بیٹھ گئے..... ان کے اِرد گرد کوئی انسان دکھائی نہیں دیتا تھا..... اندھیرے میں کچھ درخت خاموش کھڑے تھے..... کچھ فاصلے پر سڑک پر سے گزرتی گاڑیوں کی آواز آ رہی تھی۔

کمانڈو شیر خان کہنے لگا۔

"ارسلان! تم اسی جگہ بیٹھے رہو..... میں گودام کا جائزہ لیتا ہوں۔"

ارسلان وہیں اندھیرے میں بیٹھا رہا..... شیر خان اٹھ کر گودام کی عقبی دیوار کے پاس آ گیا..... وہاں اندھیرا تھا..... گودام کا دروازہ دوسری جانب سڑک کی طرف تھا..... دروازے کے اوپر بلب روشن تھا..... شیر خان گودام کی دیوار کے بالکل قریب آ گیا..... اس نے اوپر نگاہ ڈالی..... گودام کی دیوار کافی اونچی تھی اور چھت کے قریب اسے ایک روشن دان نظر آ رہا تھا..... وہ دیوار کے ساتھ لگ کر چلتا دوسری جانب آ گیا۔

یہاں بھی اندھیرا چھایا ہوا تھا..... اندھیرے میں شیر خان کو دیوار میں ایک تختہ

سا لگا ہوا دکھائی دیا..... شیر خان نے اور نزدیک ہو کر دیکھا تو وہ ایک چھوٹا دروازہ تھا..... یہ پرانی طرز کا دروازہ تھا جس پر پرانی وضع کا تالا پڑا تھا..... معلوم ہوتا تھا کہ اب یہ دروازہ استعمال میں نہیں ہے اور اسے بند کر کے تالا لگا دیا گیا ہے..... بس یہی دروازہ ان کے لئے اُمید کی آخری کرن تھی۔

شیر خان اندھیرے میں جھک کر چلتا ارسلان کے پاس گیا اور بولا۔

"میرے ساتھ آؤ۔"

ارسلان اُٹھ کر شیر خان کے پیچھے پیچھے چل پڑا..... شیر خان نے گودام کی دیوار کے پاس آ کر اسے پرانا دروازہ دکھایا اور سرگوشی میں کہا۔

"یہی ایک جگہ ہے جہاں سے ہم اندر داخل ہونے کی کوشش کر سکتے ہیں۔"

ارسلان بولا۔

"لیکن اس پر تالا پڑا ہے اور ہمیں تالا نہیں توڑنا۔"

شیر خان نے کہا۔

"ہم اسے کھولنے کی کوشش کریں گے اور اس طرح کھولیں گے کہ دوبارہ اس طرح بند بھی کر دیں کہ کسی کو دیکھ کر بالکل معلوم نہ ہو کہ تالا کھولا گیا تھا۔"

ارسلان کہنے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ اس سلسلے میں لیڈر سے مشورہ کرنا چاہئے..... مجھے یقین ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔"

تالے کو دونوں نے بڑے غور سے دیکھ کر اس کی شکل اپنے ذہن میں بٹھالی تھی..... وہ رات کے اندھیرے میں ہی کمیں گاہ پر واپس آ گئے..... لیڈر جاگ رہا تھا..... جب اسے صورت حال سے آگاہ کیا گیا تو وہ کہنے لگا۔

"کل رات مجاہد کبیر خان تمہارے ساتھ جائے گا..... وہ ہر قسم کا تالا کھولنے اور بند کرنے میں ماہر ہے..... میں اسے صبح ہی بلا لوں گا..... وہ پہلے جا کر تالا دیکھ آئے

گا..... اس طرح اسے تالا کھولنے میں آسانی ہو جائے گی۔"

صبح صبح ہی کبیر خان پہنچ گیا..... دُبلا پتلا سانولا نوجوان تھا..... آنکھوں میں ذہانت کی چمک تھی..... دلی کا رہنے والا بڑا سر فروش مجاہد تھا..... لیڈر نے اسے ساری بات سمجھا کر گودام کی طرف بھیج دیا..... دو گھنٹے بعد کبیر خان واپس آ گیا، کہنے لگا۔

"شاہ جی! میں نے تالا دیکھ لیا ہے..... سمجھ گیا ہوں اسے کس طرح کھولنا ہے۔"

لیڈر نے کہا۔

"تم رات کو شیر خان اور ارسلان کے ساتھ جاؤ گے اور خود ہی تالا کھول کر دو گے۔"

"کوئی بات نہیں شاہ جی!"

جب رات ہو گئی تو کمانڈو ارسلان، شیر خان اور لیڈر نے اکٹھے رات کا کھانا کھایا..... اس کے بعد لیڈر دونوں کو دوسرے چھوٹے سے کمرے میں لے آیا..... وہاں الماری میں دھماکہ خیز ٹیپ وغیرہ رکھی ہوئی تھی..... لیڈر نے الماری میں سے دھماکہ خیز ٹیپ نکال کر کمانڈو شیر خان کو دی اور کہا۔

"اس ٹیپ کو ہر کریٹ پر اس طرح سے چپکانا ہے کہ باہر سے دیکھنے پر کسی کی نظر نہ پڑے..... یہ کام بڑی مہارت سے کرنا ہو گا، اگر ذرا سی کسی کی اس پر نگاہ پڑ گئی تو اس کو شبہ پڑ سکتا ہے کہ یہ ہر کریٹ پر سکاچ ٹیپ کس نے چپکا دی ہے..... باقی تم خود سمجھدار ہو اور اس طرح کی مہموں کا وسیع تجربہ رکھتے ہو۔"

پھر اس نے کمانڈو ارسلان سے کہا۔

"تمہیں بھی ساتھ رہ کر ایک ایک چیز کا خیال رکھنا ہو گا..... آتی دفعہ دروازے پر تالا لگانا مت بھولنا اور کبیر خان گودام کے باہر تمہاری حفاظت کرے گا..... اسے اپنے ساتھ اندر لے جانے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ ٹھیک ہے؟"

"یس سر!" ارسلان نے کہا۔

کچھ دیر کے بعد کبیر خان بھی آ گیا..... اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر چابیوں کا ایک گچھا نکال کر لیڈر کو دکھایا۔

"ان میں سے ایک نہ ایک چابی اس تالے کو ضرور لگ جائے گی۔"

"اور اگر نہ لگی تو؟" کمانڈو شیر خان نے پوچھا۔

کبیر خان نے ہنس کر کہا۔

"تو پھر مجھے ایک اور گر آتا ہے تالا کھولنے کا۔"

لیڈر نے کہا۔

"کبیر خان! وقت پر کوئی پرابلم نہیں پڑنی چاہئے۔"

کبیر خان بولا۔

"شاہ جی! اپنے اللہ پر اور اس کے بعد مجھ پر بھروسہ رکھیں..... تالا کھلے گا اور ضرور کھلے گا۔"

ارسلان اور شیر خان نے ایک ایک خاموش نالی والا آٹو میٹک پستول بھی ساتھ رکھ لیا..... دونوں نے چھوٹی مگر تیز روشنی والی ایک ایک ٹارچ بھی جیب میں ڈال لی تھی..... لباس انہوں نے قمیض پتلون اور اوپر بند گلے کا سیاہ سویٹر اور سیاہ اونی ٹوپی ہی رکھا..... مزدوروں والا حلیہ بنانے کی ضرورت نہیں تھی..... کبیر خان دلی میں اپنی ٹیکسی چلاتا تھا..... وہ اپنی ٹیکسی لے آیا..... آدھی رات کو تینوں سرفروش اللہ کا نام لے کر اپنے مشن پر روانہ ہو گئے۔

کبیر خان دلی کا سرفروش مجاہد تھا..... وہ ایک نسبتاً ویران راستے سے لے کر گیا جہاں رات کو گشتی پولیس کی چیکنگ کا خطرہ نہ ہونے کے برابر تھا..... ٹارگٹ پر پہنچ کر کبیر خان نے ٹیکسی ٹارگٹ سے کچھ دُور ایک جگہ اندھیرے میں کھڑی کر دی اور تینوں مجاہد سرفروش ٹیکسی سے نکلے اور مال گودام کی طرف اندھیرے میں آگے بڑھے..... وہ خاموش تھے..... آپس میں کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔ گودام کے سامنے بند

دروازے کے اوپر بجلی کا بلب جل رہا تھا..... ایئرپورٹ کی طرف جاتی سڑک پر تھوڑی تھوڑی ٹریفک بھی چل رہی تھی..... تینوں سرفروش مال گودام کے عقب میں آ کر اندھیرے میں اس کی دیوار کے پاس بیٹھ گئے..... کبیر خان سرگوشی میں بولا۔

"میں جا کر تالا کھولتا ہوں۔"

ارسلان اور شیر خان اسی جگہ اندھیرے میں بیٹھے رہے جبکہ کبیر خان اُٹھ کر جھکا جھکا مال گودام کی بائیں طرف والی دیوار کے پاس آ کر اس کے ساتھ لگ گیا..... وہ دن کے وقت آ کر دروازے کو دیکھ چکا تھا جو بند تھا اور جس پر تالا لگا ہوا تھا۔

کبیر خان نے جیب سے چابیوں کا چھوٹا گچھا نکالا اور ایک ایک کر کے تالے میں چابیاں لگانے لگا..... رات کی تاریکی میں کچھ فاصلے پر سے ارسلان اور شیر خان کو کبیر خان کا دُھندلا سا سایہ نما جسم دکھائی دے رہا تھا..... ارسلان نے آہستہ سے کہا۔

"کوئی چابی لگ جانی چاہئے..... ہمارے مشن کی کامیابی کا دارومدار تالا کھلنے پر ہی ہے۔"

شیر خان بولا۔

"کبیر خان کاریگر آدمی لگتا ہے۔"

انہیں کسی کسی وقت تالے کو چابی لگانے کی آواز سنائی دے جاتی تھی..... ایئرپورٹ والی سڑک پر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کوئی نہ کوئی گاڑی گزر جاتی تھی..... جب گاڑی گزر جاتی تو ہر طرف خاموشی چھا جاتی..... کبیر خان کو پندرہ بیس منٹ لگ گئے..... ارسلان بولا۔

"میں جا کر پتہ کرتا ہوں۔"

شیر خان نے ارسلان کے بازو پر ہاتھ رکھ کر ذرا سا دباتے ہوئے کہا۔

"وہ آ رہا ہے۔"

اندھیرے میں انہیں کبیر خان اپنی طرف آتا نظر آیا..... وہ قریب آ کر بیٹھ گیا اور بولا۔

"تالا کھل گیا ہے..... چابی میں نے تالے میں ہی لگی رہنے دی ہے..... واپسی پر تالا بند کر کے چابی ساتھ لیتے آنا..... میں اسی جگہ بیٹھ کر ماحول پر نگاہ رکھوں گا..... کوئی خطرہ ہوا تو منہ سے کوئل کی ہلکی سی آواز نکالوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" ارسلان نے کہا۔

اور دونوں کمانڈو مجاہد اُٹھے اور مال گودام کی طرف بڑھے..... گودام کے چھوٹے دروازے پر گئے تو ٹٹول کر دیکھا..... تالا کنڈے میں کھل کر لٹکا ہوا تھا..... شیر خان نے تالے کو نکال کر زنجیر اتاری اور تالا اسی طرح کنڈے میں لٹکا دیا..... پھر دروازے کو ذرا سا اندر کو دبایا..... چرچراہٹ کی آواز پیدا ہوئی..... دروازہ ایک مدت سے بند تھا جس کی وجہ سے جام ہو گیا تھا..... ارسلان نے کہا۔

"آہستہ سے کھولو۔"

شیر خان نے بڑی احتیاط کے ساتھ دروازے کو آہستہ آہستہ اندر کی طرف دبانا شروع کیا..... تھوڑی سی چرچراہٹ کی آواز آتی اور دروازہ ذرا سا پیچھے کو ہو جاتا..... دو تین منٹ کے بعد دروازے کا ایک پٹ کھل گیا..... اندر سے لکڑی کے کھوکھوں کی، خاص بو والی گرم ہوا باہر کو نکلی..... شیر خان نے جیب سے چھوٹی ٹارچ نکال کر روشن کر لی اور دونوں کمانڈو ایک دوسرے کے آگے پیچھے گودام میں داخل ہو گئے۔

گودام میں مال سے بھرے ہوئے لکڑی کے کھوکھے اور بھری ہوئی بوریاں انبار کی شکل میں ایک طرف لگی ہوئی تھیں..... دروازہ انہوں نے بند کر دیا تھا..... ٹارچ ارسلان نے بھی روشن کر لی تھی..... یہ چھوٹی ٹارچ تھی اس کی روشنی جہاں ڈالی جاتی تھی صرف وہیں روشنی ہوتی تھی..... انہوں نے نوادرات کے کریٹ تلاش کرنے شروع کئے..... کافی بڑا گودام تھا..... کافی سامان گودام کی دیواروں کے ساتھ لگا ہوا تھا..... کچھ سامان ڈھیروں کی شکل میں درمیان میں لگا تھا..... ایک طرف سامان لانے لے جانے والی گاڑی کھڑی تھی۔

آخر تلاش کرتے کرتے انہیں ایک طرف دیوار کے ساتھ لگے لکڑی کے کریٹ نظر آگئے..... قریب جاکر انہوں نے ٹارچیں روشن کر کے ان کا جائزہ لیا..... یہ لمبے سائز کے چھوٹے سائز کے کریٹ تھے..... یہ دیکھ کر ان کے چہروں پر مسرت کی لہر سی دوڑ گئی کہ ہر کریٹ پر ایک جانب سرخ رنگ سے طیارے کا نمبر L-119 لکھا ہوا تھا..... ارسلان نے کہا۔

"یہی وہ کریٹ ہیں۔"

شیر خان نے جیب سے دھماکہ خیز سکاچ ٹیپ والا لفافہ نکال کر ایک کریٹ پر ٹارچ کے ساتھ رکھ دیا..... لفافے میں سے سکاچ ٹیپ نکالی اور کریٹ کا ایک بار پھر جائزہ لیا..... ارسلان کہنے لگا۔

"میرا خیال ہے ہمیں کریٹ کے نیچے ٹیپ چپکانی چاہئے۔"

شیر خان نے دیکھا کہ ہر کریٹ کے اوپر والے ڈھکن کا لکڑی کا تھوڑا سا حصہ آگے کو نکلا ہوا تھا..... اس نے اس آگے کے حصے پر انگلی رکھ کر کہا۔

"ہم اس بڑھے ہوئے ڈھکن کے نیچے ٹیپ چپکا دیں گے..... اس پر کسی کی نگاہ نہیں پڑے گی۔"

اور شیر خان نے اپنا کام شروع کر دیا..... وہ ٹیپ کھول کر ایک کریٹ کے ڈھکن کے نیچے چاروں طرف چپکاتا اور پھر دوسرے کریٹ پر آجاتا، اس طرح جتنی جلدی یہ کام ہو سکتا تھا اس نے مکمل کر لیا..... جب بارہ کے بارہ کریٹوں پر دھماکہ خیز ٹیپ چپکا دی گئی تو دونوں نے اپنی اپنی ٹارچ کی روشنی میں ایک بار پھر کریٹوں پر چپکی ہوئی ٹیپ کو جھک کر دیکھا..... جب ان کی تسلی ہو گئی تو شیر خان بولا۔

"اب واپس چلو۔"

وہ دروازے کو تھوڑا سا کھول کر گودام سے باہر نکل آئے..... باہر آتے ہی شیر خان نے دروازے کے پٹ کو آہستہ سے بند کیا اور دوبارہ تالا ڈال کر چابی تالے

میں سے نکال لی..... کبیر خان اندھیرے میں آس پاس چل پھر کر نگرانی کر رہا تھا..... اس نے اندھیرے میں دونوں کو باہر آتے دیکھا تو جہاں اسے بٹھایا گیا تھا وہاں آکر خاموشی سے بیٹھ گیا۔

ارسلان اور شیر خان اس کے پاس آگئے..... ارسلان نے کہا۔

"کام ہو گیا ہے کبیر خان..... چلو۔"

اس نے چابی کبیر خان کو پکڑا دی اور وہ رات کی تاریکی میں تیز تیز چلتے گودام کے عقب والے علاقے سے باہر نکل کر اپنی ٹیکسی کی طرف بڑھے..... ٹیکسی کچھ فاصلے پر ایک چھوٹی سڑک کے کنارے کھڑی تھی..... وہ ٹیکسی میں سوار ہوئے..... کبیر خان نے انجن سٹارٹ کیا اور ٹیکسی چل پڑی..... خفیہ کمیں گاہ پر جاکر انہوں نے لیڈر کو اپنی کارگزاری سے آگاہ کیا..... لیڈر نے پوچھا۔

"واپسی پر ہر شے کو اچھی طرح سے چیک کر لیا گیا تھا؟"

شیر خان بولا۔

"جی ہاں..... ہم دونوں نے چیک کر کے پوری تسلی کر لی تھی..... بارہ کے بارہ کریٹوں پر دھماکہ خیز ٹیپ اس طرح چپکا دی گئی ہے کہ دن کے وقت کریٹوں کو جہاز پر لے جاتے وقت اس پر کسی کی نگاہ پڑنے کا امکان نہیں ہے۔"

لیڈر نے کہا۔

"خدا کرے کہ ایسا ہی ہو اب آپ لوگ آرام کریں..... باقی پروگرام کل طے کیا جائے گا۔ کبیر خان!"

"جی شاہ جی؟" کبیر خان نے کہا۔

لیڈر نے اسے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

"تم کل دس گیارہ بجے تک یہاں پہنچ جانا۔"

"آجاؤں گا شاہ جی!" کبیر خان نے جواب دیا۔

"اب تم بھی جا کر آرام کرو۔" لیڈر نے کہا۔

کبیر خان خدا حافظ کہہ کر چلا گیا..... رات گزر گئی..... اگلے دن ناشتے کے بعد ارسلان، شیر خان اور لیڈر ایک جگہ بیٹھ گئے..... لیڈر کہنے لگا۔

"شیر خان! اب اس مشن کا سب سے نازک اور سب سے اہم مرحلہ شروع ہونے والا ہے..... مجھے یقین ہے کہ تم اس میں سے بھی کامیابی کے ساتھ گزر جاؤ گے۔"

"انشاءاللہ۔"

کمانڈو شیر خان نے جواب میں کہا۔

اس موقع پر کمانڈو ارسلان کہنے لگا۔

"ان کے ساتھ میرے جانے کی تو ضرورت نہیں ہے؟"

لیڈر نے کہا۔

"نہیں..... اگر ایسی بات ہوتی تو میں تمہیں ضرور ساتھ جانے کو کہتا..... شیر خان کے ساتھ کوئی نہیں ہوگا..... یہ کام اسے اکیلے ہی کرنا ہوگا..... ہم کچھ فاصلے پر کھڑے ہوں گے۔"

لیڈر نے تھوڑا توقف کیا..... پھر کہنے لگا۔

"وہ لمحہ آگیا ہے جس کا ہمیں شدت سے انتظار تھا..... یعنی ہماری اطلاع کے مطابق کل رات ایک بجے کے بعد ایٹمی کمپیوٹر ڈیٹا کی خفیہ ماسٹر کاپی ڈسک کی شکل میں دلی سے ٹرانسپورٹ طیارے L-119 کے ذریعے دلی سے مدراس لے جائی جا رہی ہے اور ہمیں یہ خفیہ ماسٹر کاپی ایئرپورٹ کے راستے میں ہی اپنے قبضے میں کرنی ہے..... کس طریقے سے اپنے قبضے میں کرنی ہے؟ وہ شیر خان کو اچھی طرح سے معلوم ہے..... کبیر خان اپنی ٹیکسی کل شام کو ہی تمام کاغذات کے ساتھ یہاں چھوڑ جائے گا..... شیر خان کے واسطے وہ ٹیکسی ڈرائیور کی استری کی ہوئی الگ وردی بھی ساتھ لائے گا جس کو شیر خان یہیں سے پہن کر روانہ ہوگا..... ہم یعنی میں اور ارسلان ایک

دوسری گاڑی میں پیچھے پیچھے جائیں گے..... تاکہ اگر کوئی ہنگامی صورت حال پیدا ہو جائے تو ہم فوراً ایکشن میں آجائیں..... پھر بے شک لاٹھی ٹوٹ جائے مگر سانپ کو ضرور مار دیں گے۔"

شیر خان نے پوچھا۔

"ہمیں کل یہاں سے کس وقت روانہ ہونا ہوگا؟"

لیڈر بولا۔

"طیارے کی فلائٹ کا ٹائم رات کے ایک بجے کے بعد مقرر کیا گیا ہے..... صحیح ٹائم ظاہر نہیں کیا گیا، لیکن ہم رات کے پورے بارہ بجے جائے واردات یعنی اپنے ٹارگٹ پر پہنچ جائیں گے..... شیر خان ٹیکسی لے کر سریش پانڈے کے فلیٹ سے کچھ فاصلے پر کسی جگہ چھپا رہے گا..... جیسے ہی سریش پانڈے ایٹمی ڈیٹا کی سیکرٹ ماسٹر کاپی لے کر اپنے فلیٹ سے نکلے گا..... شیر خان ٹیکسی سٹارٹ کر دے گا، جب سریش پانڈے بریف کیس اٹھائے بلڈنگ کے گیٹ سے باہر آکر فٹ پاتھ پر ٹیکسی سٹینڈ کی طرف جائے گا، شیر خان ٹیکسی اس کے قریب لے جا کر روک دے گا اور سریش پانڈے کو ٹیکسی میں سوار کروا کر ایئرپورٹ کی طرف چل پڑے گا..... اس کے بعد شیر خان نے جو کچھ کرنا ہے اسے بتا دیا گیا ہے۔"

لیڈر نے شیر خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"شیر خان! اس مشن کا یہ سب سے نازک مرحلہ ہے..... تمہیں ہر قدم پوری ہوش مندی سے اٹھانا ہوگا..... ہم مناسب فاصلے پر تمہارے پیچھے آرہے ہوں گے۔"

کبیر خان دوسرے روز دن کے وقت ہی اپنی ٹیکسی اور ٹیکسی کے کاغذات وغیرہ لا کر دے گیا..... اس میں شیر خان کی ڈرائیوروں والی وردی بھی تھی جو اس زمانے میں ٹیکسی ڈرائیوروں کے لئے پہننی ضروری ہوتی تھی..... سارا دن یہ لوگ ایک طرح سے اپنے مشن کے آخری اور انتہائی اہم مرحلے کی ریہرسل کرتے رہے..... رات کو

تینوں نے مل کر کھانا کھایا اور تیز کافی کے دو دو پیالے پیئے تاکہ نیند نہ آئے.....
کبیر خان ایک دوسری ٹیکسی لے کر رات کے دس بجے خفیہ کمیں گاہ پر پہنچ گیا.....
ٹھیک گیارہ بجے رات شیر خان نے ٹیکسی ڈرائیوروں والی وردی پہن کر سر پر ٹوپی اوڑھ لی..... اس ٹیکسی کی پچھلی سیٹ کو اٹھانے سے نیچے خالی جگہ تھی..... اس خالی جگہ میں نقلی بریف کیس، یعنی وہ بریف کیس جس میں انتہائی زبردست دھماکہ خیز مادہ لگا ہوا تھا اور جو سریش پانڈے کے بریف کیس کی ہو بہو نقل تھی..... پچھلی سیٹ کے نیچے خالی جگہ میں چھپا کر رکھ دیا گیا۔

یہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا جا رہا تھا..... شیر خان نے جو ڈرامہ کھیلنا تھا یہ اس ڈرامے کا ایک حصہ تھا..... لیڈر اور ارسلان نے معمولی سے کپڑے پہن لئے..... یعنی پاجامہ بند گلے کا سویٹر اور گرم کوٹ..... ارسلان نے سویٹر کے اوپر گرم جیکٹ پہن لی تھی..... انہوں نے خاموش نالی والے بھرے ہوئے پستول بھی ساتھ لے لئے تھے، یعنی جن پر سائی لینسر لگے ہوئے تھے..... رات کے گیارہ بج کر چالیس منٹ پر یہ خطرناک قافلہ اپنے ٹارگٹ کی طرف روانہ ہو گیا..... شیر خان ٹیکسی لے کر آگے آگے جا رہا تھا..... اس نے ٹیکسی کے اوپر سرخ روشنی جو ٹیکسی کی نشانی ہوتی ہے، بجھا رکھی تھی تاکہ کوئی دوسرا آدمی ہاتھ دے کر ٹیکسی کو نہ روکے.....
ایک پستول شیر خان نے بھی اپنی وردی میں چھپا کر رکھا ہوا تھا۔

اس کے پیچھے مناسب فاصلے پر ایک پرانی بند جیپ چلی آ رہی تھی، اس جیپ کو کبیر خان ڈرائیو کر رہا تھا..... جیپ میں لیڈر اور کمانڈو ارسلان بیٹھے ہوئے تھے..... ریموٹ کنٹرول ارسلان کے کوٹ کی اندرونی جیب میں تھا..... دونوں گاڑیاں دلی کی الگ تھلگ غیر معروف اور خالی خالی سڑکوں پر سے تیز رفتاری سے گزرتی ہوئی اس علاقے میں آ گئیں جہاں اٹامک کمیشن کے ادھیڑ عمر ہیڈ کلرک اور کمیشن کے سب سے قابل اعتماد آدمی سریش پانڈے کا فلیٹ تھا۔

اس جگہ کا پہلے سے تعین کر دیا گیا تھا جہاں ان لوگوں نے آگے پیچھے اپنی گاڑیاں کھڑی کرنی تھیں..... اس علاقے کے فلیٹوں میں کہیں کہیں روشنیاں ہو رہی تھیں..... رات کے بارہ بج چکے تھے..... سردی کی وجہ سے لوگ کمروں میں بند سو رہے تھے یا ضروری کاموں میں مصروف تھے..... ہر طرف خاموشی تھی..... سریش پانڈے کے فلیٹ پر بھی خاموشی چھائی ہوئی تھی..... صرف ایک کمرے میں روشنی ہو رہی تھی..... سریش پانڈے ایئرپورٹ جانے کی تیاری کر رہا تھا..... شیر خان نے فلیٹ کی بلڈنگ کے گیٹ سے کافی پیچھے سڑک سے اتار کر ٹیکسی اندھیرے میں کھڑی کر دی..... شیر خان کی ٹیکسی سے کوئی پچاس فٹ پیچھے اندھیرے میں کبیر خان نے جیپ کھڑی کر دی..... جیپ میں کبیر خان کے علاوہ ارسلان اور لیڈر بھی موجود تھے..... وہ اس فلیٹ کی طرف دیکھ رہے تھے جہاں سے کچھ دیر بعد سریش پانڈے نے باہر نکلنا تھا۔

ایک ایک سیکنڈ ایک ایک منٹ بن کر گزر رہا تھا..... لیڈر نے دوسری بار گھڑی پر نگاہ ڈال کر کہا۔

"اس وقت تک سریش پانڈے کو نکل آنا چاہئے۔"

ان کی گاڑی سے آگے پچاس فٹ کے فاصلے پر شیر خان بھی ٹیکسی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ٹکٹکی باندھے سریش پانڈے کے فلیٹ کی بلڈنگ کے گیٹ کو دیکھ رہا تھا..... ٹھیک بارہ بج کر پندرہ منٹ پر شیر خان کو اُدھیڑ عمر سریش پانڈے فلیٹ کے چھوٹے دروازے میں سے نکل کر اپارٹمنٹ بلڈنگ کے گیٹ کی طرف آتا نظر آیا..... شیر خان نے ٹیکسی کے اوپر جو سرخ روشنی بجھی ہوئی تھی اسے روشن کر دیا اور گاڑی کا انجن سٹارٹ کر دیا..... وہ سریش پانڈے پر نگاہ رکھے ہوئے تھا..... سریش پانڈے نے گرم کوٹ کے اوپر گلے میں گرم مفلر لپیٹ رکھا تھا..... سر پر ہندوؤں والی کالی گول ٹوپی تھی..... ایک ہاتھ میں بریف کیس تھا..... دوسرا ہاتھ ڈھیلی ڈھالی پتلون کی جیب میں

تھا..... وہ آہستہ آہستہ چلتا گیٹ سے باہر آکر سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر چل پڑا..... اس کا رُخ آگے چوک میں ٹیکسی سٹینڈ کی طرف تھا..... شیر خان ٹیکسی کو ایک خاص رفتار سے چلاتے ہوئے سریش پانڈے کے قریب سے گزر گیا..... پھر چند قدم آگے جاکر اس نے ٹیکسی روک دی..... اتنے میں سریش پانڈے ٹیکسی کے قریب آگیا تھا..... شیر خان نے ٹیکسی میں سے باہر نکل کر کہا۔

"سر! مجھے ایئرپورٹ پر جانا ہے..... اگر آپ ایئرپورٹ پر جانا چاہتے ہیں تو بیٹھ جائیے۔"

اور اس کے ساتھ ہی شیر خان نے بڑی مستعدی سے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا..... سریش پانڈے نے ایک باوردی ٹیکسی ڈرائیور اس کی خالی ٹیکسی کو دیکھا تو بولا۔

"تمہارا میٹر تیز تو نہیں چلتا؟"

شیر خان نے بے نیازی سے جواب دیا۔

"سر! ہمارا میٹر دلی کارپوریشن سے پاس شدہ ہے..... ہم مسافروں سے کبھی زیادہ کرایہ نہیں لیتے..... آپ کو اگر مجھ پر اعتبار نہیں ہے تو چوک میں سے کوئی دوسری ٹیکسی لے لیجئے۔"

یہ کہہ کر شیر خان ٹیکسی کا دروازہ بند کرنے لگا تو سریش پانڈے نے کہا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے..... چلو..... مجھے ایئرپورٹ پہنچادو، مگر ٹیکسی تیز چلانا..... مجھے جلدی پہنچنا ہے۔"

شیر خان نے سریش پانڈے کو یہ کہہ کر اگر مجھ پر اعتبار نہیں تو کوئی دوسری ٹیکسی لے لیجئے، بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا..... اگر سریش پانڈے یہ کہہ کر آگے چل پڑتا کہ ٹھیک ہے میں چوک سے کوئی دوسری ٹیکسی لے لیتا ہوں تو سارے کئے کرائے پر پانی پھیر سکتا تھا اور ان کا مشن خاک میں مل جاتا، لیکن سریش پانڈے پر اپنا اعتماد جمانے کے لئے ایسا کہنا ضروری تھا..... یہ محض اتفاق کی بات تھی کہ اُدھیڑ عمر سریش پانڈے نے

کوئی دوسری ٹیکسی لینے کا خیال دل سے نکال دیا اور شیر خان کی ٹیکسی میں سوار ہو گیا۔

شیر خان کی جان میں جان آگئی۔

سریش پانڈے پچھلی سیٹ پر بائیں جانب ہو کر بیٹھا تھا اور اس نے وہ بریف کیس جس میں بھارت کے ایٹمی راز کی ماسٹر ڈسک رکھی ہوئی تھی اپنی داہنی جانب سیٹ پر رکھ دیا تھا..... شیر خان جلدی سے ٹیکسی نکال کر لے گیا۔

سریش پانڈے کو ٹیکسی میں سوار ہوتے اور ٹیکسی کو آگے کی طرف روانہ ہوتے لیڈر ارسلان اور کبیر خان نے دیکھ لیا تھا..... انہوں نے بھی پچاس فٹ کا فاصلہ رکھ کر اپنی جیپ کو اس کے پیچھے لگادیا..... جیپ کی بتیاں انہوں نے بجھادی ہوئی تھیں..... شیر خان کی ٹیکسی خالی سڑک پر چلی جارہی تھی..... سریش پانڈے نے پچھلی سیٹ پر سے کہا۔

"گاڑی ذرا تیز چلاؤ..... مجھے جلدی پہنچنا ہے۔"

شیر خان نے سوچی سمجھی سکیم کے مطابق کہا۔

"سر! میری گاڑی میں تھوڑا سا نقص ہے..... آپ کہتے ہیں تو میں سپیڈ تیز کر دیتا ہوں۔"

اور شیر خان نے سپیڈ بڑھادی..... وہ یہی چاہتا تھا..... فلیٹوں والے کسی قدر روشن علاقے سے نکلنے کے بعد ٹیکسی ایئرپورٹ کی طرف جاتی سڑک پر آگئی..... شیر خان کوئی ایسی جگہ دیکھ رہا تھا جہاں کھمبوں پر جلتی مرکری لائٹوں کی روشنی نہ ہو، چنانچہ اس نے دو کھمبوں کے درمیان ایک نیم روشن جگہ دیکھ لی اور وہاں پہنچتے ہی گاڑی کے انجن میں کوئی ایسا نقص ڈال دیا کہ انجن میں سے دو تین عجیب سی آوازیں نکلیں اور شیر خان نے گاڑی کو جلدی سے سڑک پر سے اتار کر بریک لگادی۔

"کیا ہوا؟" پچھلی سیٹ پر بیٹھے سریش پانڈے نے پوچھا۔

شیر خان نے دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"سر! میں اس لئے گاڑی کی سپیڈ تیز نہیں کرتا تھا..... لیکن آپ فکر نہ کریں میں آپ کو وقت پر ایئرپورٹ پہنچادوں گا۔"

یہ کہہ کر شیر خان جلدی سے گاڑی کے سامنے آگیا..... اس نے گاڑی کا بونٹ اوپر اٹھایا اور جھک کر کچھ دیکھنے لگا..... بونٹ کی وہ سلاخ جس کے سہارے بونٹ کو کیا جاتا تھا انہوں نے پہلے ہی نکال رکھی تھی..... شیر خان نے ایک ہاتھ سے بونٹ ا ہوا تھا اور دوسرے ہاتھ سے انجن میں یونہی پرزوں کو ٹھیک کر رہا تھا..... پھر اس بونٹ کے پیچھے سے سر نکال کر سریش پانڈے سے کہا۔

"سر! آپ کو تکلیف تو ہوگی مگر میرے بونٹ کی سلاخ ٹوٹ گئی تھی..... آ اگر ایک منٹ کے لئے یہاں آکر بونٹ کو اوپر اٹھالیں تو میں انجن کا نقص ابھی دُور کر دیتا ہوں۔"

وہاں آس پاس کوئی دوسری ٹیکسی دکھائی بھی نہیں دے رہی تھی..... سریش پانڈے کو مجبوراً ٹیکسی سے نکلنا پڑا..... اس نے بریف کیس پچھلی سیٹ پر ہی رہنے دیا اور خود کھڑکی کھول کر شیر خان کے پاس آکر کہنے لگا۔

"تم لوگ اسی طرح مسافروں کو پریشان کرتے ہو..... گاڑی نکالنے سے پہلے اس کی چیکنگ کیوں نہیں کرتے؟"

شیر خان بولا۔

"سر! آپ فکر نہ کریں..... میں ایک منٹ میں اسے ٹھیک کئے دیتا ہوں..... آپ ذرا بونٹ کو سہارا دیں۔"

سریش پانڈے نے بادل نخواستہ دونوں ہاتھوں سے بونٹ اوپر اٹھادیا..... شیر خان جھک کر انجن میں کسی تار کو نکالنے کی کوشش کرنے لگا..... پھر جلدی سے پیچھے ہٹ کر بولا۔

"تار کا پیچ ڈھیلا ہو گیا..... ابھی اسے کس دیتا ہوں..... پیچ کس لے آؤں.....

پیچھے سیٹ کے نیچے اوزاروں میں پڑا ہے۔"

یہ کہہ کر اس سے پہلے کہ سریش پانڈے کو یہ سوچنے کا وقت ملتا کہ پچھلی سیٹ پر اس کی انتہائی سیکرٹ دستاویز والا بریف کیس پڑا ہے شیر خان تیز تیز چلتا پیچھے گیا..... کھڑکی کھول کر اندر کو جھکا..... پچھلی سیٹ کو ذرا اوپر اٹھایا..... اس کے اندر جو دھماکہ خیز ٹیپ والا بریف کیس پڑا تھا اسے نکال کر اوپر والی سیٹ پر رکھا اور اوپر والی سیٹ کا ماسٹر کاپی والا بریف کیس سیٹ کے نیچے رکھ دیا اور وہیں سے ایک بڑا پیچ کس نکال کر اپنے آپ بولتا ہوا بونٹ کی طرف بڑھا۔

"سر! شما کر دیجئے گا..... میں نے آپ کو بڑی تکلیف دی ہے..... کل اس کا پرزہ ہی بدلوالوں گا۔"

سریش پانڈے کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ ٹیکسی ڈرائیور ایک انتہائی اہم کمانڈو مشن پر ہے اور اس نے اس کے بریف کیس کو دوسرے بریف کیس سے بدل دیا ہے..... دوسری بات یہ تھی کہ شیر خان نے یہ کام اتنی تیزی اور مہارت سے کر دیا تھا کہ اسے بمشکل پندرہ سیکنڈ لگے تھے..... اس کام کی اس نے ایک سو ایک مرتبہ ریہرسل کر رکھی تھی..... شیر خان پیچ کس لے کر انجن پر جھک گیا اور یونہی ایک پیچ کو تھوڑا سا کس دینے کے بعد سریش پانڈے کے ہاتھوں سے بونٹ خود پکڑ لیا اور بولا۔

"بس مہاراج! اب آپ تشریف رکھیں..... میں نے نقص دُور کر دیا ہے۔"

سریش پانڈے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا اور ٹیکسی ڈرائیور کو برا بھلا کہتا پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا..... سیٹ پر بیٹھتے ہی اس نے اپنے بریف کیس کو دیکھا..... اس کا بریف کیس اسی طرح پچھلی سیٹ پر پڑا تھا، مگر نہیں جانتا تھا کہ یہ وہ بریف کیس نہیں ہے جس کو لے کر اور جس میں ایٹمی ڈیٹا کے راز کی ماسٹر کاپی ڈال کر وہ اپنے فلیٹ سے نکلا تھا..... یہ اس کے بریف کیس کی ہو بہو نقل تھا..... وہ دوسرا بریف کیس تھا جس میں مجاہدوں نے خوفناک دھماکہ خیز مواد والی ٹیپ اندر لگا رکھی تھی اور اس کا وزن درست رکھنے کی

خاطر یونہی دو تین بیکار فائلیں اس کے اندر رکھ دی تھیں۔

شیر خان جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور گاڑی سٹارٹ کر کے اسے آگے بڑھایا اور بولا۔

"سر! دیکھ لینا گاڑی اب ہوا سے باتیں کرے گی..... دس منٹ میں ایئرپورٹ پہنچادوں گا۔"

اور شیر خان نے گاڑی کی رفتار تیز کر دی..... شیر خان نے گہرا سانس لیا..... اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس قدر نازک، اس قدر اہم اور خطرناک مرحلے میں سے وہ اتنی آسانی کے ساتھ اور اتنی جلدی گزر گیا ہے۔

اس سارے ڈرامے کو شیر خان کی ٹیکسی سے پیچھے آتے لیڈر اور ارسلان نے بھی دیکھ لیا تھا..... جب شیر خان نے گاڑی سڑک سے اتار کر کھڑی کی تھی اور لیڈر کے اشارے پر کبیر خان نے بھی جیپ ایک طرف کھڑی کر دی تھی..... پھر جو کچھ ہوا، یعنی شیر خان کا باہر نکل کر گاڑی کے بونٹ تک جانا..... بونٹ کو اٹھانا..... پھر کچھ کہنا اور اس کے بعد ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر سے نکل کر سریش پانڈے کا شیر خان کی طرف جانا..... پھر سریش پانڈے کا بونٹ کو سہارا دینا اور شیر خان کا پچھلی سیٹ کی طرف جانا..... یہ سارا منظر ارسلان اور لیڈر نے مضطرب نگاہوں سے دیکھا تھا..... لیڈر نے آہستہ سے کہا تھا۔

"خدا کرے کہ شیر خان اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہو۔"

پھر جب انہوں نے شیر خان کو ٹیکسی کا دروازہ بند کرتے بونٹ کی طرف جاتے دیکھا تو ارسلان نے کہا۔

"مجھے یقین ہے شیر خان نے اپنا کام کر دیا ہے۔"

اس کے بعد جب ٹیکسی کا بونٹ شیر خان نے گرا دیا اور سریش پانڈے واپس پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا اور ٹیکسی چل پڑی تھی تو لیڈر نے کہا تھا۔

"میرا خیال ہے کام ہو گیا ہے..... کبیر خان، جیپ پیچھے لگا دو۔"

اور کبیر خان نے ایک خاص فاصلہ رکھ کر جیپ کو شیر خان کی ٹیکسی کے پیچھے لگا دیا تھا..... شیر خان بالکل مطمئن ہو کر ٹیکسی کو خالی سڑک پر کافی سپیڈ پر لئے جا رہا تھا..... سریش پانڈے پچھلی سیٹ پر گاڑی کی رفتار سے مطمئن ہو کر بیٹھا تھا..... وہ بریف کیس جس میں دھماکہ خیز بارودی مادہ لگا ہوا تھا اس نے اپنا بریف کیس سمجھ کر اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا تھا۔

دُور سے ایئرپورٹ کی روشنیاں نظر آنے لگیں..... شیر خان نے بلند آواز میں کہا۔

"دیکھ لیں سر! میں نے آپ کو دس منٹ میں پہنچا دیا ہے۔"

سریش پانڈے نے کوئی جواب نہ دیا..... ٹیکسی ایئرپورٹ کے گیٹ پر آکر رُک گئی..... یہاں گاڑیوں کی چیکنگ ہوتی تھی..... گارڈ نے آگے بڑھ کر سریش پانڈے کو غور سے دیکھا اور پوچھا۔

"سر! آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

اس دوران دوسرا گارڈ لمبے راڈ والے ڈی ٹیکٹر سے گاڑی کی ڈکی کھول کر یہ چیک کر رہا تھا کہ گاڑی میں کوئی بم وغیرہ تو نہیں رکھا ہوا..... اسے کیا خبر تھی کہ اسی گاڑی میں ایک ایسی خطرناک بم ٹیپ کی شکل میں بریف کیس کے اندر چپکا دیا گیا ہے کہ جس کو دنیا کا کوئی ڈی ٹیکٹر چیک نہیں کر سکتا..... اس دوران سریش پانڈے نے کوٹ کی جیب میں سے اپنا شناختی کارڈ نکال کر گارڈ کو دکھایا تو اس نے جلدی سے کہا۔

"ٹھیک ہے سر! آپ جا سکتے ہیں۔"

وہ ایسا سرکاری شناختی کارڈ تھا کہ جس کو دیکھ کر کوئی بھی سریش پانڈے کو نہیں روک سکتا تھا..... شیر خان نے بھی گاڑی کے لائسنس اور رجسٹریشن کے کاغذ نکال کر ہاتھ میں پکڑ رکھے تھے..... جب گارڈ نے سریش پانڈے کا شناختی کارڈ دیکھ کر "ٹھیک ہے سر" کہا تو شیر خان نے کاغذات بڑھاتے ہوئے کہا۔

"سر! یہ میرا لائسنس ہے۔"

گارڈ بولا۔

"آگے بڑھو۔"

اور شیر خان نے ٹیکسی آگے بڑھادی۔

اس دوران پیچھے آنے والی جیپ کبیر خان نے کافی پیچھے ایک طرف کھڑی کردی تھی..... لیڈر اور ارسلان بڑی تشویش کے ساتھ ٹیکسی کی چیکنگ ہوتے دیکھ رہے تھے..... یہاں کچھ بھی ہوسکتا تھا، لیکن یہ مرحلہ بھی جب خیریت سے گزر گیا اور شیر خان کی ٹیکسی ایئرپورٹ کی حدود میں داخل ہوگئی تو لیڈر نے سانس لے کر کہا۔

"خدا کا شکر ہے۔"

اس کے فوراً بعد لیڈر نے کبیر خان سے کہا۔

"کبیر خان! گاڑی نکال کر پیچھے لے چلو۔"

کبیر خان نے وہیں سے گاڑی کو موڑا اور اسے لے کر ایئرپورٹ کی دائیں جانب ایک کچی سڑک پر آگیا..... وہ جگہ پہلے سے طے کرلی گئی تھی جہاں جیپ کو کھڑی کرکے انہیں شیر خان کی واپسی کا انتظار کرنا تھا..... شیر خان نے ٹیکسی ڈیپارچر لاؤنج کے باہر روک دی اور جلدی سے باہر نکل کر سریش پانڈے کے لئے دروازہ کھول دیا..... سریش پانڈے نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"کتنے پیسے بنے ہیں تمہارے؟"

نقلی بریف کیس سریش پانڈے نے ایک ہاتھ سے اپنے سینے کے ساتھ لگا رکھا تھا..... شیر خان نے سوچا کہ اسے معلوم ہی نہیں اس نے اپنی موت کو سینے کے ساتھ لگایا ہوا ہے..... اس نے کہا۔

"سر! پندرہ روپے بنے ہیں؟"

سریش پانڈے نے جیب سے بٹوہ نکال کر شیر خان کو گن کر پندرہ روپے دیئے

اور کہا۔

"اس میں تمہارا ٹپ بھی شامل ہے؟"

شیر خان نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں سر!"

شیر خان اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا..... اس نے میٹر کو گھما کر نارمل کیا اور سریش پانڈے پر ایک نگاہ ڈالی..... اُدھیڑ عمر سریش پانڈے اپنی موت والے بریف کیس کو سینے سے لگائے نپے تلے قدم اٹھاتا ڈیپارچر لاؤنج کی طرف بڑھ رہا تھا..... شیر خان نے ٹیکسی آگے بڑھادی..... ایئرپورٹ کی حدود سے نکلنے کے بعد اس نے گاڑی کو اسی سڑک پر ڈال دیا جس سڑک پر تھوڑی دیر پہلے کبیر خان ارسلان اور لیڈر جیپ لے کر گئے تھے..... کبیر خان جیپ کو چلاتے ہوئے کافی آگے نکل گیا تھا۔

ایئرپورٹ کی روشنیاں ان کی دائیں جانب پیچھے رہ گئی تھیں..... یہ کچی سڑک آگے جاکر بائیں طرف نئی کالونی کی طرف مڑ جاتی تھی..... ان کی بائیں جانب قد آدم خاردار باڑ لگی ہوئی تھی جس پر فاصلے فاصلے پر بتیاں روشن تھیں..... یہ ایئرپورٹ کے رن وے کی حد بندی تھی..... ان کی جیپ وہاں سے بھی آگے نکل گئی اور ایک ایسی جگہ پر آکر درخت کے نیچے رُک گئی جہاں کچھ فاصلے پر سے جہاز اترتے اور ٹیک آف کرتے دُور سے نظر آجاتے تھے..... لیڈر نے کبیر خان سے کہا۔

"تم شیر خان کے آنے پر ٹیکسی لے کر واپس چلے جاؤ گے۔"

ٹھیک ہے شاہ جی! کبیر خان بولا۔

جیپ کی ساری بتیاں بجھادی گئی تھیں..... وہ درخت کے نیچے رات کے اندھیرے میں سڑک پر پیچھے کی جانب دیکھ رہے تھے..... شیر ان نے اس سڑک پر واپس ان کے پاس آنا تھا..... اسے معلوم تھا کہ انہوں نے اس جگہ ملاپ کرنا ہے..... شیر خان نے بھی اپنی ٹیکسی کی بتیاں بجھا رکھی تھیں..... ٹیکسی کی چھت والی لال بتی

پہلے ہی سے بجھی ہوئی تھی..... جب مسافر ٹیکسی میں بیٹھتا ہے تو ڈرائیور چھت والی لال بتی بجھا دیا کرتے ہیں..... سریش پانڈے کے اترنے کے بعد شیر خان نے لال بتی روشن نہیں کی تھی..... اسے ضرورت ہی نہیں تھی..... اس کی ٹیکسی نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سڑک پر دُور سے گاڑی کے انجن کی دھیمی دھیمی آواز سنائی دی اور کبیر خان بولا۔

"شیر خان آرہا ہے۔"

ارسلان اور لیڈر جیپ میں بیٹھے سڑک پر نظریں جمائے ہوئے تھے..... اس سڑک پر بجلی کا کوئی کھمبا نہیں تھا..... رات کی تاریکی میں سڑک پر دُور سے انہیں ایک گاڑی آتی دکھائی دی..... گاڑی کے انجن کی آواز بھی قریب ہوتی جارہی تھی..... کبیر خان بولا۔

"سر! یہ میری گاڑی کی آواز ہی ہے۔"

دوسرے لمحے شیر خان کی گاڑی اندھیرے میں سے نکل کر ان کی جیپ کے پاس آکر کھڑی ہو گئی..... شیر خان گاڑی سے جلدی سے باہر نکل آیا..... ارسلان لیڈر اور کبیر خان بھی جیپ میں سے نکل کر ان کے پاس آگئے۔

"کام ہو گیا؟" لیڈر نے جلدی سے پوچھا۔

شیر خان نے کہا۔

"سب ٹھیک ہو گیا سر! دھماکہ خیز مواد والا بریف کیس سریش پانڈے کے پاس ہے اور اس کا بریف کیس پچھلی سیٹ کے نیچے پڑا ہے۔"

لیڈر نے اس وقت پچھلی سیٹ کو اوپر اٹھا کر نیچے دیکھا..... سیٹ کے اندر بریف کیس پڑا تھا..... لیڈر نے بریف کیس نکال کر اسے غور سے دیکھا اور کبیر خان سے کہا۔

"اسے کھولو۔"

اس کی وجہ یہ تھی کہ ہر بریف کیس کی چابی الگ الگ ہوتی ہے اور اس بریف کیس کی چابی سریش پانڈے اپنے ساتھ ہی لے گیا تھا..... کبیر خان تالے کھولنے کا ماہر تھا اور وہ ایک خاص اوزار اس مقصد کے لئے ساتھ لے کر آیا تھا..... اس نے اسی وقت بریف کیس کو کھول دیا..... ارسلان اور لیڈر ٹیکسی کے اندر بیٹھ گئے تھے..... کبیر خان اور شیر خان ٹیکسی کے باہر کھڑے تھے..... لیڈر نے چھوٹی ٹارچ کی روشنی میں بریف کیس میں رکھے کاغذات کو اُلٹنا پلٹنا شروع کیا تو اسے ایک بادامی رنگ کا لفافہ نظر آیا..... اس نے لفافے کو کھولا تو اس میں سے کمپیوٹر کی ایک ڈسک نکلی جو ایک اور لفافے میں بند کر کے رکھی گئی تھی..... لیڈر نے ڈسک کے درمیان میں لکھے ہوئے کوڈ نمبروں کو غور سے دیکھا تو اس کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔

"شیر خان! یہی وہ ماسٹر کاپی کی ڈسک ہے جس کی ہمیں ضرورت تھی۔"

لیڈر نے ڈسک کو لفافے میں ڈالا اور لفافہ بند کر کے اپنے کوٹ کی اندر کی جیب میں سنبھال کر رکھ لیا اور کبیر خان سے کہا۔

"کبیر خان! تم ٹیکسی لے کر فوراً واپس چلے جاؤ۔"

کبیر خان اسی وقت ٹیکسی میں بیٹھا اور اسے سٹارٹ کر کے وہاں سے نکل گیا..... لیڈر، ارسلان اور شیر خان جیپ میں آکر بیٹھ گئے..... لیڈر خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا..... ارسلان اور شیر خان اس کے ساتھ والی ایک ہی کشادہ سیٹ پر بیٹھے تھے..... لیڈر نے جیپ سٹارٹ کر دی اور اسے وہاں سے آگے نکال کر جہاں کھیت شروع ہو جاتے تھے وہاں لا کر ایک گھنے درخت کی اوٹ میں کھڑی کر دی..... جیپ کی بتیاں بجھی ہوئی تھیں..... جیپ کا رُخ کھیتوں کی طرف تھا، جہاں سے ڈیڑھ دو فرلانگ کے فاصلے پر ایئرپورٹ کا رن وے آکر ختم ہو جاتا ہے اور جہاز کافی پیچھے سے ٹیک آف کر جاتے تھے، جس ٹرانسپورٹ طیارے کو دیکھنے کے لئے یہ لوگ وہاں چھپ کر بیٹھے تھے اسے بھی یہیں سے ٹیک آف کرنا تھا..... جہاز کی فلائٹ ان لوگوں کی اطلاع کے

مطابق رات ایک بجے کے بعد تھی جو ایک بجکر پندرہ منٹ یا ایک بجکر بیس منٹ ہی ہو سکتی تھی..... وہاں سے رن وے تو دکھائی نہیں دیتا تھا مگر جب کوئی بڑا جہاز اُڑان بھرنے کے لئے رن وے پر دوڑنے لگتا تھا تو وہاں سے جہاز نظر آجاتا تھا، لیکن یہ رات کا وقت تھا..... رات کے وقت انہیں صرف جہاز کی روشنی ہی دکھائی دے سکتی تھی۔

دُور سے رن وے کی دونوں جانب جلتی روشنیاں ستاروں کی طرح جھلملاتی دکھائی دے رہی تھیں..... ان میں سے کوئی بھی بات نہیں کر رہا تھا..... سب پر ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی..... وہ بار بار اپنی اپنی گھڑیاں دیکھ لیتے تھے..... آخر شیر خان نے خاموشی کے طلسم کو توڑتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے فلائٹ کا ٹائم ہو گیا ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" لیڈر نے آہستہ سے کہا۔

سب کی نظر دُور اس جگہ لگی ہوئی تھیں جہاں سے رات کے اندھیرے میں انہیں دوڑتے ہوئے طیارے کی روشنی نظر آنی تھی..... ابھی تک وہاں کچھ بھی نہیں تھا..... سب کے دل میں ایک ہی خیال آرہا تھا کہ کہیں بریف کیس کا راز نہ کھل گیا ہو اور فلائٹ منسوخ نہ کر دی گئی ہو، مگر زبان سے اس کا کوئی بھی اظہار نہیں کر رہا تھا..... شیر خان کے دل میں بھی طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہو رہے تھے۔

اچانک دُور سے ایک جانب سے روشنی کا غبار سا گھوم کر ایک طرف کو مڑتا دکھائی دیا..... لیڈر نے چونک کر کہا۔

"طیارہ ٹیک آف پوائنٹ پر آرہا ہے۔"

اس کا اندازہ صحیح تھا..... دلی سے مدراس جانے والا ٹرانسپورٹ طیارہ L-119 رن وے پر ٹیک آف کرتے ہوئے اپنے ٹیک آف پوائنٹ کی طرف گھوم گیا تھا..... اس کی ہیڈ لائٹیں روشن تھیں..... یہی روشنی انہیں غبار کی شکل میں ایک طرف کو مڑتی ہوئی نظر آئی تھی..... دوسرے لمحے انہیں طیارے کی تیز روشنی نظر آنے

لگی..... پھر یہ روشنی بجھ گئی۔ لیڈر نے کہا۔

"طیارہ ٹیک آف کرنے والا ہے۔"

طیارہ L-119 ٹیک آف پوائنٹ پر آکر کھڑا ہو گیا تھا..... اس طیارے میں سریش پانڈے اپنا بریف کیس گود میں رکھے سیٹ پر بیٹھا تھا..... چار باڈی گارڈ جو ایئرپورٹ کے اندر سے اس کے ساتھ ہو گئے تھے اور انہوں نے سریش پانڈے کو اپنی حفاظت میں لے لیا تھا..... اس کے آگے اور پیچھے سیٹوں پر بیٹھے تھے..... یہ مسافر بردار طیارہ نہیں تھا..... مال لانے لے جانے والا طیارہ تھا مگر اس کے اندر چھ سات نشستیں بنا دی گئی تھیں..... طیارے کے دونوں ہوابازوں اور عملے کے دوسرے ارکان کو بھی علم نہ تھا کہ سریش پانڈے بریف کیس میں کیا لے جا رہا ہے..... باڈی گارڈ کو بھی صرف اتنا ہی علم تھا کہ یہ شخص اٹامک کمیشن کی کوئی بڑی اہم دستاویز ساتھ لے کر جا رہا ہے جس کی حفاظت از حد ضروری ہے۔

ان میں سے کسی کو خبر نہیں تھی کہ اس وقت سریش پانڈے بریف کیس میں صرف ایک تباہ کن بم لے کر جا رہا ہے جس کے پھٹنے کے بعد طیارے کے پرخچے اُڑنے والے تھے..... وہ بارہ کے بارہ کریٹ بھی طیارے میں لدے ہوئے تھے جن کے اندر مختلف نوادرات تھے اور جن میں سے ہر کریٹ کے ڈھکنے کے اندر کی سائیڈ پر دھماکہ خیز ٹیپ چپکی ہوئی تھی..... یہ ٹیپ پچاس پچاس من وزنی ایک درجن بموں کے دھماکے سے کم شدت کی نہیں تھی۔

ٹرانسپورٹ طیارہ L-119 ٹیک آف پوائنٹ پر کھڑا تھا اور اس کے چاروں جیٹ انجن سٹارٹ ہو چکے تھے جن کی گونج ارسلان اور لیڈر اور شیر خان کو اتنے فاصلے پر بھی سنائی دے رہی تھی..... پھر ایک دم سے طیارہ پوری رفتار کے ساتھ رن وے پر دوڑنے لگا..... طیارے کی سرخ اور نیلی روشنی دُور سے قریب آتی جا رہی تھی..... پھر طیارے نے اُڑان بھری اور زمین سے بلند ہونا شروع ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مجاہدوں

کی جیپ سے کچھ فاصلے پر ان کے اوپر سے شور مچاتا گزر گیا..... لیڈر نے طیارے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ ٹرانسپورٹ طیارہ ہی ہے۔"

اس کے بعد لیڈر نے جیب میں سے ریموٹ کنٹرول نکال کر اپنے ہاتھوں میں تھاما اور اس کے لاک کو کھول دیا..... یہ لاک اس کے خطرناک بٹن کو بند کرنے کے لئے لگایا جاتا تھا..... لیڈر جیپ سے باہر آیا..... شیر خان اور ارسلان بھی اس کے ساتھ ہی جیپ سے باہر آ گئے..... لیڈر نے ریموٹ کنٹرول کا رُخ جس طرف طیارہ آسمان پر پرواز کرتے ہوئے بلندی حاصل کر رہا تھا اس کی طرف کر دیا تھا..... لیڈر نے آہستہ سے کہا۔

"ابھی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ ٹرانسپورٹ طیارہ L-119 ہی ہے یا کوئی دوسرا طیارہ ہے۔"

طیارہ رات کی تاریکی میں آہستہ آہستہ فضا میں بلند ہو رہا تھا..... اس کے نیچے وائرلیس کی سرخ اور نیلی بتیاں بار بار جل رہی تھیں اور پھر لیڈر نے ریموٹ کنٹرول کا سرخ بٹن دبا دیا..... بٹن کے دبتے ہی فضا میں ایسے روشنی ہوئی جیسے بے شمار آسمانی بجلیاں ایک ساتھ چمک اُٹھی ہوں..... اس کے دو سیکنڈ بعد دو زبردست دھماکوں کی آواز سے رات کا سناٹا درہم برہم ہو گیا اور انہوں نے دیکھا کہ طیارے کے جلتے ہوئے ٹکڑے تیزی سے زمین کی طرف گر رہے تھے۔

لیڈر نے ریموٹ کنٹرول جیب میں رکھا اور کہا۔

"یہاں سے نکل چلو۔"

تھوڑی ہی دیر کے بعد ان کی جیپ رات کے سناٹے میں دلی شہر کی دُور سے نظر آتی روشنیوں کی طرف بھاگی جا رہی تھی..... آدھے گھنٹے کے بعد وہ اپنی خفیہ کمیں گاہ میں داخل ہو رہے تھے..... اس وقت رات کے تین بجنے والے تھے..... لیڈر نے

چھوٹے سے کمرے میں آتے ہی ایٹمی کمپیوٹر ڈیٹا کی ماسٹر کاپی والی ڈسک جیب سے نکالی..... لفافے میں سے ڈسک کو نکال کر اس کا بھرپور جائزہ لیا اور شیر خان سے کہا۔

"یہ اصلی ماسٹر کاپی ہی ہے..... کل میں اسے اپنے دوسرے خفیہ ٹھکانے میں لے کر جاؤں گا اور اسے کمپیوٹر میں ڈال کر اس کو فیڈ کر دوں گا تاکہ اگر ڈسک گم بھی ہو جائے تو اس کا ڈیٹا ہمارے پاس محفوظ رہے..... اب ہمیں سو جانا چاہئے..... کسی قسم کی باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اور وہ وہیں ایک طرف پڑ کر سو گئے..... اپنے مشن کی کامیابی کے بعد انہیں بڑی گہری نیند آئی اور وہ دوسرے دن دس گیارہ بجے تک سوئے رہے..... جب اٹھے تو کبیر خان اخبار لئے وہاں موجود تھا..... اس نے لیڈر کو اخبار دیا..... اخبار میں شہ سرخی کے ساتھ جہاز کی تباہی کی خبر چھپی ہوئی تھی..... نیچے صرف اتنا ہی لکھا تھا کہ رات دلی ایئرپورٹ سے ایک ٹرانسپورٹ طیارہ L-119 فنی خرابی کے باعث پرواز کے تھوڑی دیر بعد ہی تباہ ہو گیا..... اسے دہشت گردی کی کارروائی نہیں سمجھا جا رہا..... ایئرپورٹ کے ذمے دار ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ حادثہ جہاز کے ایک انجن میں اچانک آگ بھڑک اٹھنے اور پھر پٹرول کی ٹینکی کے پھٹنے سے ہوا ہے۔

لیڈر نے کہا۔

"بھارتی حکومت کو یہی کہنا چاہئے تھا..... وہ یہ کیسے کہہ سکتے تھے کہ اس جہاز میں ایک انتہائی اہم خفیہ دستاویز لے جائی جا رہی تھی۔"

جہاز کی تباہی کی خبر اٹامک کمیشن کے ہیڈ آفس میں پہنچی تو اسی وقت کمیشن کے ڈائریکٹر جنرل کو وزیر دفاع کے بنگلے پر طلب کر لیا گیا۔

وزیر دفاع نے ڈائریکٹر جنرل کو پہلا سوال یہ کیا۔

"اٹامک کمپیوٹر ڈیٹا ہمارے ماسٹر پلانٹ میں فیڈ ہو چکا تھا؟"

ڈی جی نے کہا۔

"جی ہاں..... ہم اس طرف سے کیسے غافل رہ سکتے تھے..... ہم نے سیکرٹ ایٹمی ڈیٹا کو سات جگہوں پر فیڈ کیا ہوا ہے..... جہاز کے کریش ہو جانے کی وجہ سے اگر اس کی ماسٹر کاپی ضائع ہو گئی ہے تو کیا ہوا..... اس قسم کے حادثات کے پیش نظر ہم نے ایٹمی ڈیٹا اپنے پاس فیڈ کر کے محفوظ کر کے رکھ لیا تھا۔"

وزیر دفاع نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ کریش کیوں ہوا؟ ہم اس کی پوری پوری انکوائری کریں گے..... ہمیں یہ دہشت گردی کا واقعہ لگتا ہے..... ہم نے ایئرپورٹ کے آدھے عملے کو معطل کر دیا ہے۔"

بھارتی حکومت کو علم ہی نہیں تھا کہ جس ایٹمی راز کو انہوں نے اپنے خیال میں جہاز کے تباہ ہو جانے کے باوجود اپنے پاس چھپا کر رکھا ہوا تھا وہ راز ماسٹر کاپی کمپیوٹر ڈسک کی شکل میں کشمیری مجاہدین کے پاس پہنچ چکا تھا اور چونکہ حکومت اور انڈین اٹامک انرجی کمیشن کو پورا یقین تھا کہ ان کا انتہائی خفیہ ایٹمی راز ابھی تک ان کے پاس محفوظ ہے اور ماسٹر کاپی کی ڈسک کسی دوسرے ملک کے ہاتھ لگنے کی بجائے سریش پانڈے کے ساتھ ہی جہاز میں جل کر راکھ ہو گئی ہے، اس لئے انہیں اس ایٹمی فارمولے میں کسی قسم کی فنی تبدیلی کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

اور کمانڈو ارسلان، شیر خان اور لیڈر یہی چاہتے تھے اور جو کچھ وہ چاہتے تھے وہ اس میں کامیاب ہو گئے تھے..... اسی دن لیڈر اپنی دوسری خفیہ کمیں گاہ میں پہنچ گیا..... وہاں اس نے جاتے ہی ایٹمی سیکرٹ والی ماسٹر کاپی کو کمپیوٹر میں فیڈ کر کے اس کو اپنے پاس محفوظ کر لیا..... اب یہ ماسٹر کاپی انہیں پاکستان پہنچانی تھی تاکہ پاکستان اپنے دشمن ہمسایہ ملک کی پاکستان دشمن سرگرمیوں سے باخبر رہے اور ان کا توڑ دریافت کر سکے..... بھارت کے پاکستان دشمن جارحانہ عزائم کے خلاف یہ اقدامات انتہائی ضروری تھے اور پاکستان کے دفاع کا تقاضا بھی یہی تھا۔

اسی رات لیڈر نے خصوصی میٹنگ کی جس میں فیصلہ کیا گیا کہ ایٹمی راز کی کمپیوٹر

ماسٹر کاپی کمانڈو شیر خان لے کر پاکستان جائے گا..... اس مہم کے سلسلے میں شیر خان کو دلی سے پہلے کشمیر جانا تھا اور پھر وہاں سے بارڈر کراس کر کے پاکستان پہنچنا تھا..... یہ ایک تو لمبا سفر تھا دوسرے دلی سے جموں کشمیر تک راستے میں سی آئی ڈی نے طیارے کے کریش کے بعد اپنا پورا جال پھیلا دیا ہوا تھا..... اس کی پوری رپورٹیں لیڈر کے خفیہ ہیڈ کوارٹر تک پہنچ رہی تھیں..... کمانڈو ارسلان نے کہا۔

"شیر خان کو پاکستان پہنچانے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہو سکتا؟"

"دوسرے طریقے بھی ہو سکتے ہیں، لیکن اس وجہ سے ہمارے سامنے کئی مسائل آ سکتے ہیں..... میرے نزدیک شیر خان کو آزاد کشمیر کی پہاڑیوں میں ہی کسی جگہ سے کنٹرول لائن عبور کرنی ہو گی..... کیوں شیر خان تمہارا کیا خیال ہے؟"

شیر خان اچھی طرح جانتا تھا کہ لیڈر کی تجویز انتہائی معقول ہے، اس نے کہا۔

"سر! میں آپ کی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔"

لیڈر کہنے لگا۔

"لیکن تمہیں یہ نہیں بھولنا ہو گا کہ اس بار تم اکیلے ہی اس مہم پر نہیں جا رہے ہو گے تمہارے ساتھ ایک ایسے قیمتی راز کی دستاویز بھی ہو گی جس کو پاکستان پہنچانا از حد ضروری ہے۔"

شیر خان نے کہا۔

"میں اس مہم کی اہمیت سے واقف ہوں سر! آپ مطمئن رہئے..... یہ دستاویز انشاء اللہ بہت جلد پاکستان کے متعلقہ حکام کے پاس ہر حالت میں اور بہت جلدی پہنچ جائے گی۔"

"انشاء اللہ!"

لیڈر اور کمانڈو ارسلان نے بیک زبان ہو کر کہا..... ارسلان کہنے لگا۔

"جموں کشمیر تک میں تمہارے ساتھ ہی ہوں گا..... اس کے بعد البتہ تمہیں خود

سفر کرنا ہو گا۔"

شیر خان بولا۔

"وہ میرے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔"

لیڈر نے کہا۔

"ایٹمی ڈیٹا کی اس ماسٹر کاپی کو سنبھال کر رکھنا۔"

شیر خان نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں..... میں اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ حفاظت کروں گا۔"

دوسرا دن سفر کی تیاری میں گزر گیا۔

شیر خان نے کمپیوٹر کی ڈسک کو لفافے میں بند کر کے لفافے کو ایک لمبے رومال میں لپیٹا اور پھر اسے اپنے پیٹ کے ساتھ بنیان کے اندر باندھ لیا تھا..... دلی سے کمانڈو ارسلان اور شیر خان رات کے وقت گاڑی میں سوار ہوئے..... دوسرے دن صبح کے وقت وہ امرتسر پہنچ گئے..... اس دفعہ بھی وہ جالندھر کی بجائے امرتسر سے وایا پٹھان کوٹ جموں تک سفر کرنا چاہتے تھے، کیونکہ جالندھر کا علاقہ حساس علاقہ تھا اور وہاں خطرہ زیادہ تھا..... امرتسر میں شیر خان کو صرف ایک ہی خطرہ تھا کہ دہشت گرد بھوشن کی پارٹی کا کوئی آدمی اسے دیکھ نہ لے، کیونکہ ان لوگوں کا ہیڈ کوارٹر امرتسر میں ہی تھا۔

اس خطرے سے بچنے کے لئے شیر خان نے یہ کیا کہ اس نے گلوبند سے اپنا آدھا چہرہ چھپا لیا..... ارسلان اس کے ساتھ تھا..... دونوں سٹیشن پر اترنے کے فوراً بعد امرتسر پٹھان کوٹ سروس کے لاری اڈے پر آ گئے اور الگ جگہ پر بیٹھ گئے..... سردیوں کا موسم تھا..... ان پہاڑی علاقوں کی طرف لوگ کم سفر کرتے تھے..... صرف لوکل یعنی دکاندار اور سرکاری لوگوں کا ہی زیادہ آنا جانا تھا..... انہیں لاری کے لئے زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا..... ایک لاری ابھی پوری بھری بھی نہیں تھی کہ وہ جموں کی طرف روانہ ہو گئی..... ارسلان اور شیر خان الگ الگ سیٹوں پر لاری میں بیٹھے تھے..... وہ کسی

قسم کا اسلحہ وغیرہ ساتھ لے کر نہیں چلے تھے..... اسلحہ لے کر جموں پٹھان کوٹ کے علاقے میں سفر کرنا ان کے لئے خطرے کا باعث بن سکتا تھا۔

وہ خیریت سے جموں پہنچ گئے۔

جموں سے انہوں نے ایک دوسری لاری پکڑی جس نے انہیں سرینگر پہنچا دیا..... راستے میں معمولی سی ایک جگہ چیکنگ ہوئی لیکن خیریت ہی رہی..... سرینگر اپنے خفیہ ٹھکانے پر پہنچنے کے ایک دن بعد کمانڈو شیر خان نے آزاد کشمیر کی جانب اپنا خطرناک سفر شروع کر دیا..... یہ بڑا دشوار گزار اور خطرناک سفر تھا..... کنٹرول لائن کی دونوں جانب دونوں ملکوں کی فوجوں نے مورچے سنبھال رکھے تھے، لیکن کمانڈو شیر خان کے ساتھ ایک گائیڈ تھا جو اسے بڑے خفیہ اور نسبتاً کم خطرے والے علاقے میں سے لے جا رہا تھا..... ایک جگہ آ کر گائیڈ نے کہا۔

"یہاں سے تمہیں اکیلے ہی سفر کرنا ہو گا..... یہ ایک کھائی تم دیکھ رہے ہو..... اس کی دوسری جانب آزاد کشمیر کی پہاڑی شروع ہو جاتی ہیں۔"

گائیڈ شیر خان کو چھوڑ کر واپس چلا گیا..... شیر خان کھائی میں اتر گیا..... کھائی کے دونوں کنارے اونچے تھے اور وہاں کافی جیسے پنجابی میں کانے کہتے ہیں ان کی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں..... کھائی خشک تھی اور چھوٹے بڑے پتھر ہر طرف بکھرے ہوئے تھے..... شیر خان اس علاقے سے پہلے کبھی نہیں گزرا تھا..... وہ کھائی کے کنارے کی اونچی دیوار کے ساتھ ساتھ آگے چلا جا رہا تھا..... اسے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ یہ نو مینز لینڈ، بھارت کا بارڈر ہے یا پاکستان کا بارڈر ہے۔

اچانک اسے دھماکوں کی دھیمی دھیمی گونج سنائی دینے لگی..... وہ رُک گیا..... اس نے کان لگا کر سنا..... یہ توپ کے گولوں کے دھماکے تھے اور گولے کہیں دُور پھٹ رہے تھے..... کنٹرول لائن پر بھارت کی فوج آزاد کشمیر کے علاقے میں کنٹرول لائن کے پار گولہ باری کرتی ہی رہتی تھی..... اس کے بعد دوسری طرف سے بھی گولے

آکر پھٹنے لگے..... ان گولوں کے دھماکے قریب سنائی دے رہے تھے..... یہ آزاد کشمیر کی فوج کی جوابی گولہ باری تھی..... اس وقت کنٹرول لائن عبور کرنا موت کو دعوت دینے کے برابر تھا..... شیر خان وہیں جھاڑیوں کے پاس بیٹھ گیا اور گولہ باری بند ہونے کا انتظار کرنے لگا..... کوئی ایک گھنٹے کے بعد دونوں طرف سے گولہ باری رُک گئی۔

شیر خان اُٹھ کر چلنے لگا۔

کھائی آگے جاکر بائیں جانب مڑ گئی..... جہاں کھائی مڑتی تھی شیر خان وہاں جاکر رُک گیا..... وہ سوچنے لگا کہ کھائی سے باہر نکلے یا کھائی کے اندر ہی چلتا جائے..... کچھ پتہ نہیں تھا کہ کھائی جو دائیں طرف مڑتی ہے آگے جاکر کہاں نکل آتی ہے..... آخر اس نے کھائی سے باہر نکلنے کا فیصلہ کر لیا..... اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا اور شام کا دُھندلکا آہستہ آہستہ گہرا ہو رہا تھا..... شیر خان کھائی سے باہر نکل آیا۔

کھائی کے کنارے پر آتے ہی وہ بیٹھ گیا اور گہری ہوتی شام کے دُھندلکے آہستہ آہستہ گہرے ہو رہے تھے..... شیر خان کھائی سے باہر آیا۔

کھائی کے کنارے پر آتے ہی وہ بیٹھ گیا اور گہری ہوتی شام کے دُھندلکے میں سامنے کی جانب دیکھنے لگا..... سردی کی وجہ سے دُھند درختوں کے درمیان پھیلنے لگی تھی..... جب اندھیرا ذرا گہرا ہو گیا تو شیر خان اٹھا اور سامنے کی سمت چل پڑا..... یہ جنگلاتی علاقہ تھا..... دونوں جانب اونچی اونچی پہاڑیاں تھیں..... شیر خان رات کی تاریکی میں ایک خاردار باڑھ کے قریب آکر رُک گیا..... یہ کنٹرول لائن کی باڑھ ہی ہو سکتی تھی..... آگے جاکر باڑھ ایک جگہ سے کٹی ہوئی تھی اور وہاں کافی بڑا شگاف پڑ گیا تھا..... شاید یہاں کسی طرف سے آکر کوئی گولہ پھٹا تھا..... نیچے ایک گڑھا بھی بنا ہوا تھا جس میں سے بارود کی بو آ رہی تھی..... گولے کو پھٹے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔

شیر خان خاردار باڑ کے شگاف میں سے دوسری طرف گزر گیا..... اتنا اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ مقبوضہ کشمیر کی طرف سے کنٹرول لائن پار کر کے آزاد کشمیر میں

داخل ہو چکا ہے..... رات کی تاریکی میں درخت اور جھاڑیاں دُھندلی نظر آ رہی تھیں..... شیر خان بے حد احتیاط سے کام لے رہا تھا..... تھوڑی دُور چل کر رُک جاتا..... اِردگرد کا جائزہ لیتا اور پھر چلنے لگتا..... اسے دو آدمیوں کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی..... وہ وہیں جھاڑیوں کے پیچھے چھپ گیا..... آواز قریب آ رہی تھی۔

پھر اسے اندھیرے میں دو انسانی سائے ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ چلتے اپنی طرف آتے دکھائی دیئے..... قریب آئے تو یہ دونوں فوجی وردی میں تھے..... پتہ نہیں یہ بھارتی فوجی تھے یا آزاد کشمیر کی بارڈر فورس کے جوان تھے..... شیر خان سانس روکے جھاڑیوں کے پیچھے چھپا رہا..... دونوں فوجی جوان باتیں کرتے جا رہے تھے..... یہ پٹرول پارٹی تھی..... ان کی گفتگو سے شیر خان فوراً سمجھ گیا کہ یہ مسلمان ہیں..... ان میں سے ایک فوجی نے انشاءاللہ کہا تھا۔

اس کے باوجود شیر خان ان کے سامنے نہیں آنا چاہتا تھا..... جب دونوں جوان کافی آگے نکل گئے تو شیر خان اٹھا اور سامنے والی پہاڑی کی جانب چلنے لگا..... وہ ایک چھوٹے سے گاؤں میں آ گیا..... گاؤں میں جو چند ایک مکان تھے وہ گولہ باری سے تباہ ہو چکے تھے اور وہاں سناٹا چھایا ہوا تھا..... شیر خان آگے نکل گیا..... اسی طرح پہاڑیوں میں سفر کرتا رہا اور پھر ایک گاؤں آ گیا جہاں کسی مرغ کے اذان دینے کی آواز آ رہی تھی۔

ایک جانب ذرا بلندی پر چبوترے پر ایک چھوٹا سا مکان تھا جس کے چھوٹے سے صحن میں لالٹین روشن تھی..... شیر خان کو ایک آدمی صحن میں چلتا پھرتا دکھائی دیا..... شیر خان نے اس طرف جانا مناسب نہ سمجھا اور ذرا فاصلے پر سے ہو کر آگے چلا گیا..... یہاں جوار کے کھیت تھے جن میں فصل کھڑی تھی..... کھیتوں کے درمیان تنگ سی پگ ڈنڈی بنی ہوئی تھی..... شیر خان اس پگ ڈنڈی پر چل رہا تھا کہ اچانک کھیت میں سے ایک آدمی نکل کر اس کے سامنے آ گیا..... اس نے بلند آواز میں پوچھا۔

"کون ہو تم؟ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

شیر خان رُک گیا..... اس آدمی نے کھیس کی بکل ماری ہوئی تھی..... شیر خان نے کہا۔

"بھائی میں مسلمان ہوں..... اگلے گاؤں جانا ہے راستہ بھول گیا ہوں۔"

اس آدمی نے بڑے غور سے شیر خان کو دیکھا اور بولا۔

"کون سے گراں سے آئے ہو؟"

شیر خان نے یونہی ایک گاؤں کا نام لے دیا..... اس آدمی نے کہا۔

"جانا کہاں ہے؟"

شیر خان نے کہا۔

"بھائی اگر تم مجھے یہ بتا دو کہ راولا کوٹ یہاں سے کس طرف ہے تو تمہاری بڑی مہربانی ہو گی..... مجھے راولا کوٹ ہی جانا ہے۔"

اس آدمی نے کہا۔

"راولا کوٹ تو یہاں سے بڑی دُور ہے۔"

شیر خان نے پوچھا۔

"کوئی ایسی سڑک بتا دو جہاں سے مجھے راولا کوٹ والی بس مل سکتی ہے۔"

وہ آدمی بولا۔

"رات کے اندھیرے میں تم راستے میں بھٹک جاؤ گے..... میرے ساتھ گھر چلو، رات آرام کرو..... صبح میں تمہیں ایک آدمی کے ساتھ کر دوں گا وہ تمہیں وہاں چھوڑ آئے گا جہاں سے تمہیں راولا کوٹ والی لاری مل جائے گی۔"

شیر خان نے کبھی ایسا کیا نہیں تھا، مگر جانے کیوں اس نے اس آدمی پر اعتبار کر لیا اور اس کے ساتھ چل پڑا..... شاید اسے یہ خیال تھا کہ وہ آزاد کشمیر کے علاقے میں ہے..... یہاں اسے کیا خطرہ ہو سکتا ہے..... وہ آدمی اسے اپنے چھوٹے سے دیہاتی

مکان میں لے آیا..... ایک کوٹھڑی میں چارپائی پر بستر بچھا ہوا تھا..... اس آدمی نے کہا۔

"میرا نام جہانگیر ہے..... میں کاشتکار ہوں..... تم آرام کرو..... میں صبح آؤں گا۔"

اور وہ چلا گیا..... شیر خان نے کوٹھڑی کا دروازہ بند کر دیا اور بستر پر لحاف اوڑھ کر لیٹ گیا..... دُور اندیشی کا تقاضا یہی تھا کہ اسے آرام سے لحاف اوڑھ کر نہیں لیٹنا چاہئے تھا..... اسے اس آدمی کا پیچھا کرنا چاہئے تھا کہ وہ کہاں جاتا ہے، مگر شیر خان پر غفلت غالب آ چکی تھی..... حالانکہ ایسی غلطی اس نے اپنی ساری کمانڈو لائن میں کبھی نہیں کی تھی۔

وہ لحاف اوڑھے چارپائی پر لیٹا ہوا تھا مگر اسے نیند نہیں آ رہی تھی..... اب اسے اپنی غلطی کا احساس ہونے لگا تھا کہ خدا جانے یہ آدمی کون تھا..... اسے اس پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے تھا، لیکن شیر خان اس کے باوجود گرم بستر میں ہی پڑا رہا..... کچھ دیر کے بعد اس کی چھٹی حس نے اسے خبردار کیا کہ خطرہ نزدیک آ رہا ہے..... شیر خان جلدی سے لحاف پرے پھینک کر اُٹھ کھڑا ہوا..... جیسے ہی وہ دروازے کی طرف بڑھا اسے باہر آدمیوں کے باتیں کرنے اور قدموں کی آواز سنائی دی..... شیر خان نے جلدی سے دروازہ کھول کر باہر دیکھا..... جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا اس پر طاقتور ٹارچ کی روشنی پڑی اور ساتھ ہی کسی نے رعب دار آواز میں کہا۔

"خبردار! حرکت نہ کرنا..... ورنہ گولی سے اُڑا دیں گے۔"

ٹارچ کی روشنی اس کے چہرے پر سے نیچے ہو گئی..... اس کی ہلکی روشنی میں شیر خان نے تین فوجی جوانوں کو دیکھا جن کے ہاتھوں میں سٹین گنیں تھیں اور گنوں کا رُخ شیر خان کی طرف تھا..... ان کے آگے ایک اور فوجی جوان تھا جس نے ایک ہاتھ میں پستول اور دوسرے ہاتھ میں ٹارچ پکڑی ہوئی تھی..... تینوں فوجی وہیں پوزیشن میں کھڑے رہے..... چوتھا جوان شیر خان کے قریب آ گیا..... اس نے پوچھا۔

"کون ہو تم؟"

اتنے میں ایک طرف سے وہی آدمی نمودار ہوا جس نے اپنا نام جہانگیر بتایا تھا اور جو شیر خان کو کوٹھڑی میں لے کر آیا تھا..... وہ کہنے لگا۔

"صاحب! یہ بھارت کا جاسوس ہے..... یہ ہندو ہے مگر اپنے آپ کو مسلمان بتا رہا تھا۔"

فوجی جوان نے دوسرے فوجیوں سے کہا۔

"اسے لے چلو۔"

تینوں فوجی شیر خان کی طرف بڑھے..... ایک نے شیر خان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور دوسرے فوجیوں نے شیر خان کے بازو پیچھے کر کے رسی سے جکڑ دیئے اور اسے بازو سے پکڑ کر ایک طرف چل پڑا..... چونکہ شیر خان کو یقین ہو چکا تھا کہ وہ آزاد کشمیر کے علاقے میں ہے اور یہ آزاد کشمیر کی رجمنٹ کے جوان ہیں اس لئے اس نے کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی تھی۔

فوجی جوان شیر خان کو کچھ فاصلے پر ایک زمین دوز مورچے میں لے آئے..... یہاں آ کر اس کی آنکھوں کی پٹی کھول دی گئی..... وہاں ایک لالٹین روشن تھی..... جو فوجی نوجوان تھا اس کی وردی پر ایک پھول لگا تھا..... یہ لیفٹیننٹ تھا..... اس نے شیر خان سے پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

شیر خان نے کہا۔

"عبدالسلام۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔" نوجوان افسر نے کہا..... "تم ہندو ہو اور یہاں جاسوسی کرنے آئے ہو۔"

پھر اس نے ایک فوجی کو حکم دیا۔

"حوالدار کریم داد! اس کی تلاشی لو۔"

شیر خان کی تلاشی لی گئی تو اس کے پیٹ کے ساتھ کپڑے سے بندھی ہوئی ایٹمی ڈیٹا والی ڈسک برآمد ہوئی..... اسے دیکھ کر نوجوان افسر چونکا..... اس نے کہا۔

"یہ کیا ہے؟"

شیر خان نے کہا۔

"سر! یہ پاکستان کی بڑی قیمتی امانت ہے جسے میں جان کا خطرہ مول لے کر یہاں تک لایا ہوں..... اس میں کیا ہے؟ یہ میں آپ کو نہیں بتا سکتا۔"

نوجوان فوجی افسر نے حوالدار سے کہا۔

"اس کو ایک طرف لے جا کر دیکھو کہ یہ مسلمان ہے کہ ہندو ہے؟"

حوالدار کریم داد شیر خان کو کونے میں لے گیا اور اس کا معائنہ کرنے کے بعد بولا۔

"سر! یہ مسلمان ہے۔"

فوجی افسر نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ یہ مسلمان بھارتی جاسوس ہے..... اسے کونے میں بٹھا دو۔"

شیر خان کو کونے میں بٹھا دیا گیا..... حوالدار کریم داد سٹین گن لئے اس کے سر پر کھڑا ہو گیا..... فوجی افسر نے ٹیلی فون کی ہتھی تین چار مرتبہ زور زور سے گھمائی اور کسی سے کہا۔

"سر! ہم نے ایک مسلمان بھارتی جاسوس پکڑا ہے جس کے پاس سے کمپیوٹر کی ایک ڈسک برآمد ہوئی ہے..... بس سر! وہ کہتا ہے یہ پاکستان کی امانت ہے۔"

یس سر!

فوجی افسر نے ٹیلی فون بند کر کے حوالدار کریم داد سے کہا۔

"کریم داد! اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دو..... کیپٹن صاحب نے پیچھے ہیڈ کوارٹر میں بلایا ہے۔"

شیر خان نے کہا۔

"آپ مسلمان ہیں..... آزاد کشمیر فوج کے افسر ہیں..... میری آپ سے ایک ہی درخواست ہے کہ اس کمپیوٹر ڈسک کو حفاظت سے رکھئے گا۔"

"خاموش رہو" نوجوان فوجی افسر نے شیر خان کو جھڑک کر کہا۔

اس کے بعد شیر خان کو ایک جیپ میں بٹھا کر پیچھے لے جایا گیا..... جیپ ٹیلوں کے درمیان اونچے نیچے راستوں پر کچھ دیر چلتی رہی..... پھر ایک جگہ رُک گئی..... شیر خان کو بازو سے پکڑ کر نیچے اتارا گیا..... یہاں اسے ایک کمرے میں آزاد کشمیر کی رجمنٹ کے کیپٹن صاحب کے سامنے پیش کر دیا گیا..... شیر خان کی آنکھوں کی پٹی کھول دی گئی تھی..... شیر خان نے دیکھا کہ اس کے سامنے کرسی پر ایک خوش شکل بارعب چہرے والا کیپٹن رینک کا فوجی افسر بیٹھا تھا..... جو نوجوان لیفٹننٹ شیر خان کو ساتھ لایا تھا اس نے کمپیوٹر ڈسک والا لفافہ کیپٹن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"سر! یہ ڈسک اس کی تلاشی لینے پر برآمد ہوئی ہے۔"

کیپٹن نے لفافے میں سے ڈسک کو نکال کر اسے غور سے دیکھا..... پھر اسے لفافے میں ڈال کر اپنے پاس میز پر رکھ دیا اور شیر خان سے پوچھا۔

"سچ سچ بتا دو کہ تم کون ہو؟ اس ڈسک میں جو کچھ ہے وہ ہمیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا..... لیکن بہتر یہی ہے کہ تم خود ہی ہمیں بتا دو کہ تمہیں کس نے بھیجا ہے اور تم کس مشن پر آئے ہو..... اگر تم نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہو گا۔"

شیر خان ان لوگوں کو کمپیوٹر ڈسک کے بارے میں اصل حقیقت نہیں بتا سکتا تھا اور یہ لوگ اسے آسانی سے چھوڑنے والے بھی نہیں تھے..... اسے ڈر تھا کہ اس کش مکش میں کمپیوٹر ڈسک غائب نہ ہو جائے..... شیر خان نے کچھ سوچ کر کیپٹن سے کہا۔

"سر! میں آپ کو ایک نمبر دیتا ہوں..... اس نمبر پر فون کریں۔"

کیپٹن نے پوچھا۔

"اس قسم کی چالاکیاں یہاں نہیں چلیں گی..... سیدھی طرح ہمیں سب کچھ بتا دو نہیں تو تمہیں الٹا لٹکا دیں گے..... پھر تم سب کچھ اپنے آپ بتا دو گے۔"

یہ فوجی کیپٹن بھی سچا تھا..... اسے شیر خان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنا چاہئے تھا..... اسے پتہ ہی نہیں تھا کہ شیر خان کون ہے اور اپنے ساتھ کیا لے جا رہا ہے..... شیر خان نے کہا۔

"سر! میری درخواست ہے کہ آپ اس نمبر پر جو میں آپ کو دیتا ہوں فون کر لیں..... اس کے بعد آپ بے شک مجھے اُلٹا لٹکا دیں۔"

کیپٹن نے ایک لمحے کے لئے شیر خان کو گھور کر دیکھا..... پھر پوچھا۔

"یہ کس کا نمبر ہے۔"

شیر خان نے کہا۔

"سر! جس کا نمبر ہے وہ خود ہی آپ کو بتا دے گا..... پلیز آپ فون کریں..... یہ بہت ضروری ہے۔"

"نمبر بتاؤ" کیپٹن نے کاغذ پنسل لے کر کہا..... شیر خان نے اسے ایک نمبر بتایا..... کیپٹن نے نمبر کاغذ پر لکھ لیا..... پھر شیر خان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا۔

"تم فون پر کیا پیغام دینا چاہتے ہو؟"

شیر خان نے کہا۔

"انہیں کہئے کہ سیکرٹ نمبر سات سو چھیاسٹھ ہماری حراست میں ہے۔"

❁ ❁ ❁

کیپٹن کو ابھی تک یقین تھا کہ یہ ہندوستانی جاسوس ہی ہے اور بلف چالیں چل رہا ہے..... اس نے نمبر ڈائل کرتے ہوئے شیر خان سے کہا۔

"یاد رکھو تمہاری کوئی بلف چال یہاں نہیں چلے گی۔"

نہیں چلے گی۔

نمبر ڈائیل ہو چکا تو کیپٹن نے ریسیور کان کے ساتھ لگالیا..... دوسری طرف سے گھنٹی بج رہی تھی..... تیسری گھنٹی پر کسی نے دوسری طرف سے پوچھا۔

"نام بتاؤ۔"

کیپٹن کو اس قسم کے سوال کی توقع نہیں تھی..... اس نے کہا۔

"تم اپنا نام بتاؤ..... کون بول رہا ہے۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔

"تم نے کس نمبر پر فون کیا ہے؟"

کیپٹن نے جھلا کر کہا۔

"جو تمہارا نمبر ہے اسی نمبر پر فون کیا ہے میں نے۔"

دوسری طرف سے پھر آواز آئی۔

"اگر تم نے اپنا نام نہ بتایا تو فون بند کر دیا جائے گا۔"

شیر خان نے یہ مکالمے سنے تو جلدی سے کہا۔

"سر! انہیں وہ جملہ دہرائیں جو میں نے آپ کو کہا ہے۔"

کیپٹن نے غصے میں شیر خان کی طرف دیکھا اور کہا۔

"سیکرٹ نمبر چھ سو چھیاسٹھ ہماری حراست میں ہے۔"

دوسری جانب سے ایک سیکنڈ کی خاموشی کے بعد آواز آئی۔

"اس سے پوچھو جنوبی علاقے میں کیا ہو رہا ہے؟"

کیپٹن نے شیر خان سے کہا۔

"کوئی پوچھ رہا ہے کہ جنوبی علاقے میں کیا ہو رہا ہے؟"

یہ ایک خفیہ کوڈ تھا..... شیر خان کو معلوم تھا کہ اس کے جواب میں جب وہ کوڈ الفاظ میں ایک جملہ دہرائے گا تو دوسری طرف اس کی تصدیق ہو جائے گی کہ میں شیر خان ہی ہوں اور اس کے ساتھ ہی یہ کوڈ تبدیل کر دیا جائے گا، کیونکہ یہ کوڈ ظاہر ہو گیا ہو گا..... شیر خان نے کہا۔

"اسے کہو کہ محمود غزنوی نے دوار کا بڑا بت پاش پاش کر دیا ہے۔"

کیپٹن نے سخت غصے اور بیزاری کے عالم میں یہ جملہ دہراتے ہوئے کہا۔

"وہ کہہ رہا ہے کہ محمود غزنوی نے دوار کا کا بڑا بت پاش پاش کر دیا ہے۔"

اس کے بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اس آدمی کو اپنے پاس ہی رکھو..... ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ تم کہاں سے فون کر رہے ہو..... ہماری اگلی کال کا انتظار کرو۔"

کیپٹن نے فون رکھ دیا..... شیر خان نے پوچھا۔

"کیا بات ہوئی ہے؟"

کیپٹن نے جھنجھلا کر کرسی سے اُٹھتے ہوئے حوالدار سے کہا۔

"اس کو لے جا کر کوارٹر گارڈ میں بند کر دو۔"

شیر خان خاموش رہا..... حوالدار کریم داد نے آگے بڑھ کر شیر خان کو بازو سے

پکڑ کر جھٹکا دے کر اٹھایا اور کہا۔

"چلو اوئے۔"

اس کے ساتھ ہی ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی..... کیپٹن نے فون اُٹھایا۔

شیر خان رُکنے لگا تو حوالدار نے اسے دھکا دے کر کہا۔

"جانگلی یہ تمہارا فون نہیں ہے..... چلو آگے۔"

اس دوران کیپٹن نے فون سن لیا تھا..... دوسری طرف سے ایک آواز آئی تھی۔

"میں ایریا کمانڈر..... بول رہا ہوں..... تم نے جس آدمی کو پکڑ رکھا ہے اس کو اپنی حفاظت میں لے لو..... اسے کسی قسم کی گزند نہ پہنچے..... میں میجر ملک کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں..... وہ اس آدمی کو اپنے ساتھ لے آئے گا۔"

کیپٹن فوراً سمجھ گیا کہ یہ شخص ملٹری انٹیلی جنس کا کوئی افسر ہے اور کسی اہم مشن کے بعد واپس آیا ہے..... کیپٹن نے فون بند کرنے کے بعد حوالدار کریم داد سے کہا۔

"کریم داد! تم جاؤ۔"

کریم داد نے شیر خان کا بازو چھوڑ دیا اور چلا گیا..... کیپٹن نے شیر خان کے پاس آکر اس سے ہاتھ ملایا اور کہا۔

"آئی ایم سوری! لیکن آپ تو جانتے ہیں کہ جب تک ہمیں کوئی ثبوت نہ ملے ہمیں یہ کارروائی کرنی پڑتی ہے۔"

شیر خان نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں..... اب وہ ڈسک میرے حوالے کر دیجئے۔"

"ضرور۔" کیپٹن نے کہا۔

اور اس نے میز پر سے لفافے میں پڑی کمپیوٹر ڈسک شیر خان کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"میں جانتا ہوں اب میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ اس ڈسک میں کیا ہے، لیکن اتنا

ضرور جان گیا ہوں کہ یہ ہمارے ملک کے لئے کوئی بے حد کار آمد ڈسک ہے۔"

"ایسا ہی سمجھ لیں۔"

شیر خان نے دھیمی آواز میں کہا..... وہ کرسی پر بیٹھ گیا تھا..... کیپٹن نے اسے بتایا کہ میجر صاحب ابھی اسے لینے کے لئے آرہے ہیں..... کیپٹن نے شیر خان کے لئے چائے اور بسکٹ منگوائے..... پندرہ بیس منٹ کے بعد باہر ایک فوجی ہیلی کاپٹر کی آواز آئی..... کیپٹن نے کھڑکی میں سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"میجر صاحب آگئے ہیں۔"

ہیلی کاپٹر لینڈنگ پیڈ پر آکر رُک گیا..... اس میں سے ایک بڑے اچھے سویلین کپڑوں والا آدمی اتر کر سیدھا کیپٹن کے کمرے میں آگیا..... اس نے شیر خان کی طرف دیکھا..... دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔

دونوں نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا..... میجر نے کہا۔

"کرنل صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں..... میرے ساتھ آجائیں۔"

اور شیر خان ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر کرنل ایس ایس سے ملنے کے لئے چلا گیا..... کرنل ایس ایس اپنے آفس میں بیٹھا تھا..... شیر خان کمرے میں داخل ہوا تو کرنل اسے اُٹھ کر ملا اور دوسرے سائیڈ روم میں لے گیا..... شیر خان نے اسے ڈسک نکال کر دی اور کہا۔

"اس کا ڈیٹا انڈیا میں ہمارے مجاہدوں کے کمپیوٹر میں فیڈ کر دیا گیا ہے..... یہ اس کی ماسٹر کاپی ہے۔"

کرنل نے لفافے میں سے ڈسک نکال کر اسے دیکھا اور کمپیوٹر کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

"اس کے بارے میں ہماری انٹیلی جنس نے فل رپورٹ دے دی تھی مگر ہمیں اس پراجیکٹ کے کمپیوٹر ڈیٹے کی تلاش تھی۔"

اس نے ڈسک کو کمپیوٹر میں ڈال کر سکرین پر نگاہیں جمادیں..... شیر خان بھی کمپیوٹر کی سکرین کو دیکھ رہا تھا..... دوسرے ہی لمحے سکرین پر وہ تمام ڈیٹا اُبھرنا شروع ہو گیا جو ہمارے دشمن ملک کا ایک بہت بڑا ایٹمی راز تھا اور جس پر بھارت بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا اور جو پاکستان پر بھارت کے ایٹمی وار ہیڈ میزائلوں کے حملے کی پوری پوری ٹیکنیکل دستاویز تھی۔

کرنل ایس ایس نے پورے ڈیٹے کے مشاہدے کے بعد شیر خان سے کہا۔

"شیر خان! تم نے بہت بڑا کام کیا ہے..... اپنے وطن کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے..... ہمیں تم پر فخر ہے۔"

شیر خان نے کہا۔

"سر! میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔"

کمانڈو شیر خان نے وہ رات اور اگلا دن وہیں گزارا اور دوسری رات کو کنٹرول لائن ایک خاص مقام سے عبور کی اور سرینگر کی طرف روانہ ہو گیا..... وہ ساری رات پہاڑیوں میں سفر کرتا رہا..... اس سے اگلا دن بھی سفر میں گزر گیا..... رات کو وہ سرینگر کے مضافاتی علاقے میں تھا، جہاں سے وہ اپنی کمیں گاہ میں پہنچ گیا..... کمانڈو ارسلان اسے وہیں مل گیا..... اس نے ارسلان کو بتایا کہ مشن کامیاب رہا اور ایٹمی ڈیٹا ڈسک متعلقہ حکام تک پہنچا دی گئی ہے..... ارسلان نے اور دوسرے مجاہدوں نے اسے مبارک باد دی..... ارسلان نے شیر خان سے کہا۔

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

شیر خان نے کہا۔

"مجھے دلی جا کر لیڈر کو مشن کی کامیابی کی رپورٹ کرنی ہو گی..... یہ بہت ضروری ہے۔"

"تمہارا کب واپس جانے کا ارادہ ہے؟"

شیر خان نے کہا۔

"میرا اب یہاں کوئی کام نہیں..... میں کل رات کو ہی یہاں سے نکل جاؤں گا۔"

ارسلان نے پوچھا۔

"تم اکیلے جاؤ گے یا میں جموں تک تمہارے ساتھ جاؤں؟"

"اس کی کیا ضرورت ہے؟" شیر خان نے کہا۔

ارسلان کہنے لگا۔

"مجاہد اسد جو تمہیں جموں روڈ تک چھوڑ آئے گا۔"

دوسرے دن رات کو شیر خان نے تمام مجاہدوں سے مصافحہ کیا..... ارسلان کو خدا حافظ کہا اور خچر پر بیٹھ گیا..... اس کے ساتھ اسد جو بھی ایک خچر پر بیٹھا تھا..... یہ خچر پہاڑی راستوں پر بڑی آسانی سے سفر کر سکتے تھے..... دونوں مجاہد رات کی تاریکی میں اپنے سفر پر چل پڑے۔

وہ شروع رات کو چلے تھے..... تقریباً ساری رات جنگلاتی ٹیلوں میں سفر کرتے رہے..... پو پھٹ رہی تھی جب وہ اس سڑک پر پہنچ گئے جہاں سے جموں کی طرف جانے والی لاریاں گزرتی تھیں..... مجاہد اسد جو شیر خان کو سڑک پر چھوڑ کر دونوں خچر لے کر واپس چلا گیا..... شیر خان نے کھدر کا کرتہ پاجامہ اور گرم کوٹ پہن رکھا تھا..... اوپر پرامنے کمبل کی بکل ماری ہوئی تھی..... اس نے اپنے پاس اتنے ہی پیسے رکھے تھے جتنے پیسوں کی اسے دلی تک ضرورت پڑ سکتی تھی..... اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی چاقو یا اسلحہ وغیرہ نہیں تھا۔

بس اللہ توکل چل پڑا تھا۔

کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد جموں جانے والی لاری آ گئی..... شیر خان نے پہلے ہی ہاتھ دے رکھا تھا..... وہ لاری میں سوار ہو گیا..... جالندھر پہنچنے تک کمانڈو شیر خان کو چاروں طرف سے ہوشیار رہ کر سفر کرنا تھا..... یہ سارا علاقہ بے حد حساس

علاقہ تھا اور پولیس نے سی آئی ڈی کا جال پھیلا رکھا تھا..... وہ خیریت سے جالندھر پہنچ گیا..... جموں سے ہی وہ دلی جانے والی ٹرین میں بیٹھا تھا..... یہ ٹرین جالندھر سے ہو کر جاتی تھی..... جالندھر سے آگے اسے اتنی زیادہ احتیاط کی ضرورت نہیں تھی..... پھر بھی وہ اردگرد کے ماحول کا برابر جائزہ لے رہا تھا۔

وہ دلی پہنچ گیا..... اس نے جاتے ہی لیڈر کو رپورٹ کی اور اسے اپنے مشن کی کامیابی کی خبر دی..... لیڈر نے کہا۔

مجھے تمہاری کامیابی کی خبر کل رات کو مل گئی تھی..... ایٹمی ڈیٹا والی ڈسک جہاں ہم پہنچانا چاہتے تھے وہاں پہنچ گئی ہے۔"

اس وقت کبیر خان مجاہد بھی وہاں بیٹھا تھا..... کہنے لگا۔

"یہ کام ذرا مشکل، میرا مطلب ذرا ٹیڑھا تھا، مگر اللہ کا بڑا کرم ہوا کہ سب کچھ ہماری مرضی کے مطابق ہو گیا۔"

لیڈر نے شیر خان سے کہا۔

"رات کا کھانا ہم اکٹھے کھائیں گے..... مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

"ٹھیک ہے سر!" شیر خان بولا۔

رات کا کھانا لیڈر نے اپنی خفیہ کمیں گاہ کے چھوٹے سے کمرے میں ہی منگوالیا..... شیر خان اس کے پاس بیٹھا تھا..... دونوں نے کھانا کھایا..... پھر چائے آگئی..... وہ چائے پینے لگے..... شیر خان نے پوچھا۔

"سر! آپ نے کوئی ضروری بات کرنی تھی۔"

لیڈر نے چائے کی پیالی نیچے رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ ہماری جہاد کشمیر کی خفیہ تنظیم بھارت میں ہر جگہ تھوڑا بہت جتنا ممکن ہو سکتا ہے کام کر رہی ہے..... بھارت کے مسلمانوں کے ساتھ یہاں کی حکومت اور کٹر ہندو جماعتیں جو وحشیانہ اور غیر انسانی سلوک کر رہی ہے وہ کوئی

ڈھکی چھپی بات نہیں ہے..... حکومت اور کٹر ہندو جماعتیں یہاں کے مسلمانوں کو ہندو بنانے کی مذموم کوششوں میں دن رات لگی ہوئی ہیں، چنانچہ ہمیں اس کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے..... دوسری طرف ہم کشمیری مسلمانوں کے حق آزادی کے لئے بھی ان کا ساتھ دے رہے ہیں..... جو کرہ ارض کے ہر مسلمان کا فرض ہے..... قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تمہارے ہمسائے میں مسلمانوں پر کافر ظلم کر رہے ہوں تو تم پر جہاد فرض ہو جاتا ہے..... یہ دہشت گردی نہیں ہے..... یہ جہاد ہے جو ہم اپنے دین اسلام کی خاطر کر رہے ہیں..... ہم بھارت کے عوام کے دشمن نہیں ہیں..... یہاں کے عوام خود حکومت کی لائی ہوئی مہنگائی کی چکی میں پس رہے ہیں..... ہماری دشمنی اسلام کے دشمنوں، مسلمانوں پر ظلم و ستم کرنے والوں کے ساتھ ہے اور ہم مسلمانوں کی بقا اور ان کے جائز حقوق کی حفاظت کے لئے یہ جہاد کر رہے ہیں اور اپنا مقصد حاصل کرنے تک ہمارا جہاد جاری رہے گا..... خواہ اس کے لئے ہمیں کتنی ہی قربانی کیوں نہ دینی پڑے..... تم میری بات سمجھ رہے ہو ناں؟"

"سمجھ رہا ہوں سر!" شیر خان نے کہا..... "میں نے اپنی زندگی اس جہاد کے نام لکھ دی ہوئی ہے..... میری ہر لمحہ اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ مجھے جہاد کرتے ہوئے شہادت نصیب ہو۔"

"آمین" لیڈر نے کہا..... "یہ ہر مسلمان کی خواہش ہے..... یہ تمہید میں نے اس لئے باندھی تھی کہ جو کچھ میں تمہیں بتانے والا ہوں اس کا پس منظر واضح ہو جائے..... اب میں اصل پوائنٹ پر آتا ہوں۔"

لیڈر نے چائے کا آخری گھونٹ پینے کے بعد پیالی نیچے رکھی اور شیر خان کی طرف تھوڑا سا جھک کر کہنے لگا۔

"ہماری خفیہ اسلامی تنظیم یہاں اتنی زیادہ سرگرم نہیں ہے..... ہمارے مجاہدوں کی تعداد بھی محدود ہے..... اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم دشمن کے پیٹ میں بیٹھے

ہیں..... بھارت کی حکومت کو ہماری تنظیم کا بخوبی علم ہے اور اس کی انٹیلی جنس چوبیس گھنٹے ہمارے آدمیوں کی تلاش میں رہتی ہے، لیکن ایک تو ہمارے مجاہدوں کی تعداد محدود ہے..... دوسرے ہم بے حد احتیاط سے کام لیتے ہیں اور انتہائی اہم مشن سرانجام دیتے ہیں، جس کی وجہ سے ابھی تک بھارت کی خفیہ ایجنسیاں اپنی سر توڑ کوششوں کے باوجود ہمارے خفیہ ٹھکانے کا آج تک سراغ نہیں لگا سکیں، لیکن تین دن پہلے ایک بڑی بد قسمتی کی بات ہو گئی ہے۔"

لیڈر ذرا خاموش ہوا تو شیر خان نے فکر مندی سے پوچھا۔

"وہ کیا سر؟"

لیڈر کہنے لگا۔

"ہمارا ایک مجاہد دلی سیکرٹریٹ سے ایک بڑا اہم خفیہ راز لا رہا تھا کہ اپنی ایک غلطی کی وجہ سے وہ راستے میں ہی پکڑا گیا..... اس کے قبضے سے وہ خفیہ راز بھی ایک کاغذ کی شکل میں برآمد ہو گیا جو اس نے ایک سیکرٹ فائل سے نقل کیا تھا..... پولیس نے اسے سی آئی اے کے حوالے کر دیا جس نے اس کو وحشیانہ اذیتیں دے کر پوچھ گچھ شروع کر دی..... ہم اچھی طرح جانتے تھے کہ ہمارا مجاہد شہید ہو جائے گا، لیکن اپنی زبان نہیں کھولے گا، لیکن دوسرے ہی دن وہ سی آئی اے کے خفیہ ٹارچر سیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا..... یہ اس نے کیسے کیا؟ ہمیں اس کا کوئی علم نہیں ہے..... ہمیں صرف اتنی اطلاع ملی ہے کہ اپنا مجاہد فرار ہونے کے بعد ہمارے پاس آنے کی بجائے حیدر آباد دکن پہنچ کر زیر زمین چلا گیا ہے۔"

شیر خان بولا۔

"یہ تو بڑی اچھی بات ہوئی۔"

لیڈر نے کہا۔

"لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور ٹریجڈی بھی ہو گئی ہے..... مجاہد کے فرار

ہونے کے فوراً بعد دلی کی خفیہ پولیس مجاہد کے گھر پر چھاپہ مار کر اس کی نوجوان بیوی کو پکڑ کر لے گئی ہے۔"

شیر خان کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے..... اس نے پوچھا۔

"پولیس مجاہد کی بیوی کو کہاں لے گئی ہے سر؟"

لیڈر کہنے لگا۔

"ابھی تک ہمیں اس کا پتہ نہیں چل سکا، لیکن ہمارے آدمی معلوم کرنے کی بڑی سرگرمی سے کوشش کر رہے ہیں..... جیسے ہی ہمیں پتہ چلا کہ اس بے گناہ خاتون کو پولیس نے کس جگہ قید میں رکھا ہوا ہے، ہم اسے وہاں سے نکالنے کی سر توڑ کوشش کریں گے اور اس وقت تک کوشش کرتے رہیں گے جب تک کہ مجاہد کی بیوی کو بھارتی پولیس کے چنگل سے نکال نہیں لیتے اور یہ کام تمہاری سرکردگی میں انجام دیا جائے گا۔"

شیر خان بولا۔

"سر! مجھے پوری طرح تیار سمجھیں۔"

لیڈر نے کہا۔

"مجھے پوری امید ہے کہ کل شام تک ہمیں یہ علم ہو جائے گا کہ مجاہد کی نو بیاہتا بیوی کو اغوا کرنے کے بعد بھارتی پولیس نے اسے کہاں رکھا ہوا ہے۔"

شیر خان کہنے لگا۔

"سر! میں یہیں ہوں..... جیسے ہی ہمیں اطلاع ملی میں اس بے گناہ مسلمان خاتون کو بھارتی درندوں کی قید سے نکالنے کے لئے جان کی بازی لگا دوں گا۔"

"مجھے اپنے ہر مجاہد سے یہی امید ہے۔" لیڈر نے کہا۔

شیر خان نے کہا۔

"لیکن سر! مجاہد کی بیوی کو تو کچھ بھی معلوم نہیں ہے وہ انڈین پولیس کو کیا

بتا سکے گی؟"

لیڈر نے کہا۔

"بھارتی خفیہ ایجنسی مجاہد کی بیوی سے یہ ضرور معلوم کرنے کی کوشش کرے گی کہ مجاہد کو ملنے کون کون لوگ آتے تھے اور وہ کہاں کہاں جایا کرتا تھا، لیکن پولیس کا اصل مقصد مجاہد کی بیوی کو یرغمالی بنا کر مجاہد کو برآمد کرنا ہے، چنانچہ پولیس کی طرف سے کل کے اخباروں میں یہ خبر چھپوادی گئی ہے کہ فلاں نام کا ایک خطرناک مجرم جیل سے فرار ہو گیا ہے..... پولیس نے اس کی بیوی کو گرفتار کر کے اپنی تحویل میں لے لیا ہے اور اس سے پوچھ گچھ کی جارہی ہے..... پولیس جانتی ہے کہ جب یہ خبر مجاہد تک پہنچے گی تو وہ بے چین ہو جائے گا، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ پولیس اس کی بیوی کو شدید تشدد کا نشانہ بنا رہی ہو گی، چنانچہ وہ اپنی بیوی کی عزت اور زندگی بچانے کے لئے ممکن ہے اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دے۔"

شیر خان بولا۔

"دلی پولیس بڑا گھناؤنا کھیل کھیل رہی ہے۔"

لیڈر کہنے لگا۔

"اس لئے تو ہم چاہتے ہیں کہ مجاہد کی بیوی کو جیسے بھی ہو اور جتنی جلدی ممکن ہو پولیس کی قید سے نکال کر کسی جگہ روپوش کر دیا جائے، کیونکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ پولیس اس وقت تک مجاہد کی بے گناہ بیوی کو نہیں چھوڑے گی جب تک کہ مجاہد اپنے آپ کو پولیس کے حوالے نہیں کر دیتا اور مجاہد کی شادی کو ابھی ایک سال بھی نہیں گزرا تھا۔"

شیر خان نے بڑے جذبے کے ساتھ کہا۔

"سر! مجھے بتائیے کہ مجاہد کی بیوی کا سراغ لگانے کے لئے میں کیا کر سکتا ہوں؟"

لیڈر نے جواب میں کہا۔

"اس بارے میں تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں..... ہم نے جن آدمیوں کو اس کام پر لگایا ہے وہ پوری تن دہی سے یہ کام کر رہے ہیں اور انہیں معلوم ہے کہ پولیس اور خفیہ ایجنسی اس بے گناہ خاتون کو کہاں کہاں قید میں رکھ سکتی ہے..... انشاءاللہ دو ایک دن میں ہی اس کا سراغ مل جائے گا..... تمہارا مشن اس کے بعد شروع ہو گا۔"

شیر خان نے ایک خدشے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"کہیں ایسا تو نہیں ہو گا کہ مجاہد اپنی بیوی کے دباؤ میں آکر خود کو پولیس کے آگے پیش کر دے؟"

لیڈر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ایسا نہیں ہو گا..... اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں آج صبح دکن سے اپنے مجاہد کا پیغام موصول ہوا ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ میری طرف سے مطمئن رہیں..... میں اس صورت حال سے گھبرا کر خود کو پولیس کے حوالے نہیں کروں گا..... چاہے مجھے بڑی سے بڑی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔"

تھوڑے توقف کے بعد لیڈر کہنے لگا۔

"ایسا فیصلہ مجاہد نے اس وجہ سے بھی کیا ہے کہ اس کی بیوی کو ہماری خفیہ تنظیم کے کسی راز کا علم نہیں ہے..... وہ پولیس کو کچھ بھی نہیں بتا سکے گی، لیکن اگر مجاہد پولیس کے ہاتھ آگیا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ کبھی زبان نہیں کھولے گا..... تشدد برداشت کرتے کرتے مر جائے گا لیکن پولیس کو کچھ نہیں بتائے گا، لیکن اسے معلوم ہے کہ اس جدید ٹیکنالوجی کے دور میں ایسے ایسے انجکشن اور دوسرے طریقے ایجاد ہو چکے ہیں کہ جس کی وجہ سے آدمی کا ذہن ماؤف ہو جاتا ہے..... وہ نیم بے ہوش ہو جاتا ہے اور اس نیم بے ہوشی میں وہ انجکشن کے اثر کی وجہ سے اپنے سارے راز خود بخود اُگل دیتا ہے..... مجاہد صرف اسی وجہ سے اپنے آپ کو پولیس کے حوالے نہیں کرنا چاہتا، کیونکہ اس کو ہمارے سارے راز معلوم ہیں..... اسے خطرہ ہے کہ کہیں خفیہ

ایجنسی والے اس کو کوئی انجکشن دے کر اس سے سارے راز معلوم نہ کرلیں اور خود مجاہد کو خبر بھی نہ ہو کہ اس نے نیم بے ہوشی میں کیا کچھ کہہ دیا ہے۔"

"یہ بہت بڑی قربانی ہے۔" شیر خان نے کہا۔

لیڈر کہنے لگا۔

"اس لئے تو ہمیں اپنے ہر مجاہد پر فخر ہے، لیکن ہم مجاہد کی بیوی کو ہر حال میں برآمد کرنا چاہتے ہیں..... یہ ہم پر فرض عائد ہوتا ہے۔"

اس گفتگو کے بعد دو دن گزر گئے..... مجاہد کی بیوی کا کوئی سراغ نہ مل سکا کہ پولیس نے اسے کہاں رکھا ہوا ہے..... تیسرے دن شام کا وقت تھا کہ وہ مجاہد جسے کھوج لگانے کے لئے بھیجا ہوا تھا اچانک خفیہ کمیں گاہ میں آگیا..... شیر خان اور لیڈر اس وقت اپنے چھوٹے کمرے میں بیٹھے اسی موضوع پر باتیں کر رہے تھے..... اس مجاہد کو دیکھ کر لیڈر نے بغیر کوئی اور بات کئے پوچھا۔

"اچھی خبر ہے یا بری خبر ہے؟"

اس مجاہد نے لیڈر کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اچھی خبر لایا ہوں سر! اپنے سرفروش کی بیوی رتناگری کے پرانے قلعے میں قید ہے۔"

لیڈر مجاہد کا منہ تکنے لگا..... پھر پوچھا۔

"کیا تم نے اس کی تصدیق کرلی ہے؟"

مجاہد نے کہا۔

"سر! میں تصدیق کرنے کے بعد آپ کو یہ خبر دے رہا ہوں، جس آدمی نے یہ جاسوسی کی ہے وہ قلعہ رتناگری کا پرانا چوکیدار ہے..... اس نے خود مجاہد کی بیوی کو پولیس کی گاڑی میں قلعے کے اندر جاتے دیکھا ہے۔"

"اس چوکیدار کا نام کیا ہے؟" لیڈر نے پوچھا۔

مجاہد نے کہا۔

"اس کا نام رحیم خان ہے..... مجاہد کی بیوی زیب النساء کے قلعے میں لائے جانے کے بعد اب قلعے کے باہر پولیس کا پہرہ لگا دیا گیا ہے اور رحیم خان کو ایک ماہ کی چھٹی دے کر گاؤں بھیج دیا گیا ہے..... رحیم خان کا گاؤں قلعے سے دو میل کے فاصلے پر ہے۔

لیڈر نے کہا۔

"کیا تم رحیم خان کو اور رحیم خان تمہیں جانتا ہے؟"

مجاہد نے کہا۔

"جی نہیں..... لیکن جس مجاہد نے مجھے یہ خبر لاکر دی ہے وہ رحیم خان کو اچھی طرح سے جانتا ہے اور رحیم خان بھی اسے جانتا ہے۔"

لیڈر نے کہا۔

"اس آدمی کا نام کیا ہے؟"

مجاہد بولا۔

"اس کا نام شاہ نواز خان ہے..... وہ ہماری تنظیم کا ہمدرد ہے۔"

"کیا تم اسے یہاں لاسکتے ہو؟" لیڈر نے پوچھا۔

مجاہد بولا۔

"وہ میرے ساتھ ہی رتناگری سے دلی آیا ہے..... میں صبح اسے لاسکتا ہوں۔"

لیڈر نے کہا۔

"ہمارے پاس وقت نہیں ہے..... یہ تم بھی جانتے ہو..... کیا تم ابھی جاکر اسے یہاں نہیں لاسکتے؟"

مجاہد بولا۔

"اگر ایسی بات ہے تو میں ابھی جاکر اسے لے آتا ہوں..... وہ جس حالت میں بھی ہوگا میرے ساتھ چل پڑے گا..... وہ ہماری تنظیم کا رکن نہیں ہے لیکن اس نے

وقت پڑنے پر ہمیشہ ہمارا ساتھ دیا ہے۔"

لیڈر نے کہا۔

"تم ابھی جا کر اسے لے آؤ۔"

مجاہد چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد شیر خان کہنے لگا۔

"میں نے رتناگری کے پرانے قلعے کا نام ضرور سنا ہے..... یہ کس جگہ پر واقع ہے؟"

لیڈر نے کہا۔

"یہ صوبہ مہاراشٹر میں واقع ہے..... کسی زمانے میں یہاں ایک مرہٹہ سردار حکومت کرتا تھا..... وقت گزرنے کے ساتھ یہ قلعہ ویران ہو گیا..... اس مرہٹہ سردار کی اولادیں بھی نہ رہیں..... قلعہ ویران ہو چکا ہے مگر اس کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر مہاراشٹر کی حکومت نے اس کی تھوڑی بہت مرمت کرانے کے بعد وہاں ایک چوکیدار مقرر کر دیا تھا۔"

شیر خان نے کہا۔

"مہاراشٹر تو ملک کے مغرب میں دلی سے کافی دُور ہے..... پولیس کو مجاہد کی بیوی زیب النساء کو اتنی دُور لے جانے کی کیا ضرورت تھی؟"

لیڈر بولا۔

"پولیس اور انٹیلی جنس کو معلوم ہے کہ دلی ہماری تنظیم کا گڑھ ہے..... اسے خطرہ تھا کہ ہمارے مجاہد زیب النساء کو فرار کرانے کی کوشش کر سکتے ہیں..... اس خیال سے وہ اسے دلی سے زیادہ سے زیادہ دُور لے گئے ہیں۔"

شیر خان نے کہا۔

"اگرچہ میں نے رتناگری کا قلعہ آج تک نہیں دیکھا مگر صوبہ مہاراشٹر میرے لئے نیا نہیں ہے..... میں مہاراشٹر اور مدھیہ پردیش کے علاقوں میں کافی گھوما ہوں۔"

لیڈر کہنے لگا۔

"یہ بات تمہارے مشن میں کام آئے گی۔"

ویسے یہ آدمی شاہ نواز خان بھی تمہیں کافی گائیڈ کرے گا..... اس کے علاوہ اپنا مجاہد کبیر خان بھی تمہارے ساتھ ہو گا..... وہ صوبہ مہاراشٹر میں کئی سال رہ چکا ہے اور مراٹھی زبان بول اور سمجھ لیتا ہے۔

شیر خان نے کہا۔

"لیکن کیا کبیر خان کو کمانڈو مشن کا پہلے کوئی تجربہ ہے؟"

"کافی تجربہ ہے۔" لیڈر نے کہا..... "باقی تم اسے گائیڈ کرنا..... یہ ایمرجنسی ہے..... ہمارے پاس ارسلان نہیں ہے..... اس کی جگہ تمہیں کبیر خان سے کام لینا ہو گا..... کبیر خان بڑا دلیر اور جان باز قسم کا مجاہد ہے۔"

دونوں سرفروش باتیں کرتے رہے..... نئے مشن، نئی مہم کے بارے میں صلاح مشورہ کرتے رہے..... رات کے دس بجے اپنا مجاہد شاہ نواز کو لے کر آ گیا..... شاہ نواز پختہ عمر کا دُبلا پتلا آدمی تھا..... کنپٹیوں پر بال تھوڑے تھوڑے سفید ہو رہے تھے..... اس نے آتے ہی لیڈر اور شیر خان کو سلام کیا..... مجاہد نے اس کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"سر! یہ شاہ نواز ہے۔"

شاہ نواز بڑے ادب سے لیڈر کے سامنے بیٹھ گیا اور بولا۔

"شاہ جی! حکم کریں مجھے کیا کرنا ہو گا..... اگر میں آپ کی تنظیم کے اور اسلام کے کسی کام آ سکوں تو میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔"

لیڈر نے کہا۔

"یہ تو تمہیں معلوم ہو چکا ہو گا کہ بھارتی پولیس ہمارے ایک سرفروش مجاہد کی بیوی کو اغوا کر کے لے گئی ہے اور اسے رتناگری کے قلعے میں بند کر دیا ہے۔"

شاہ نواز بولا۔

"جی ہاں..... یہ مجھے اچھی طرح سے معلوم ہے اور میں نے اپنے مجاہد کی بیگم کو پولیس کی ایک گاڑی میں قلعے کے اندر جاتے ہوئے بھی دیکھا ہے..... مجھے قلعے کے پرانے چوکیدار رحیم خان نے بتایا تھا کہ ایک مسلمان عورت کو پولیس پکڑ کر قلعے میں لے آئی ہے اور یہ کوئی جاسوس عورت لگتی ہے، کیونکہ اس کے قلعے میں آنے کے بعد قلعے کو پولیس نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے..... میں نے چوکیدار رحیم خان سے کہا تھا کہ کیا میں اپنی آنکھوں سے اس عورت کو دیکھ سکتا ہوں، اس نے کہا کہ اس عورت کو روزانہ دوپہر کے وقت قلعے سے گاڑی میں بٹھا کر کسی جگہ لے جایا جاتا ہے..... تم ایک جگہ چھپ کر بیٹھ جانا اور جب پولیس اسے لے کر جائے گی تو تم اسے دیکھ سکو گے، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور اس عورت کو پولیس کی گاڑی میں سپاہیوں کے درمیان بیٹھے دیکھ لیا۔"

لیڈر نے شاہ نواز سے کہا۔

"اب تمہیں ایک کام کرنا ہوگا..... تم ہمارے دو آدمیوں کو چوکیدار رحیم خان کے گھر لے جاؤ گے..... ہمارے آدمیوں کا رحیم خان سے ملنا بہت ضروری ہے۔"

شاہ نواز بولا۔

"میں حاضر ہوں جناب..... آپ کل کہیں میں کل ہی انہیں لے کر رتناگری کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" لیڈر نے کہا..... تم ایسا کرو کہ کل شام کے وقت یہاں آجاؤ..... شیر خان اور ہمارا دوسرا مجاہد کبیر خان تمہارے ساتھ جائیں گے..... کیا ہم چوکیدار رحیم خان پر اعتبار کر سکتے ہیں؟"

شاہ نواز بولا۔

"سر! رحیم خان مرد مومن ہے..... اسلام کا عاشق ہے..... اس کی سب سے بڑی حسرت یہی ہے کہ وہ جہاد کشمیر میں حصہ لے سکے، لیکن بڑھاپے کی وجہ سے وہ

کشمیر کے محاذ پر نہیں جا سکتا..... وہ یہ کام اپنا دینی فریضہ سمجھ کر کرے گا..... میں آپ کو اس کی ضمانت دیتا ہوں۔"

لیڈر نے کہا۔

"میں یہ اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ اس مشن میں رازداری بے حد ضروری ہے..... ذرا سا بھی راز کھل گیا تو ساری عمارت نیچے گر پڑے گی اور ایک معزز خاتون کی زندگی برباد ہو کر رہ جائے گی۔"

شاہ نواز بولا۔

"سر! ایسا کبھی نہیں ہوگا..... ہم ایسا کبھی نہیں ہونے دیں گے۔"

"ٹھیک ہے بھائی۔" لیڈر نے کہا..... "اب تم جا سکتے ہو، کل شام کو یہاں بھی آنے کی ضرورت نہیں ہے..... شیر خان اور کبیر خان تمہیں دلی کے ریلوے سٹیشن کے تھرڈ کلاس کے ویٹنگ روم میں ملیں گے..... شیر خان نے تمہیں دیکھ لیا ہے..... یہ تمہیں پہچان لے گا..... دلی سے صوبہ مہاراشٹر کے شہر کولہاپور کے لئے ٹرین رات کے سوا آٹھ بجے چھوٹتی ہے..... تم اسی ٹرین میں سفر کرو گے..... آگے تمہیں معلوم ہوگا کہ کولہاپور سے رتناگری جانے کے لئے تمہیں کون سی ٹرین یا لاری پکڑنی ہوگی۔"

"وہ سب کچھ جانتا ہوں سر! آپ بے فکر رہیں۔"

"اچھا..... اب میں چلتا ہوں۔"

پھر اس نے شیر خان سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"انشاءاللہ کل شام سٹیشن پر ملاقات ہوگی۔"

"انشاءاللہ۔" شیر خان نے جواب دیا۔

شاہ نواز اپنے مجاہد کے ساتھ واپس چلا گیا..... لیڈر نے شیر خان سے کہا۔

"اس مشن میں تمہیں اور کبیر خان کو جس چیز کی ضرورت پڑ سکتی ہے تم وہ اپنے ساتھ لے کر جاؤ گے..... تمہارے خیال میں تمہیں کیا چاہئے ہوگا؟"

کمانڈو شیر خان کہنے لگا۔

"زیب النساء قلعے میں قید ہے..... یہ تو قلعے کو ایک نظر دیکھنے کے بعد ہی اندازہ ہو سکے گا کہ ہمیں کیا کرنا ہو گا اور ہمیں کس چیز کی ضرورت پڑے گی..... ویسے ہمیں کچھ اسلحہ کی ضرورت ہو گی۔"

لیڈر نے کہا۔

"اسلحہ یہاں سے ساتھ لے جانے میں خطرہ ہے..... میرا خیال ہے ہمیں کبیر خان سے مشورہ کرنا ہو گا۔"

لیڈر نے اس لمحے اپنا ایک خاص آدمی بھیج کر کبیر خان کو گھر سے بلوا لیا..... اسے ساری صورت حال سے آگاہ کیا گیا اور یہ بھی بتایا گیا کہ کل شام کو اسے شیر خان کے ساتھ رتناگری جانا ہے..... جب اس سے اسلحہ وغیرہ کی بات کی گئی تو کبیر خان بولا۔

"شاہ جی! میں نے سات سال مہاراشٹر میں گزارے ہیں..... وہاں کے کچھ جانباز مسلمانوں سے میری اچھی خاصی دوستی ہے..... وہاں سے مجھے ہر قسم کا اسلحہ مل جائے گا..... کسی اور چیز کی ضرورت ہو گی تو وہ جانباز اسے بھی مہیا کر دیں گے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ ایسا ہو سکے گا؟" لیڈر نے پوچھا۔

کبیر خان بولا۔

"شاہ جی! میں پورے یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں میرے یہ جانباز مرہٹے مسلمان دوست مہاراشٹر میں مسلمان دشمن تحریک شیو سینا کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہے ہیں اور ان کے پاس ہر قسم کا اسلحہ موجود ہوتا ہے..... اس کی آپ فکر نہ کریں۔"

شیر خان نے کہا۔

"اسلحہ کے علاوہ ہو سکتا ہے ہمیں کسی گاڑی مثلاً جیپ وغیرہ کی بھی ضرورت پڑ جائے۔"

"اس کا بھی بندوبست ہو جائے گا..... میرے دوستوں کے پاس تین چار گاڑیاں

ہیں..... میں ان سے ایک گاڑی لے آؤں گا..... رتناگری کے جنگل میں ہی ان لوگوں کا ایک خفیہ ٹھکانہ ہے۔"

شیر خان کہنے لگا۔

"یہ ہمارے حق میں اچھی بات ہوئی ہے..... باقی وہاں جانے کے بعد دیکھا جائے گا۔"

کبیر خان نے کہا۔

"ہمیں وہاں کون اپنے ساتھ لے جا رہا ہے؟"

لیڈر نے کہا۔

"شاہ نواز۔"

"بالکل صحیح مجاہد ہے۔" کبیر خان بولا۔

لیڈر کچھ سوچ کر بولا۔

"تم لوگوں کو اپنا حلیہ بدلنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ وہاں تمہیں کسی نے ابھی تک نہیں دیکھا..... صرف لباس بدل لینا اور پتلون کی بجائے وہاں کا پہناوا یعنی کرتہ پاجامہ اور اوپر سے گرم کوٹ پہن لینا۔"

کبیر خان بولا۔

"گرم کوٹ کی بھی ضرورت نہیں..... عام ٹھنڈ، کوٹ بھی چلے گا..... مہاراشٹر میں ان دنوں میں بھی موسم خوشگوار ہوتا ہے..... وہاں دلی والی سردی نہیں ہوتی۔"

لیڈر نے کہا۔

"روپے پیسے کی فکر کی ضرورت نہیں ہے تمہیں کل جاتے ہوئے پانچ ہزار روپے مل جائیں گے۔"

کبیر خان کہنے لگا۔

"بہت ہوں گے..... اگر ضرورت پڑ گئی تو میرے مرہٹے جانباز دوست ہماری

مدد کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" لیڈر نے کہا..... "کبیر خان تم کل دوپہر کے بعد ہی یہاں آجانا..... تم لوگوں کو کولہاپور والی گاڑی پکڑنی ہوگی جو رات کے سات اور آٹھ بجے کے درمیان کسی وقت چلتی ہے۔"

کبیر خان دوسرے دن آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔

دوسرا دن ان لوگوں کا بڑی مصروفیت میں گزرا..... دوپہر سے کچھ پہلے ہی کبیر خان خفیہ کمیں گاہ پر پہنچ گیا..... وہ اپنے ساتھ کھدر کے دو پاجامے اور کرتے لایا تھا..... یہ کرتے پاجامے انہوں نے وہیں پہن کر اوپر کوٹ پہن لئے..... لیڈر نے شیر خان کو پانچ ہزار روپے چھوٹے اور بڑے کرنسی نوٹوں کی شکل میں دیئے..... شیر خان نے آدھی رقم کبیر خان کے حوالے کر دی..... کبیر خان نے اپنے مجاہد کی اغوا شدہ بیوی زیب النساء کو دیکھا ہوا تھا..... شیر خان کو اس کی ایک فوٹو ان کے گھر سے منگوا کر دکھادی گئی تھی جسے شیر خان نے اچھی طرح سے دیکھ لیا تھا۔

جب شام کے ٹھیک چھ بجے تو کمانڈو شیر خان اور کبیر خان اپنے لیڈر سے ہاتھ ملانے کے بعد کمیں گاہ سے نکل کر دلی ریلوے سٹیشن کی طرف روانہ ہوگئے..... سٹیشن پر آکر وہ سیدھے تھرڈ کلاس کے مسافر خانے کی طرف آکر ایک جگہ مسافروں کے قریب ہی بیٹھ گئے..... ان کی نگاہیں شاہ نواز کو تلاش کر رہی تھیں..... آخر وہ انہیں نظر آگیا..... شاہ نواز نے کندھے پر ایک تھیلا لٹکایا ہوا تھا..... اس نے شیر خان اور کبیر خان کو دُور ہی سے دیکھ لیا تھا..... وہ ان کے پاس آکر بیٹھ گیا..... کہنے لگا۔

"ٹرین ساڑھے آٹھ بجے روانہ ہوگی..... میں انکوائری سے پتہ کر کے آرہا ہوں..... تھرڈ کلاس کے تین ٹکٹ میں نے لے لئے ہیں۔"

اور اس نے تھیلے میں سے ٹکٹ نکال کر ایک شیر خان کو اور ایک کبیر خان کو دے دیا..... شیر خان کہنے لگا۔

"ہم الگ الگ ڈبوں میں سفر کریں گے اور صرف کولہاپور پہنچنے کے بعد ہی اکٹھے ہوں گے۔"

وہ مسافر خانے میں ہی بیٹھے رہے..... وہیں انہوں نے تھوڑا بہت کھا پی لیا اور ٹھیک آٹھ بجے اٹھ کر پلیٹ فارم پر آگئے..... ٹرین پہلے سے کھڑی تھی..... وہ الگ الگ ڈبوں میں سوار ہوگئے..... ٹرین چل پڑی..... یہ سفر بھی کافی لمبا تھا..... ساری رات اور دوسرا سارا دن سفر میں گزر گیا..... دوسرے روز شام کے وقت ٹرین کولہاپور پہنچی تو وہ اپنے اپنے ڈبوں سے نکل کر ایک دوسرے کے پاس آگئے..... شاہ نواز کہنے لگا۔

"یہاں سے ہمیں رتناگری کے لئے برانچ لائن کی کوئی گاڑی پکڑنی ہوگی..... میں پتہ کر کے آتا ہوں۔"

شاہ نواز پتہ کر کے آیا اور کہنے لگا۔

"رتناگری والی پسنجر ٹرین ایک گھنٹے کے بعد یہاں سے چلے گی۔"

کبیر خان جو ان علاقوں سے اچھی طرح واقف تھا، کہنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہم رات ہو چکی ہوگی جب رتناگری پہنچیں گے۔"

شیر خان نے کہا۔

"رات کے وقت ہمیں پرابلم پڑ سکتی ہے..... کیا رتناگری میں کوئی ہوٹل ہے جہاں ہم ٹھہر سکیں؟"

کبیر خان کہنے لگا۔

"ہوٹل میں ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے..... میں تمہیں اپنے جانباز دوستوں کے پاس لے چلوں گا..... ہمیں ان کی خفیہ کمیں گاہ میں جانے کی ضرورت نہیں ہوگی..... رات کے وقت وہاں جانا مشکل بھی ہوگا، مگر میرے ایک جانباز دوست کا اپنا مکان رتناگری میں ہے..... اس کے آموں کے باغ ہیں..... وہ کاشتکاری بھی کرتا ہے۔"

شیر خان نے کہا۔

"لیکن ہم اسے اپنے مشن کے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔" کبیر خان بولا..... "انہیں صرف بتانا ہی کافی ہوگا کہ ہم جہاد کشمیر کے ایک خاص سیکرٹ مشن پر آئے ہیں..... وہ ہم سے کچھ پوچھیں گے بھی نہیں اور ہماری ہر ممکن مدد کریں گے۔"

چنانچہ یہی طے ہوا کہ رتناگری کے لئے رات کی گاڑی ہی پکڑی جائے..... اسی پروگرام کے مطابق ایک گھنٹے بعد وہ ایک پسنجر ٹرین میں بیٹھ کر رتناگری کی جانب روانہ ہوگئے۔

رتناگری پہنچے تو کافی رات ہو چکی تھی..... کبیر خان انہیں لے کر اپنے جانباز دوست کے مکان پر آ گیا..... وہ سو رہا تھا..... اسے جگایا تو وہ کبیر خان کے ساتھ دو اجنبی آدمیوں کو دیکھ کر انہیں اندر لے گیا..... کبیر خان نے مختصر الفاظ میں شاہ نواز اور کمانڈو شیر خان کا تعارف کرایا اور صرف اتنا ہی بتایا کہ یہ کشمیری مجاہد ہیں اور اس علاقے میں ایک سیکرٹ مشن پر آئے ہیں..... جانباز مرہٹے مسلمان نے بڑی گرم جوشی سے شاہ نواز اور شیر خان سے ہاتھ ملایا اور بولا۔

"میرے لائق کوئی بھی خدمت ہو بتایئے..... میں یہی سمجھوں گا کہ میں بھی جہاد کشمیر میں شریک ہوں۔"

کبیر خان نے کہا۔

"کمال حسن! تمہاری اور دوسرے جانبازوں کی مدد کی ہمیں ضرورت پڑے گی..... باقی باتیں صبح ہوں گی..... اس وقت ہم سفر کی وجہ سے بڑے تھکے ہوئے ہیں۔"

اس جانباز مرہٹے مسلمان کا نام کمال حسن تھا..... اس نے اسی وقت ایک کمرے میں بستر لگوا دیئے اور بولا۔ صبح ملیں گے..... اب تم لوگ آرام کرو..... جب کمال حسن چلا گیا تو شیر خان نے کبیر خان سے پوچھا۔

"کبیر خان! تمہیں پورا یقین ہے نا کہ یہ لوگ قابل اعتبار ہیں؟"

کبیر خان بولا۔

"اس بارے میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے..... تمہیں خود معلوم ہو جائے گا۔"

رات انہوں نے آرام کیا..... صبح ناشتے کے وقت کمال حسن نے کبیر خان سے کہا۔

"دوست مجھے حکم کرو کہ میں اس خفیہ مشن میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔ میں آپ سے ہرگز نہیں پوچھوں گا کہ اس مشن کی نوعیت کیا ہے..... میں جانتا ہوں کہ اس قسم کے مشن بعض اوقات اپنے آدمیوں سے بھی خفیہ رکھے جاتے ہیں۔"

شیر خان کہنے لگا۔

"ہمیں کچھ اسلحہ وغیرہ کی ضرورت ہوگی۔"

کمال حسن بولا۔

"سوائے توپوں ٹینکوں کے آپ کو ہر قسم کا اسلحہ مہیا کر دیا جائے گا۔"

کبیر خان بولا۔

"فی الحال ہمیں دو پستول دو سٹین گنیں اور کچھ ہینڈ گرنیڈ کی ضرورت ہوگی۔"

کمال حسن کہنے لگا۔

"یہ سب کچھ آپ کو مل جائے گا..... کہئے تو ابھی لا دوں؟"

شیر خان بولا۔

"ابھی نہیں..... لیکن شاید کل یا پرسوں اس کی ضرورت پڑے۔"

"جب چاہیں گے آپ کو اسلحہ مل جائے گا۔" کمال حسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کبیر خان کہنے لگا۔

"ابھی ہم ایک ضروری کام سے جا رہے ہیں، ہو سکتا ہے دو گھنٹوں میں واپس آ جائیں..... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شام پڑ جائے۔"

کمال حسن بولا۔

"میں کہیں نہیں جاؤں گا..... یہیں رہوں گا۔"

اس کے بعد شیر خان، کبیر خان اور شاہ نواز رتناگری کے گاؤں کی طرف چل پڑے..... راستے میں ایک جنگل پڑتا تھا..... اس جنگل کی دوسری جانب رتناگری کا چھوٹا سا گاؤں تھا..... اس گاؤں میں ہی پرانے قلعے کا بوڑھا چوکیدار رہتا تھا..... شاہ نواز انہیں چوکیدار رحیم خان سے ملوانے لے جا رہا تھا۔

بوڑھا رحیم خان ایک کچے مکان کے صحن میں املی کے درخت تلے بیٹھا ناریل کا حقہ پی رہا تھا..... شاہ نواز کو دیکھ کر بولا۔

آؤ شاہ نواز بیٹے! کیسے آنا ہوا؟"

شاہ نواز اور شیر خان اور کبیر خان السلام علیکم کہہ کر اس کے پاس بیٹھ گئے..... شاہ نواز نے کہا۔

"دادا! یہ میرے دوست ہیں اور کشمیری مجاہد ہیں..... انہیں تم سے ایک بڑا ضروری کام پڑا گیا ہے۔"

دادا رحیم خان بولا۔

"کشمیری مجاہدوں کی اگر میں کوئی خدمت کر سکوں تو یہ میری خوش قسمتی ہو گی..... بتاؤ..... کیا کام ہے؟"

بوڑھے چوکیدار رحیم خان کو مشن کے بارے میں پوری تفصیلات سے آگاہ کرنا ضروری تھا، چنانچہ شیر خان نے اسے سب کچھ بتا دیا..... چوکیدار رحیم خان بڑی توجہ سے سنتا رہا..... جب شیر خان نے اپنی بات ختم کی تو رحیم خان کہنے لگا۔

"اتنا تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مجاہد کی بیوی جس کا نام آپ لوگوں نے زیب النساء بتایا ہے قلعہ رتناگری کے پولیس کیمپ میں ہی ہے، لیکن یہ معلوم نہیں کہ اسے قلعے کے اندر کہاں رکھا گیا ہے۔"

کمانڈو شیر خان نے کہا۔

"دادا! یہ معلوم کرنا بہت ضروری ہے۔"

رحیم خان بولا۔

"یہ میں پتہ کر لوں گا..... اس کی تم فکر نہ کرو، تم ایسا کرو کہ مجھے شام کے وقت اندھیرا ہو جانے کے بعد آ کر ملو اور میرے مکان پر مت آنا..... گاؤں کے جنوب میں جو پرانا کنواں ہے وہاں میرا انتظار کرنا..... شاہ نواز نے وہ کنواں دیکھا ہوا ہے۔"

اس کے بعد شاہ نواز کبیر خان اور شیر خان واپس جانباز کمال حسن کے مکان پر آ گئے..... کمال حسن ایک پرانا بریف کیس اٹھا کر لے آیا..... کہنے لگا۔

"اس میں کچھ اسلحہ ہے..... جو پسند ہے رکھ لو۔"

اس نے بریف کیس کھول دیا..... اس کے اندر اعشاریہ زیرو نائن کے تین آٹو میٹک پستول تھے..... میگزین تھے اور ایک درجن ہینڈ گرنیڈ تھے..... شیر خان نے کہا۔

"ان سب کی ہمیں ضرورت پڑ سکتی ہے..... باقی دو سٹین گنیں بہت ضروری ہیں۔"

کمال حسن اٹھ کر دوسرے کمرے میں گیا اور چادر میں لپٹی ہوئی دو سٹین گنیں اور ان کے میگزین بھی لے آیا..... کبیر خان اور شیر خان نے انہیں اچھی طرح سے چیک کیا..... کبیر خان نے شیر خان سے پوچھا۔

"ٹھیک ہے نا؟"

شیر خان بولا۔

"بالکل صحیح ہے۔"

پھر شیر خان نے جانباز کمال حسن سے کہا۔

"یہ اسلحہ کسی جگہ سنبھال کر رکھ لیں..... جس وقت ہمیں اس کی ضرورت پڑے گی ہم اسے لے لیں گے..... کمال حسن نے کبیر خان سے کہا۔

"کبیر بھائی! تمہیں پچھلی کوٹھڑی کا تو پتہ ہی ہے..... اس کوٹھڑی میں سوکھی لکڑیوں کے نیچے یہ بریف کیس اور دونوں سٹین گنیں پڑی ہوں گی..... جب چاہو اسے

لے جاسکتے ہو۔"

اس کام سے فارغ ہو کر انہوں نے دوپہر کا کھانا کھایا اور کچھ دیر آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے..... جب شام کا ہلکا ہلکا اندھیرا پھیلنے لگا تو شاہ نواز انہیں یعنی کبیر خان اور شیر خان کو لے کر رتناگری گاؤں کے پرانے کنوئیں کی طرف چل پڑا..... گاؤں وہاں سے زیادہ دُور نہیں تھا..... وہ دس پندرہ منٹ میں وہاں پہنچ گئے اور ایک طرف درخت کی اوٹ میں بیٹھ کر چوکیدار رحیم خان کا انتظار کرنے لگے..... شیر خان نے کہا۔

"خدا کرے کہ رحیم خان پوری معلومات حاصل کر چکا ہو۔"

شاہ نواز بولا۔

"خان بھائی! بوڑھا دادا رحیم خان بڑے کام کا آدمی ہے اور قلعے کا پرانا چوکیدار ہے..... اگرچہ پولیس کے حکام نے اسے گھر پر بٹھادیا ہے، مگر وہ لوگ اس کی بڑی عزت کرتے ہیں اور اس پر اعتماد بھی کرتے ہیں۔"

وہ باتیں کر رہے تھے کہ انہیں درختوں میں ایک آدمی کنوئیں کی طرف آتا نظر آیا..... شاہ نواز نے کہا۔

"رحیم دادا آگئے ہیں۔"

چوکیدار رحیم خان ان کے پاس آکر بیٹھ گیا..... کہنے لگا۔

"میں نے سب کچھ پتہ کر لیا ہے..... لڑکی زیب النساء کو پولیس نے قلعے کے مشرق کی جانب دوسری منزل کی ایک کوٹھڑی میں رکھا ہوا ہے..... اس طرف نیچے کھائی ہے..... کوٹھڑی کی ایک ہی کھڑکی ہے جو اس کھائی کی طرف کھلتی ہے۔"

شیر خان نے پوچھا۔

"اس کھڑکی میں سلاخیں تو نہیں لگی ہوئیں؟"

رحیم خان بولا۔

"سلاخیں نہیں لگی ہوئیں..... لیکن کھڑکی بند رہتی ہے اور اندر کی جانب کھڑکی

میں ہر وقت تالا لگا رہتا ہے، جس کی چابی کمشنر پولیس کے پاس ہوتی ہے۔"

کبیر خان جو ہر قسم کا تالا کھولنے کا ماہر تھا بولا۔

"دادا! کیا تم نے وہ تالا دیکھا ہے؟"

رحیم خان نے کہا۔

"میں وہ تالا دیکھ آیا ہوں..... اس وقت کوٹھڑی خالی تھی اور پولیس لڑکی کو پوچھ گچھ کے لئے نیچے تہہ خانے میں لے گئی ہوئی تھی۔"

کبیر خان نے کہا۔

"رحیم دادا! تم ایک کام کرو..... کل جس وقت کوٹھڑی خالی ہو تو تم کسی طریقے سے کوٹھڑی میں جاؤ اور اپنے ساتھ گندھا ہوا میدہ لیتے جانا..... وہ میدہ تالے کے اردگرد اوپر نیچے لگا کر اسے ذرا سا دبا کر تالے کا مولڈ لے آنا..... مجھے وہ مولڈ دیکھ کر اندازہ ہو جائے کہ تالا کس قسم کا ہے..... میں اس کی چابی تیار کر لوں گا..... اس کھڑکی کا کھلنا بہت ضروری ہے..... کیا تم ایسا کر سکو گے؟"

رحیم خان بولا۔

"میں یہ کام کر لوں گا..... وہاں سبھی لوگ مجھ پر بڑا اعتبار کرتے ہیں..... انہیں مجھ پر کبھی شک نہیں پڑ سکتا کہ میں وہاں کس قسم کی سراغ رسانی کر رہا ہوں..... یہ کام میں کل ہی کر لوں گا..... آپ مجھے کل اسی وقت یہاں آکر ملنا۔"

کبیر خان بولا۔

"دادا! کل شام میں اکیلا ہی آؤں گا، لیکن میدے کے پیڑے کو زیادہ مت دبانا اور میدہ نرم نہ ہو اسے ذرا سخت ہی رکھنا۔"

رحیم خان بولا۔

"میں سمجھ گیا ہوں۔"

اس کے بعد چوکیدار رحیم خان واپس چلا گیا۔

کبیر خان کہنے لگا۔

"اگر تالے کا مولڈ مل جائے تو میں اس کی چابی تیار کرلوں گا..... میرے لئے یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔"

وہ تینوں واپس جارہے تھے..... شیر خان نے کہا۔

"اگر کوٹھڑی کی کھڑکی کھل جائے تو ہم کھائی کی طرف سے زیب النساء کو نکال سکتے ہیں..... یہ کام مشکل ضرور ہے، مگر یہاں صرف یہی ایک صورت نظر آتی ہے..... کسی دوسرے طریقے سے زیب النساء کو وہاں سے نکالنا آسان نہیں ہے..... قلعے میں پولیس فورس کی بھاری نفری موجود ہے اور ان کے پاس کافی اسلحہ بھی ہوگا۔"

اسی طرح باتیں کرتے وہ جانباز کمال حسن کے مکان پر پہنچ گئے..... دوسرے روز شام کو کبیر خان اکیلا ہی رحیم دادا سے ملنے چلا گیا..... رحیم دادا کچھ دیر سے پہنچا..... کبیر خان آگے بڑھ کر اسے ملا اور پوچھا۔

"دادا! کام ہوگیا؟"

رحیم دادا کے ہاتھ میں مٹی کی چھوٹی سی ہانڈی تھی..... اس نے ہانڈی کبیر خان کو دیتے ہوئے کہا۔

"اس کا ڈھکنا اٹھا کر دیکھو۔"

کبیر خان نے دیکھا کہ ہنڈیا کے اندر گندھے ہوئے میدے کا ایک چپکا ہوا پیڑا رکھا تھا..... اس نے اسے باہر نکالا..... اس کی ایک جانب تالے کا پورے کا پورا مولڈ بنا ہوا تھا..... کبیر خان نے کہا۔

"دادا! یہ تم نے ہماری ایک بڑی مشکل آسان کردی ہے..... میں اسے ساتھ لے جارہا ہوں اور کل تمہیں اس تالے کی چابی لا کر دوں گا..... تمہیں کیا کرنا ہوگا؟ یہ میں تمہیں کل بتاؤں گا۔"

کبیر خان تالے کے سانچے یعنی مولڈ کو بڑی احتیاط سے اپنے ساتھ لے گیا.....

کمال حسن کے مکان پر آنے کے بعد اس نے اپنے طریقے سے مولڈ میں جلدی جم جانے والا محلول ڈال کر تالے کا ہو بہو نقش تیار کرلیا..... اب اس نے تالے کو بڑے غور سے دیکھا..... شیر خان اور کمال حسن اس کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے..... کبیر خان تالوں کا ماہر تھا کہنے لگا۔

"میں سمجھ گیا ہوں کہ یہ کون سا تالا ہے..... ہمیں بازار چل کر اسی قسم کا تالا خریدنا ہوگا۔"

کمال حسن کہنے لگا۔

"رتناگری میں ایک تالوں کی دکان ہے..... میرا خیال ہے وہاں سے ہمیں اس ماڈل کا تالا مل جائے گا۔"

رتناگری کبھی ایک قصبہ ہوا کرتا تھا، مگر آزادی ملنے کے بعد یہاں باہر سے آکر لوگ آباد ہوگئے تھے اور اب یہ ایک چھوٹا سا شہر بن گیا تھا، جہاں ایک بڑی مارکیٹ بھی بن گئی تھی..... اس مارکیٹ سے ہر قسم کا سامان مل جاتا تھا، اس وقت جیپ میں بیٹھ کر شیر خان اور کبیر خان رتناگری کی مارکیٹ میں آگئے..... یہاں نئے اور پرانے تالوں کی ایک دکان تھی..... کبیر خان نے مختلف قسم کے تالے دیکھنے شروع کردیئے..... آخر اس نے ایک تالے کو پہچان لیا اور تالے کو ہاتھ میں لے کر بولا۔

"شیر بھائی! یہی وہ تالا ہے جو کھڑکی کے اندر لگا ہوا ہے۔"

شیر خان نے کہا۔

"اور اگر یہ تالا نہ ہوا تو پھر؟"

کبیر خان کہنے لگا۔

"میں اپنے تجربے کی بنا پر یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہی وہ تالا ہے جس کا مولڈ رحیم دادا لایا ہے۔"

انہوں نے وہ تالا خرید لیا..... تالے کے ساتھ دو چابیاں بھی تھیں..... شام کو

کبیر خان اور شیر خان دونوں گاؤں کے باہر والے پرانے کنوئیں پر آگئے..... تالا مع چابیوں کے کبیر خان کی جیب میں تھا..... جب اپنے وقت پر رحیم دادا وہاں آیا تو کبیر خان نے اسے تالا دکھا کر کہا۔

"اس تالے کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

رحیم دادا تالے کو دیکھتے ہی بولا۔

"کبیرے! بالکل یہی تالا کھڑکی میں لگا ہوا ہے۔"

"تمہیں یقین ہے دادا؟" شیر خان نے پوچھا۔

رحیم دادا بولا۔

"مجھے پورا یقین ہے۔"

شیر خان نے کہا۔

"رحیم دادا! ہم تمہیں تالے کی ایک چابی دیتے ہیں..... یہ چابی تم کوٹھڑی میں جاکر کھڑکی پر لگے ہوئے تالے کو لگاؤ گے..... اگر تالا کھل گیا تو تم تالے کو دوبارہ بند کر کے یہ چابی اپنے پاس ہی رکھو گے..... کیا تم ایسا کر سکو گے؟"

رحیم دادا کچھ سوچ کر کہنے لگا۔

"میں روز روز کوٹھڑی کے اندر نہیں جانا چاہتا..... اس طرں وہاں لوگوں کو شک پڑ سکتا ہے..... مجھے کل اور پرسوں کا دن دے دو..... دو دن کے بعد میں کسی بہانے کوٹھڑی میں جاکر چابی لگا کر دیکھوں گا..... تم ایسا کرنا کہ دو دن چھوڑ کر یعنی تیسرے دن اسی وقت مجھے یہاں آکر ملنا۔"

"ٹھیک ہے۔" یہ کہہ کر شیر خان اور کبیر خان واپس آگئے۔

قلعے کے چوکیدار رحیم خان نے بڑا کام کیا۔

دو دن چھوڑ کر وہ تالے کی چابی اپنی جیب میں چھپا کر ناریل کی گڑگڑی ہاتھ میں لئے قلعے میں آگیا..... پولیس کو معلوم تھا کہ یہ بوڑھا یہاں کا پرانا چوکیدار ہے اور اب دل بہلانے کے لئے قلعے میں آجاتا ہے اور اپنے پرانے ساتھیوں سے مل لیتا ہے..... وہ سب اسے بے ضرر سمجھتے ہیں..... رحیم دادا اس وقت قلعے میں جاتا تھا جب اسے یقین ہوتا تھا کہ پولیس زیب النساء کو پوچھ گچھ کے لئے نیچے تہہ خانے میں لے گئی ہوگی..... مجاہد کی بیوی زیب النساء سے ہر روز دوپہر کے بعد ایک آدھ گھنٹہ پوچھ گچھ ہوتی تھی..... اس روز بھی جس وقت رحیم دادا قلعے میں آیا تو اسے پتہ چلا کہ پولیس زیب النساء کو پوچھ گچھ کے لئے لے گئی ہے..... اس کی کوٹھڑی خالی تھی اور خالی ہونے کی وجہ سے پہرہ دینے والا کانسٹیبل بھی ڈھیلا ہو گیا تھا اور سامنے کینٹین میں چائے پینے چلا گیا تھا..... رحیم دادا نے اپنا معمول بنا رکھا تھا کہ وہ قلعے کی دوسری منزل میں ہر کوٹھڑی کے باہر پہرہ دیتے کانسٹیبل کے قریب سے گزرتا اور اسے سلام کر کے اس کی خیر خیریت پوچھتا..... باقی کی دو کوٹھڑیوں میں پولیس کا دوسرا سامان وغیرہ رکھا ہوا تھا۔

اس طرح اس روز بھی وہ دوسری منزل میں سب لوگوں سے سلام دعا لیتا..... ان کی خیر خیریت معلوم کرتا زیب النساء والی کوٹھڑی کے پاس آگیا..... کوٹھڑی کا

دروازہ کھلا تھا..... کوٹھڑی خالی تھی..... رحیم دادا نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ آس پاس دیکھا..... وہاں اسے کوئی سپاہی یا دوسرا ملازم نظر نہ آیا..... رحیم دادا جلدی سے کوٹھڑی میں داخل ہو گیا..... اس نے جیب سے چابی نکال کر بند کھڑکی والے تالے کو لگائی تو تالا کھل گیا..... رحیم دادا نے تالے کو دوبارہ بند کیا..... چابی جیب میں ڈالی اور ناریل کی گڑگڑی کے کش لگاتا کوٹھڑی سے باہر آ گیا۔

اس وقت وہ کانسٹیبل جو اس کوٹھڑی کے باہر دن کے وقت گارڈ ڈیوٹی پر ہوتا تھا چائے پی کر سامنے سے آ رہا تھا..... اس نے رحیم دادا کو دیکھا تو دور سے پوچھا۔

"دادا! کیا بات ہے اندر کیوں گئے تھے؟"

رحیم دادا نے پہلے سے ایک جواب تیار کر رکھا تھا..... اس نے کھانستے ہوئے کہا۔

"بیٹا! اس کوٹھڑی کو دیکھ کر مجھے بہت کچھ یاد آ جاتا ہے..... میری جب نئی نئی شادی ہوئی تھی تو میں اپنی بیوی کو لے کر اسی کوٹھڑی میں آ کر ٹھہرا تھا..... ابھی گاؤں میں مجھے کوئی مکان نہیں ملا تھا..... ہم نے شادی کے بعد یہاں پندرہ بیس دن گزارے تھے..... بس اس کوٹھڑی میں تھوڑی دیر پھر کر اپنی جوانی کی یادیں تازہ کر لیتا ہوں۔"

کانسٹیبل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"دادا! بڑھاپے میں جوانی یاد نہ کیا کرو..... غم لگ جائے گا۔"

رحیم دادا نے گڑگڑی کا کش لگا کر کہا۔

"بیٹا! اب یاد کرنے کو اور کچھ رہا ہی نہیں۔"

اور رحیم دادا وہاں سے چل دیا..... وہ بہت خوش تھا کہ جس کام کے لئے وہ کوٹھڑی میں داخل ہوا تھا وہ آسانی سے پورا ہو گیا ہے..... دوپہر کے بعد وہ قلعے سے واپس اپنے گاؤں والے مکان پر آ گیا..... اب اسے شام ہونے کا انتظار تھا..... دوسری طرف کبیر خان اور کمانڈو شیر خان بھی شام ہونے کا انتظار کر رہے تھے..... شیر خان کہہ رہا تھا۔

"اگر فرض کر لیا کہ تمہاری دی ہوئی چابی سے تالا نہیں کھلتا تو ہمیں کوئی دوسرا راستہ تلاش کرنا ہو گا..... ہمیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا چاہئے..... کہیں ایسا نہ ہو کہ پولیس زیب النساء کو یہاں سے کسی دوسری جگہ لے جائے۔"

کبیر خان کہنے لگا۔

"شیر بھائی! اول تو مجھے یقین ہے کہ چابی اسی تالے کی ہے اور اگر رحیم دادا کو آج تالے میں چابی لگانے کا موقع مل گیا ہے تو تالا ضرور کھل گیا ہو گا..... اگر خدانخواستہ ایسا نہ ہوا تو پھر کوئی دوسرا راستہ تلاش کر لیں گے..... بہر حال ہم انشاء اللہ زیب النساء بی بی کو یہاں سے لے کر ہی جائیں گے۔"

جب شام کا اندھیرا چھانے لگا تو دونوں سرفروش گاؤں کے باہر والے پرانے کنوئیں کے پاس آ کر بیٹھ گئے..... کچھ دیر بعد رحیم دادا بھی آ گیا..... اس نے آتے ہی کہا۔

"چابی لگ گئی ہے..... تالا کھل گیا تھا۔"

شیر خان اور کبیر خان کو ایسے لگا جیسے ان کے سر پر سے کوئی بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہو..... کبیر خان نے پوچھا۔

"دادا! تم نے خود چابی لگائی تھی ناں؟"

"اور کون لگاتا؟" رحیم دادا بولا۔ "میں خود خالی کوٹھڑی میں گیا تھا..... میں نے خود کھڑکی کے تالے میں چابی لگائی اور تالا فوراً کھل گیا تھا..... بس اسی وقت میں نے تالے کو دوبارہ بند کیا اور واپس چلا آیا۔"

رحیم دادا چابی کبیر خان کو واپس دینے لگا تو اس نے کہا۔

"دادا! یہ چابی تم اپنے پاس ہی رکھو..... ایک جہاد میں تم سرخرو ہو گئے ہو..... اب تمہیں ایک اور جہاد کرنا ہو گا..... کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟"

رحیم دادا بولا۔

"بیٹا! قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوں..... شاید میرا یہ کام خدا کو پسند آ جائے اور

میری بخشش ہو جائے..... بتاؤ مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

اب شیر خان کہنے لگا۔

"دادا! جس اسلامی جذبے کے ساتھ آپ نے یہ بات کہی ہے اس وقت پاکستان اور ہندوستان کے ہر مسلمان کو اسی جذبے کی ضرورت ہے..... یہ جذبہ جہاد ہے اور جہاد کے جذبے کی کوئی عمر نہیں ہوتی..... آپ کو اب وہ کام کرنا ہے جو صرف آپ ہی کر سکتے ہیں..... ہم میں سے کوئی نہیں کر سکتا..... اگر آپ کامیابی کے ساتھ یہ کام کر گزرے تو سمجھ لیجئے کہ ہم اپنے مجاہد کی بے گناہ بیوی کو کافروں کی قید سے چھڑا کر لے جائیں گے۔"

چوکیدار رحیم خان نے کہا۔

"بیٹا! مجھے بتاؤ کہ کیا کرنا ہے؟"

شیر خان نے اسے بتایا کہ اسے کیا کرنا ہو گا اور کہا۔

"یہ کام کرنے کے فوراً بعد آپ ہمارے پاس آجائیں گے..... ہم اسی جگہ آپ کا انتظار کر رہے ہوں گے..... یہ کام کل ہو جانا چاہئے، لیکن جیسا کہ میں نے آپ سے کہا ہے اس میں مجاہد کی بیوی کو اعتماد میں لینا ضروری ہے۔"

کبیر خان کہنے لگا۔

"دادا اس کام کے لئے تمہیں اسی وقت قلعے کے اندر کوٹھڑی میں داخل ہونا ہو گا جب زیب النساء کوٹھڑی میں موجود ہو گی۔"

رحیم خان نے کہا۔

"کبیر خان! جو میں سوچ رہا ہوں وہ تم نہیں سوچ رہے..... زیب النساء کی موجودگی میں میرا قلعے کی اس کوٹھڑی میں داخل ہو کر یہ کام سرانجام دینا بہت مشکل بلکہ کسی حد تک ناممکن ہو گا، کیونکہ باہر کانسٹیبل پہرے پر موجود ہو گا..... اس کی موجودگی میں کھڑکی پر لگا ہوا تالا کھول نہیں سکوں گا۔"

شیر خان بولا۔

"تو پھر آپ کیا کریں گے؟"

رحیم خان کہنے لگا۔

"تم یہ کام مجھ پر چھوڑ دو..... میں ہر ممکن کوشش کروں گا کہ کل ہی یہ کام کر ڈالوں..... اگر فرض کر لیا کہ کل مجھے زیب النساء کی کوٹھڑی میں داخل ہونے کا موقع نہ ملا تو پھر اس سے اگلے دن کوشش کروں گا۔" بہر حال تم کل شام کو پرانے کنوئیں پر ضرور آجانا..... میں یہیں آکر تمہیں صورت حال سے آگاہ کروں گا۔"

رحیم خان اس کے بعد خدا حافظ کہہ کر اور اگلی شام آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا..... شیر خان نے کبیر سے کہا۔

"ہمیں کل صبح سورج نکلنے کے ساتھ ہی قلعے کے مشرقی دیوار کا جائزہ لینا ہو گا جہاں زیب النساء کی کھڑکی کھلتی ہے اور دوسرا سامان بھی کل شام تک ہمیں بالکل تیار رکھنا ہو گا، کیونکہ اگر رحیم خان زیب النساء کی کوٹھڑی کی کھڑکی کھولنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر ہمیں کل رات کو ہی زیب النساء کو لے کر یہاں سے نکل جانا ہو گا۔"

کبیر خان کہنے لگا۔

"اسلحہ وغیرہ ہمارے پاس موجود ہے..... ہمیں صرف ایک نائیلون کی مضبوط رسی کی ضرورت ہے جس کے آگے آنکڑا لگا ہوا ہو، باقی جیپ ہمیں مل جائے گی، بلکہ جانباز کمال حسن خود ہمیں اپنی تیز رفتار جیپ میں بٹھا کر یہاں سے نکال کر لے جائے گا۔"

مکان پر پہنچ کر انہوں نے ساری بات مہاراشٹر کے جانباز مجاہد کمال حسن کو بیان کر دی..... وہ کہنے لگا۔

"یہ ساری چیزیں آپ کو مل جائیں گی..... میں آپ کو خود زیب النساء کے ساتھ یہاں سے نکال کر لے جاؤں گا..... آپ کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

دوسرے روز سورج نکلنے سے پہلے ہی کبیر خان اور کمانڈو شیر خان کمال حسن کے

مکان سے نکل کھڑے ہوئے..... رات کا اندھیرا ہلکا ہلکا چھٹنے لگا تھا..... وہ جنگل میں سے ہو کر رتناگری قلعے کی مشرقی دیوار کی طرف آ گئے..... ایک جگہ انہیں قلعے کی پرانی دیوار میں دوسری منزل کی بلندی پر ایک پرانے طرز کی کھڑکی دکھائی دی، جس کے پٹ بند تھے..... کبیر خان نے کہا۔

"یہی وہ کھڑکی ہے شیر بھائی۔"

"ہاں" شیر خان بولا۔ "میں دیکھ رہا ہوں..... اس پر کمند پھینکنے کے لئے ہمیں کم از کم چالیس پچاس گز لمبی مضبوط رسی کی ضرورت ہو گی۔"

"رسی جتنی لمبی چاہو گے مل جائے گی۔" کبیر خان نے کہا۔

دونوں سحر کے چھٹتے ہوئے اندھیرے میں جھک کر چلتے قلعے کی دیوار کی طرف بڑھے اور اس جگہ آ کر جھاڑیوں میں بیٹھ گئے جہاں قلعے کے اِرد گرد بنائی ہوئی کھائی تھی..... یہ کھائی پرانے زمانے کی خندق تھی جو اس زمانے میں پانی سے لبالب بھری رہتی تھی..... یہ دشمنوں کے حملے سے بچاؤ کے لئے استعمال ہوتی تھی..... اب اس خندق کی ضرورت نہیں رہی تھی، کیونکہ اب فوجیں گھوڑوں پر بیٹھ کر نیزے لہراتی دشمن کے قلعے میں نہیں گھستی تھیں بلکہ اب فوجیں ہیلی کاپٹروں کے ذریعے یا پیرا شوٹوں کے ذریعے دشمن کے علاقے میں اتاری جاتی تھیں، چنانچہ اب یہ خندق ایک ویران کھائی میں بدل گئی تھی جس میں سوائے جھاڑ جھنکاڑ کے اور کچھ نہیں تھا۔

شیر خان نے کھائی میں نظریں ڈالتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کھائی کے اندر پانی نہیں ہے۔"

کبیر خان بولا۔

"نہیں..... یہ میں نے پتہ کر لیا ہے..... کہیں کہیں اس میں کیچڑ ضرور ہے مگر برسات کا پانی خشک ہو چکا ہے۔"

اسی دن جانباز کمال حسن نے شیر خان اور کبیر خان کو پچاس پچاس گز کی مضبوط

نائیلون کی کالے رنگ کی رسی کے دو گچھے مہیا کر دیئے اور اپنی سب سے اچھی حالت میں جو جیپ تھی اس کو بھی اچھی طرح سے چیک کر کے اس کی ٹینکی پٹرول سے فل کروالی..... شیر خان اور کبیر خان شام ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

اس روز بوڑھا چوکیدار رحیم خان دن کے دس بجے ہی ناریل کا چھوٹا سا حقہ جس کو گڑگڑی بھی کہتے ہیں اور صرف ناریل بھی کہتے ہیں لے کر قلعے میں چلا گیا اور زیب النساء جس کو ٹھڑی میں بند تھی اس کے سامنے جو چائے کی چھوٹی سی کینٹین تھی اس کے باہر ایک طرف پتھر کے شکستہ سے ستون کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا اور گڑگڑی پینے لگا۔

وہ کوٹھڑی اس سے پچاس گز کے فاصلے پر تھی جس میں زیب النساء قید تھی اور بوڑھے رحیم دادا کو معلوم تھا کہ کچھ دیر کے بعد دو مرد کانسٹیبل اور ایک لیڈی کانسٹیبل آئے گی اور زیب النساء کو کوٹھڑی سے نکال کر قلعے کے تہہ خانے میں پوچھ گچھ کے لئے لے جایا جائے گا..... وہ اسی گھڑی کا انتظار کر رہا تھا..... وہ کانسٹیبل کوٹھڑی کے باہر کھڑا تھا جس کی ڈیوٹی دن کے وقت ہوتی تھی اور جس سے رحیم دادا نے تھوڑی بہت دوستی کر لی تھی..... یہ کانسٹیبل بھی راجستھان کے گاؤں کا رہنے والا تھا اور رحیم خان یعنی بوڑھا چوکیدار بھی راجستھان کے ایک گاؤں کا رہنے والا تھا..... رحیم خان پرانے ستون کی اوٹ میں مزے سے بظاہر بالکل بے نیاز ہو کر بیٹھا گڑگڑی پی رہا تھا۔

اپنے وقت پر دو کانسٹیبل اور ایک لیڈی کانسٹیبل وہاں آ گئے..... اسے آتے دیکھ کر پہرے پر موجود کانسٹیبل نے کوٹھڑی کے دروازے کا تالا کھول دیا..... لیڈی کانسٹیبل اندر داخل ہو گئی..... دوسرے لمحے وہ زیب النساء کو ساتھ لے کر باہر آ گئی..... زیب النساء کے ایک ہاتھ کو ہتھکڑی لگی ہوئی تھی..... جوان دُبلی پتلی لڑکی تھی، مگر اس کی حالت خستہ ہو رہی تھی..... کپڑے میلے ہو رہے تھے..... لیڈی کانسٹیبل اور مرد کانسٹیبل زیب النساء کو لے کر چلے گئے..... کوٹھڑی کا دروازہ پہرے پر موجود کانسٹیبل نے بند کر دیا، مگر تالا نہ لگایا اور دروازے کے آگے ٹہلنے لگا۔

بوڑھا رحیم خان اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتا کانسٹیبل کے پاس آگیا..... اس کو نمسکار کرنے کے بعد حال چال پوچھا اور وہیں دروازے کی ایک جانب بیٹھ کر اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کر دیں، کہنے لگا۔

"ریٹائر ہونے والا ہوں..... اپنا راجستھانی گاؤں بڑا یاد آتا ہے..... سوچتا ہوں ریٹائر ہونے کے بعد زندگی کے باقی دن گاؤں میں ہی بسر کروں گا۔"

رحیم خان نے جان بوجھ کر اپنے وطن کی بات شروع کر دی تھی جو اس راجستھانی کانسٹیبل کا بھی وطن تھا..... وطن کسے پیارا نہیں ہوتا..... کانسٹیبل نے بھی اپنے گاؤں کی باتیں شروع کر دیں، کہنے لگا۔

"دادا! میری ابھی بڑی سروس رہتی ہے..... بھگوان جانے کب اپنے گاؤں جانا ہوگا..... ایک سال ہو گیا ہے گاؤں گئے ہوئے۔"

بوڑھے رحیم خان نے کہا۔

"چلو تمہارے بال بچے تو تمہارے ساتھ ہی رہتے ہیں ناں۔"

کانسٹیبل کہنے لگا۔

"یہاں تو میں اکیلا ہوں دادا! بال بچے تو گاؤں میں ہی ہیں۔"

"اوہو..... یہ تو ٹھیک نہیں ہے۔"

بوڑھے رحیم خان نے کانسٹیبل سے ہمدردی جتاتے ہوئے کہا..... کانسٹیبل بولا۔

"کیا کروں دادا! نوکری بھی تو کرنی ہے..... نوکری نہیں کروں گا تو پیچھے بال بچوں کو پیسے کون بھیجے گا۔"

کوٹھڑی کا دروازہ پوری طرح سے بند نہیں تھا..... تھوڑا سا کھلا تھا..... اس دروازے کے ایک کواڑ میں نیچے کر کے دائیں جانب بیس مربع انچ کا ایک چوکھٹا بنا ہوا تھا جس میں لوہے کی سلاخیں لگی تھیں..... یہ چوکھٹا اندر جھانک کر قیدی کو دیکھنے کے لئے بنایا گیا تھا، تاکہ اس کی برابر نگرانی ہوتی رہے کہ کہیں وہ خودکشی نہ کر لے..... رحیم

دادا نے اپنی جوانی کے دنوں کی باتیں شروع کر دیں اور کہنے لگا۔

"آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے مگر اپنی جوانی کے دن نہیں بھلائے جاتے..... خاص طور پر وہ جگہ تو بہت یاد آتی رہتی ہے جہاں آدمی نے شادی کے بعد اپنی دُلہن کے ساتھ کچھ وقت گزارا ہو..... اس کوٹھڑی کو دیکھ کر مجھے اپنی جوانی اور اپنی سورگباش بیوی بہت یاد آتی ہے، اسی لئے میں کبھی کبھی اس کے اندر جا کر اس کی یاترا کر لیتا ہوں۔"

کانسٹیبل ہنس کر بولا۔

"دادا! میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ جوانی کے دنوں کو یاد نہ کیا کرو..... غم لگ جائے گا..... اب وہ دن واپس نہیں آئیں گے۔"

رحیم خان نے آہ بھر کر کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو بیٹا، مگر اس کوٹھڑی میں اپنی بیوی کے ساتھ گزارے ہوئے جوانی کے دن بھلائے نہیں جاتے۔"

کانسٹیبل سٹول پر بیٹھ گیا تھا..... رحیم خان نے کہا۔

"بیٹا! تم اجازت دو تو میں کوٹھڑی کے اندر جا کر اپنی شادی کے دنوں کی یاد تازہ کر لوں؟" کانسٹیبل نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔

"دادا! ویسے تم ہو بڑے رنگین مزاج بوڑھے..... جاؤ..... اندر جا کر پرانی یادیں تازہ کر لو۔"

رحیم خان گڑگڑی ہاتھ میں تھامے بوڑھوں کی طرح چلتا کوٹھڑی کے اندر چلا گیا..... اندر داخل ہوتے ہی وہ جلدی سے کھڑکی کے پاس آیا..... چابی جیب سے نکال کر تالے میں لگائی..... تالا کھل گیا..... چابی کو تالے سے نکال کر جیب میں رکھا اور تالے کو اسی طرح بند کر کے کھڑکی سے پرے ہٹ کر یونہی کوٹھڑی میں اِدھر اُدھر چکر لگانے لگا..... پھر کوٹھڑی سے نکل آیا، کانسٹیبل نے اس سے پوچھا۔

"دادا! جوانی کے دن یاد کر لئے؟"

بوڑھے رحیم خان نے جواب دیا۔

"ہاں بیٹا! بس اب یہی کچھ باقی رہ گیا ہے..... اچھا چلتا ہوں..... چائے پینے کو دل کرتا ہے..... تم بھی آجاؤ میرے ساتھ بیٹا۔"

کانسٹیبل نے کہا۔

"نہیں دادا! میں ڈیوٹی پر ہوں..... تم پیو۔"

رحیم خان بولا۔

"اچھا..... میں تمہارے لئے چائے لیتا آؤں گا کینٹین سے۔"

رحیم خان کینٹین میں جا کر ایسی جگہ بیٹھ گیا جہاں سے اسے کوٹھڑی کا دروازہ اور اس کے باہر سٹول پر بیٹھا کانسٹیبل دکھائی دے رہا تھا..... بوڑھے رحیم دادا نے گھر سے نکلتے وقت کاپی کے ایک کاغذ پر چند سطریں اُردو میں لکھ کر کاغذ تہہ کر کے اپنی صدری کی جیب میں رکھ لیا تھا..... کبیر خان سے اس نے معلوم کر لیا تھا کہ زیب النساء بی بی دس جماعتیں پڑھی ہوئی ہے..... اس کاغذ پر دادا رحیم خان نے پنسل سے یہ چند سطریں لکھی تھیں۔

"تمہیں نکالنے کے لئے مجاہد یہاں پہنچ گئے ہیں..... آج آدھی رات کے بعد وہ تمہیں یہاں سے نکال کر لے جائیں گے..... تم صرف اتنا کرنا کہ قلعے میں جب رات کے گیارہ بجے کا گھنٹہ بجے تو کوٹھڑی کی کھڑکی کا تالا اتار کر کھڑکی کا ایک پٹ کھول دینا..... میں نے تالے میں چابی لگا کر اسے پہلے ہی کھول رکھا ہے..... صرف اسے اٹکایا ہوا ہے۔ "فقط ایک مجاہد"

کچھ ہی دیر کے بعد پولیس زیب النساء کو لے کر واپس آگئی..... اسے کوٹھڑی میں بند کر کے تالا لگا دیا گیا..... رحیم دادا کینٹین میں بیٹھا یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا..... جب پولیس پارٹی لوٹ گئے پندرہ بیس منٹ گزر گئے تو اس نے کینٹین میں سے چائے کا ایک گلاس لیا اور کانسٹیبل کے پاس آ کر کہا۔

"یہ لو بیٹا! یہ تمہاری چائے ہے۔"

کانسٹیبل نے چائے کا گلاس لے کر کہا۔

"دادا! تم نے بڑی تکلیف کی۔"

رحیم دادا بولا۔

"تکلیف کیسی بیٹا! تم ہمارے وطن کے رہنے والے ہو اور میرے لئے تو میرے بیٹے جیسے ہو۔"

اور رحیم دادا قریب ہی بیٹھ گیا..... وہ کوٹھڑی کے دروازے میں سلاخوں والے چوکھٹے سے چند فٹ کے فاصلے پر بیٹھا تھا..... تاکہ موقع پا کر اپنا کام کر سکے..... کانسٹیبل کھڑے کھڑے چائے پی رہا تھا..... رحیم دادا نے اس کے ساتھ راجستھان کے گاؤں کی باتیں شروع کر دی تھیں..... وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کانسٹیبل کو کچھ دیر کے لئے کس طرح وہاں سے کسی طرف جانے کو کہے..... کوئی ترکیب اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

کانسٹیبل نے چائے پینے کے بعد خالی گلاس زمین پر رکھ دیا اور دو چار قدم ٹہلنے کے بعد سٹول پر بیٹھ گیا..... بوڑھے رحیم دادا کا دماغ بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا کہ وہ کانسٹیبل کو تھوڑی دیر کے لئے وہاں سے کس طرح ہٹائے، لیکن قدرت نے خود ہی موقع فراہم کر دیا..... کانسٹیبل سٹول سے اُٹھتے ہوئے بولا۔

"دادا! میں پیشاب کر آؤں..... ایک منٹ میں واپس آتا ہوں..... تم یہیں رہنا۔"

رحیم دادا نے خوش ہو کر کہا۔

"کوئی بات نہیں بیٹا..... میں یہیں رہوں گا..... تم بے فکر ہو کر جاؤ۔"

کانسٹیبل کو اس لئے بھی فکر نہیں تھی کہ زیب النساء کی کوٹھڑی پر تالا پڑا تھا اور چابی پولیس آفیسر اپنے ساتھ ہی لے گیا ہوا تھا جو کمشنر پولیس کے آفس میں پہنچ چکی تھی۔

جیسے ہی کانسٹیبل رحیم دادا کی نگاہوں سے اُوجھل ہوا، رحیم دادا نے کوٹھڑی کے دروازے میں جو سلاخوں والا چوکھٹا نیچے کر کے لگا تھا اس کی طرف منہ کر کے کہا۔

"بیٹی زیب النساء! میری بات غور سے سنو..... کیا تم میری آواز سن رہی ہو؟"

زیب النساء کوٹھڑی کے کونے میں دیوار سے ٹیک لگائے غم زدہ حالت بلکہ خستہ حالت میں بیٹھی خدا سے دعائیں مانگ رہی تھی..... اس نے باہر سے آتی آواز سنی تو ذرا چونکی مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا..... رحیم دادا نے دوسری بار پھر کہا۔

"بیٹی زیب النساء! کیا تم میری آواز سن رہی ہو؟"

جواب دو۔

زیب النساء کچھ سمجھ نہیں سکی تھی، مگر اس نے جواب دے دیا۔

"میں سن رہی ہوں۔"

رحیم دادا نے کہا۔

"میں ایک خط تمہاری طرف پھینک رہا ہوں..... اسے غور سے پڑھنا اور اس میں جو لکھا ہے اس پر عمل کرنا..... ہم تمہارے خیر خواہ ہیں۔"

کینٹین کی جانب سے ایک ملازم لڑکا چائے کا خالی گلاس لینے آرہا تھا..... رحیم دادا چپ ہو گیا..... لڑکا خالی گلاس لے کر چلا گیا تو رحیم دادا نے بڑی احتیاط کے ساتھ جیب میں سے تہہ کیا ہوا کاغذ نکال کر اس کا گولا سا بنایا اور دروازے کے چوکھٹے کی سلاخوں میں سے اندر پھینک دیا..... دس پندرہ سیکنڈ کے بعد ہلکی سی آواز دے کر پوچھا۔

"بیٹی! کیا تم نے خط اُٹھا لیا ہے؟"

اندر سے زیب النساء کی کمزور آواز آئی۔

"اُٹھا لیا ہے۔"

رحیم دادا بولا۔

"جو کچھ لکھا ہے ویسے ہی کرنا..... اب مجھ سے کوئی بات نہ کرنا..... پہرے دار آرہا ہے۔"

کانسٹیبل واپس آکر بولا۔

"دادا! کوئی افسر تو اِدھر نہیں آگیا تھا؟"

رحیم دادا نے کہا۔

"فکر نہ کرو..... کوئی نہیں آیا تھا اور تمہارا قیدی بھی اندر ہی ہے..... بے شک نگاہ مار کر دیکھ لو۔"

کانسٹیبل سٹول پر بیٹھ گیا..... کہنے لگا۔

"دادا! گاؤں کب جا رہے ہو؟"

رحیم دادا سانس بھر کر بولا۔

"بیٹا! اب تو وہاں کی مٹی بلائے گی تو جاؤں گا..... میں تو اپنے گاؤں کی مٹی کی امانت ہوں۔"

کچھ دیر کانسٹیبل سے باتیں کرنے کے بعد رحیم خان وہاں سے چل دیا..... اس دوران کوٹھڑی میں قید مجاہد کی بیوی زیب النساء نے رحیم خان کا خط پوری طرح پڑھ لیا تھا..... خط پڑھنے کے فوراً بعد زیب النساء اٹھ کر کھڑکی کے پاس گئی..... اس نے تالے کو ذرا سا ہلایا تو وہ کھل گیا..... اس نے جلدی سے تالے کو ویسے ہی کنڈے کے ساتھ لگا دیا اور کونے میں آکر بیٹھ گئی..... اس کو یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کے خاوند کے ساتھی مجاہد اسے نکالنے کے لئے وہاں پہنچ جائیں گے..... اس نے ذہنی طور پر اپنے آپ کو فرار کے لئے بالکل تیار کر لیا..... قلعے میں ہر ایک گھنٹے کے بعد گھنٹہ بجا کر وقت کا اعلان کر دیا جاتا تھا..... اسے رات کے گیارہ بجے کے گھنٹے کا انتظار شروع ہو گیا تھا..... کچھ دیر پہلے دوپہر کے بارہ بجے کا گھنٹہ بجا تھا..... رحیم خان قلعے سے نکل کر آہستہ آہستہ چلتا اپنے گاؤں والے مکان کی طرف چل پڑا..... وہ خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ اس کے ذمے جو فرض تھا وہ اس نے ادا کر دیا ہے۔

دوسری طرف کمانڈو شیر خان اور کبیر خان اپنی تیاریوں میں مصروف تھے..... دوپہر کو ایک بار پھر وہ قلعے کی مشرقی دیوار کی جانب گئے اور دُور سے قلعے کی کھڑکی اور

بلندی کا جائزہ لے کر واپس آ گئے..... وہ زیادہ دیر وہاں رُکنا نہیں چاہتے تھے..... واپس آ کر شیر خان نے جانباز کمال حسن سے مشورہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارے خیال میں ہمیں یہاں سے نکل کر کس طرف جانا ہوگا؟"

کبیر خان جو اس سارے علاقے سے واقف تھا، ساتھ ہی بیٹھا تھا..... کمال حسن کہنے لگا۔

"یہاں سے کولہاپور کی طرف جانا ٹھیک نہیں ہوگا..... ممکن ہے زیب النساء کے فرار کے فوراً بعد قلعے کی پولیس کو پتہ چل جائے..... پولیس فوراً کولہاپور، شولاپور اور اورنگ آباد کی پولیس کو خبردار کر دے گی اور یہ سارا علاقہ ہمارے لئے خطرناک ہو جائے گا اور ہم کسی بھی جگہ پکڑے جا سکیں گے۔"

شیر خان نے پوچھا۔

"پھر تمہاری کیا رائے ہے؟"

کمال حسن نے کہا۔

"میری رائے میں ہمیں یہاں سے عثمان آباد کی طرف نکل جانا چاہئے اور پھر وہاں سے حیدر آباد یا ورنگل پہنچنے کی کوشش کریں گے..... حیدر آباد میں اپنے آدمی موجود ہیں..... وہاں زیب النساء کو پورا تحفظ مل سکے گا..... عین ممکن ہے کہ اس کا مجاہد خاوند بھی وہیں پر ہو۔"

کبیر خان کہنے لگا۔

"یہ سکیم بڑی مناسب رہے گی، مگر عثمان آباد یہاں سے کافی دُور واقع ہے..... ہو سکتا ہے ہمیں راستے میں ہی صبح ہو جائے۔"

جانباز کمال حسن بولا۔

"عثمان آباد سابق ریاست دکن کی سرحد کے اندر واقع ہے اور وہاں میرا ایک دوست بھی رہتا ہے..... ہمیں وہاں آسانی سے پناہ مل جائے گی اور ہم دن وہاں چھپ

کر گزار سکیں گے..... پھر رات کی تاریکی میں ورنگل یا حیدر آباد کی طرف چل پڑیں گے..... اس کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ اتنا محفوظ نہیں ہوگا..... اگر ہم اوپر گوالیار ناسک یا جھانسی بھوپال کی طرف چل پڑے تو ایک تو دلی تک کا سفر بڑا طویل ہے اور دوسرے یہ شہر پولیس اور سی آئی ڈی کے گڑھ ہیں..... یہاں ہر قدم پر پکڑے جانے کا خطرہ ہوگا۔"

شیر خان بولا۔

"تمہارے خیال میں اگر ہم رات کے وقت یہاں سے نکلے تو عثمان آباد کب پہنچیں گے؟"

مہاراشٹر کا جانباز مجاہد کمال حسن کہنے لگا۔

"یہاں سے نکلنے کے بعد ہم جنگل کا راستہ اختیار کریں گے..... ہمیں جنگل میں ہی صبح ہو جائے گی..... سارا دن ہم جنگل میں چھپے رہیں گے..... پھر رات کے وقت وہاں سے چلیں گے اور اگر ہم راستے میں کسی جگہ زیادہ دیر تک نہ رُکے تو میرا خیال ہے کہ ہم اگلے دن کسی بھی وقت عثمان آباد پہنچ جائیں گے۔"

کبیر خان کہنے لگا۔

"ہمیں یہی راستہ اختیار کرنا چاہئے..... دوسری کسی طرف نکلے تو اس میں خطرہ ہے۔"

شیر خان اور کبیر خان دونوں نے کمال حسن کے مشورے پر اتفاق کیا..... جب سورج غروب ہو گیا اور شام کا دُھندلکا چھانے لگا تو کبیر خان اور شیر خان رتناگری گاؤں کے پرانے کنوئیں کی جانب چل دیئے..... وہاں بوڑھا رحیم خان دادا پہلے سے بیٹھا ناریل کا حقہ ہاتھ میں لئے پی رہا تھا..... دونوں مجاہد اس کے پاس بیٹھ گئے..... اس سے پہلے کہ ان دونوں میں سے کوئی اس سے کچھ پوچھتا..... رحیم خان بولا۔

"سب کام ٹھیک طریقے سے ہو گیا ہے۔"

اس نے ساری بات تفصیل کے ساتھ انہیں بیان کر دی اور جیب سے بند

دھڑی کی کھڑکی کی چابی نکال کر کبیر خان کو دی اور کہا۔

"بیٹی زیب النساء کو سب کچھ سمجھا دیا گیا ہے..... مجھے یقین ہے کہ آدھی رات کو جب تم میں سے کوئی کھڑکی میں سے اندر جائے گا تو زیب النساء تمہارے ساتھ فرار ہونے کے لئے تیار ہو گی۔"

شیر خان اور کبیر خان نے بوڑھے مجاہد رحیم خان کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا..... شیر خان نے کہا۔

"دادا! اگر تم اس وقت ہمارا ساتھ نہ دیتے تو شاید ہمارے لئے اپنے مجاہد کی بیوی کو یہاں سے نکال لے جانا ناممکن ہوتا۔"

بوڑھا رحیم خان کہنے لگا۔

"مجھ سے جو کچھ ہو سکتا تھا میں نے کیا..... یہ میرا دینی فرض تھا..... اگر میں نے کوئی بھلائی کا کام کیا ہے تو میری دعا ہے کہ اللہ پاک اسے قبول فرمائے..... میری دعا ہے کہ تم بیٹی کو لے کر خیر خیریت سے اپنی منزل پر پہنچ جاؤ..... اب میں چلتا ہوں..... خدا حافظ!"

رحیم خان نے دونوں سے ہاتھ ملایا اور آہستہ آہستہ گاؤں کی طرف چل دیا..... شیر خان اور کبیر بھی واپس آ گئے۔

رات کے نو بجے تینوں مجاہدوں نے اکٹھے کھانا کھایا اور رات کے مشن کی تیاریوں میں لگ گئے..... جیپ کے انجن کی اچھی طرح سے جانچ پڑتال کر لی گئی تھی..... اس کی ٹینکی بھی فل کروالی تھی..... اس میں کھانے کے لئے خشک راشن اور پانی کی دس بارہ بوتلیں بھر کر رکھ لی تھیں..... اس کے ساتھ ہی اسلحہ بھی ایک نشست کے نیچے چھپا کر رکھ دیا تھا..... پٹرول کا ایک فالتو کین بھی بھروا کر رکھ لیا تھا..... رات کے دس بجے جیپ میں بیٹھ کر تینوں مجاہد مکان سے چل پڑے اور قلعہ رتناگری کے قریب جو جنگل تھا، جیپ کو آہستہ آہستہ چلا کر وہاں تک لے آئے..... یہاں جنگل ختم ہو جاتا تھا اور

قلعے کی کھائی شروع ہوتی تھی..... انہوں نے جیپ درختوں کے نیچے ایک طرف کھڑی کر دی اور جیپ کے اندر ہی بیٹھ کر آدھی رات گزرنے کا انتظار کرنے لگے.....

شیر خان نے اپنی کلائی والی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"اگر ٹھیک گیارہ بجے زیب النساء نے کھڑکی کھول دی تو ہمیں اسی وقت کمانڈو ایکشن شروع کر دینا چاہئے۔"

کمال حسن نے کہا۔

"جب کھڑکی کھلے گی تو ہمیں معلوم ہو جائے گا..... پھر مزید انتظار کرنا بیکار ہو گا۔"

رات کے گیارہ بجنے میں جب دس منٹ رہ گئے تو کمال حسن جیپ میں ہی بیٹھا رہا..... کبیر اور شیر خان جیپ سے اتر کر درختوں کے نیچے چلتے کھائی کے کنارے اس جگہ آ کر بیٹھ گئے جہاں سے انہیں کچھ ہی فاصلے پر قلعے کی دیوار پر اس کوٹھڑی کی کھڑکی دکھائی دے رہی تھی جہاں مجاہد کی بیوی قید تھی..... کھڑکی کے دونوں پٹ بند تھے اور وہ انہیں ستاروں کی مدھم روشنی میں دکھائی دے رہے تھے۔

دوسری طرف مجاہد کی بیوی زیب النساء بھی اپنی جگہ پر چوکنی ہو کر بیٹھی تھی..... اس کے کان قلعے میں رات کے گیارہ بجنے کا اعلان کرنے والے گھنٹے کی آواز پر لگے تھے، جس وقت گھنٹے نے دس بجائے تھے اس وقت بھی زیب النساء جاگ رہی تھی اور دعائیں پڑھ رہی تھی..... اس کے اندازے کے مطابق کافی وقت گزر گیا تھا..... اسے بار بار خیال آ رہا تھا کہ شاید چوکیدار گیارہ بجے کا گھنٹہ بجانا بھول گیا ہے، لیکن ایسی بات نہیں تھی..... ابھی رات کے گیارہ بجنے میں پندرہ منٹ باقی تھے..... جب پندرہ منٹ بھی گزر گئے تو رات کی خاموشی میں گھنٹے نے رات کے گیارہ بجنے کا اعلان کر دیا..... آواز سنتے ہی زیب النساء اپنی جگہ سے اُٹھی..... دبے پاؤں کوٹھڑی کے بند دروازے کے پاس آ کر اس نے دروازے کی اوٹ میں ہو کر سلاخوں والے چوکھٹے میں سے باہر نگاہ ڈالی۔

رات کے وقت پہرہ دینے والا کانسٹیبل سٹول پر بیٹھا تھا..... اس کا سر آگے کو جھکا ہوا تھا، لگتا تھا کہ وہ بیٹھے بیٹھے سو گیا ہے..... زیب النساء دبے پاؤں کھڑکی کے پاس گئی..... اس نے بڑی احتیاط کے ساتھ کہ آواز پیدا نہ ہو کھڑکی پر لگا ہوا تالا ذرا سا اوپر اٹھایا اور پھر اس کو کھول کر نیچے رکھا..... آہستہ سے کھڑکی کی کنڈی اتاری اور کھڑکی کے دونوں پٹ کھول دیئے..... باہر بھی تاریکی تھی..... زیب النساء وہیں کھڑکی کے پاس بیٹھ گئی اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ انتظار کرنے لگی کہ نیچے سے کب کوئی مجاہد کسی طریقے سے اوپر آتا ہے۔

عین اسی وقت جنگل کے کنارے کھائی کے پاس جھاڑی کی اوٹ میں بیٹھے کبیر خان اور شیر خان نے اپنی اپنی گھڑیوں پر نگاہ ڈالی..... ان کی گھڑیوں پر رات کے گیارہ بجکر پانچ منٹ ہو چکے تھے..... وہ اٹھ کر ذرا آگے گئے اور انہوں نے غور سے قلعے کی دیوار کو دیکھا..... شیر خان نے دھیمی آواز میں کہا۔

"کبیر خان! کھڑکی کھلی ہے۔"

کبیر خان نے بھی دیکھ لیا تھا کہ کھڑکی کے دونوں پٹ کھلے تھے..... باتیں کرنے اور سوچنے کا وقت گزر چکا تھا..... اب ایکشن کا وقت تھا..... کبیر خان نائیلون کی رسی کے دونوں گچھے اپنے ساتھ لے آیا تھا..... وہ رسی کے گچھے کندھوں پر اٹھا کر کھائی میں اتر گئے..... رات کی تاریکی چھائی ہوئی تھی..... اگر کوئی قلعے کی چھت پر بھی آجاتا تو ان دونوں کو نہیں دیکھ سکتا تھا..... وہ کھائی میں اُگی ہوئی جنگلی جھاڑیوں اور گھاس میں سے جلدی جلدی گزر کر کھائی کے دوسرے کنارے پر آگئے..... وہ کھائی کے کنارے کی چڑھائی چڑھے اور کھڑکی کے عین نیچے آکر بیٹھ گئے..... اس کے بعد کبیر خان وہیں بیٹھا رہا..... شیر خان اٹھا..... اس نے رسی کا گچھا کھول کر اس کا وہ کنارا اپنے سیدھے ہاتھ میں پکڑا جس کے آگے لوہے کا آنکڑا لگا ہوا تھا..... لوہے کے آنکڑے پر انہوں نے باریک رسی لپیٹ دی تھی تاکہ آنکڑا جب کھڑکی کی سیل سے ٹکرائے تو آواز پیدا نہ ہو۔

کمانڈو شیر خان تربیت یافتہ تھا..... اسے صحیح مقام پر کمند پھینکنے کا پورا تجربہ تھا..... اس نے کمند کو سیدھے ہاتھ میں لے کر چھ مرتبہ زور سے گھمایا..... پھر اللہ پاک کا نام لے کر اسے اوپر کھڑکی کی طرف اُچھال دیا..... کھڑکی دوسری جانب پر ہی تھی اور کھلی تھی..... کمند سیدھی کھڑکی کے اندر جا کر گری..... زیب النساء نے کمند اندر گرتی دیکھی تو جلدی سے اٹھ کر رسی کے سرے پر لگے ہوئے آنکڑے کو کھڑکی میں پھنسا دیا اور خود کھڑکی میں آکر نیچے دیکھا۔

زیب النساء کو شیر خان اور کبیر خان نے بھی دیکھ لیا..... شیر خان کا خیال تھا کہ زیب النساء کو نیچے اتارنے کے لئے اسے خود اوپر جانا پڑے گا، لیکن اس نے دیکھا کہ زیب النساء کھڑکی میں آکر بیٹھ گئی تھی..... پھر اس نے رسی کو دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑا اور پاؤں نیچے کر کے دیوار کے ساتھ لگائے اور بجائے رسی پکڑ کر نیچے کو گھسٹنے کے اس نے دونوں پاؤں قلعے کی دیوار کے ساتھ ٹکائے اور ایک ماہر کمانڈو کی طرح آہستہ آہستہ نیچے اُترنا شروع کر دیا..... آخر زیب النساء ایک مجاہد کمانڈو کی بیوی تھی..... مجاہد نے اپنی بیوی کو بعض ایسے گر سکھا دیئے ہوئے تھے جو ہنگامی صورت حال میں اس کے کام آسکتے تھے۔

شیر خان رسی پکڑے کھڑکی کے عین نیچے کھڑا زیب النساء کو آہستہ آہستہ نیچے اترتا دیکھ رہا تھا..... جب زیب النساء نیچے آگئی تو شیر خان نے اسے کہا۔

"بہن! میرے ساتھ آجاؤ..... جلدی سے۔"

کبیر خان انہیں آتا دیکھ کر جلدی سے اٹھ کر جنگل کے کنارے والے درختوں کی طرف تیز تیز چل پڑا تھا..... وہ درختوں کے نیچے آکر کھڑا ہو گیا..... جب شیر خان زیب النساء کو لے کر آگیا تو کبیر خان سرگوشی میں بولا۔

"جلدی؟"

اور وہ تینوں جتنی تیز چل سکتے تھے چل کر جنگل میں اس جگہ پر آگئے جہاں جانباز

کمال حسن جیپ سے نکل کر باہر آگیا تھا..... شیر خان نے زیب النساء سے کہا۔

"بہن! جیپ کے اندر بیٹھ جاؤ..... انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

زیب النساء جلدی سے جیپ کے اندر چلی گئی..... جیپ چاروں طرف سے موٹی ترپال سے ڈھکی ہوئی تھی..... کمال حسن نے جیپ کا پچھلا دروازہ بند کر دیا اور تینوں مجاہد جیپ کی اگلی نشستوں پر آکر بیٹھ گئے..... ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہی کمال حسن نے انجن سٹارٹ کر کے جیپ تیزی سے آگے بڑھا دی..... جیپ درختوں کے درمیان اُگی ہوئی جنگلی جھاڑیوں کو روندتی تیزی سے جا رہی تھی..... شیر خان کو یقین نہیں تھا کہ ان کا مشن اتنی جلدی اور کامیابی سے مکمل ہو جائے گا۔

جانباز کمال حسن نے جیپ کی بتیاں بجھائی ہوئی تھیں اور وہ رات کے اندھیرے میں آنکھیں کھول کر آگے کو جھک کر دیکھتے ہوئے گاڑی چلا رہا تھا..... اسے ان راستوں سے واقفیت بھی تھی..... وہ اسی علاقے کا رہنے والا تھا..... جنگل جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں زیادہ وسیع نہیں تھا..... دس پندرہ منٹ میں ہی وہ جنگل کے دوسرے کنارے سے باہر نکل آئے..... ان کا رُخ جنوب کی طرف تھا..... وہ ایک کچی سڑک پر آگئے تھے یہاں تاروں کی دھیمی روشنی میں راستہ دُھندلا دُھندلا دکھائی دے رہا تھا..... کمال حسن نے جیپ کو کافی سپیڈ پر چھوڑ رکھا تھا..... وہ اس علاقے سے زیادہ سے زیادہ دُور نکل جانا چاہتا تھا۔

اسے معلوم تھا کہ چھ سات میل کے بعد منجریا نام کا بڑا قصبہ آئے گا جہاں پولیس کی چوکی بھی ہے..... یہ کچی سڑک منجریا قصبے کے درمیان سے ہو کر جاتی تھی..... جب دُور سے منجریا قصبے کی دو چار ٹمٹماتی روشنیاں نظر آئیں تو کمال حسن نے جیپ کو سڑک پر سے اتار کر کھیتوں میں ڈال دیا..... جیپ منجریا قصبے کو بائیں جانب کافی فاصلے پر چھوڑ کر آگے نکل گئی..... یہ سطح مرتفع رکن کا علاقہ تھا، جہاں زمین سنگلاخ تھی اور اونچی نیچی تھی..... کہیں جنگل کا چھوٹا سا ٹکڑا آجاتا اور اس کے بعد سنگلاخ نیم پہاڑی زمین

شروع ہو جاتی..... یہاں آکر جیپ کی بتیاں روشن کر دی گئی تھیں..... رتناگری بلکہ شولاپور سے عثمان آباد ورنگل تک سڑک بھی جاتی تھی، لیکن کمال حسن سڑک سے ہٹ کر جا رہا تھا، جہاں راستہ دشوار گزار ہو جاتا تو وہ جیپ کو سڑک پر لے آتا..... یہ دس پندرہ فٹ چوڑی ویران سی سڑک تھی..... کہیں پکی تھی..... کہیں شکستہ تھی۔

ایک جگہ جنگل میں چھوٹی سی ندی آگئی۔

انہوں نے وہاں اُتر کر منہ ہاتھ دھوئے..... پانی پیا..... زیب النساء نے بھی پانی پی کر منہ دھویا اور جیپ کے قریب بیٹھ گئی..... شیر خان اور کبیر خان اس سے باتیں کرنے لگے..... لڑکی کم زبان تھی..... بہت کم بات کرتی..... مختصر الفاظ میں کسی سوال کا جواب دیتی..... شیر خان اور کبیر خان بھی اس سے زیادہ بات چیت نہیں کرنا چاہتے تھے..... انہوں نے اسے تسلی ضرور دی تھی کہ اس کا خاوند دکن میں ہے اور انشاءاللہ وہ حیدر آباد میں اس سے آن ملے گا..... پندرہ بیس منٹ آرام کرنے اور جیپ کے انجن کو آرام دینے اور اس میں ندی کا ٹھنڈا پانی ڈالنے کے بعد وہ ایک بار پھر اپنے سفر پر چل پڑے۔

جب سورج نکلا تو کمال حسن نے دُور سے ایک گاؤں دیکھ کر جیپ ایک جگہ کھڑی کر دی اور جیپ سے اُتر کر بولا۔

"یہاں کچھ کھا پی لیں، مگر ہم زیادہ دیر نہیں رُکیں گے۔"

شیر خان نے پوچھا۔

"ہم عثمان آباد سے کتنی دُور ہوں گے؟"

کمال حسن بولا۔

"آج کا سارا دن سفر میں گزر جائے گا..... انشاءاللہ ہم رات کے آٹھ نو بجے تک عثمان آباد پہنچ جائیں گے۔"

"کیا اس وقت تمہارا دوست ہمیں مل جائے گا؟" شیر خان نے پوچھا۔

کمال حسن کہنے لگا۔

"وہ گھر پر ہی ہوگا..... اسے کہاں جانا ہے..... رات ہم اس کے مکان پر گزاریں گے اور حالات کا جائزہ لینے کے بعد اگلے روز حیدر آباد کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔"

شیر خان نے کہا۔

"حیدر آباد میں ہماری یہاں کی تنظیم کا خفیہ ہیڈ کوارٹر جہاں پر ہے وہ جگہ مجھے معلوم ہے..... ہم سیدھے وہیں جائیں گے۔"

سنگلاخ علاقہ تھا..... چشمہ ابھی تک کوئی راستے میں نہیں آیا تھا..... ایک برساتی نالے کو بھی انہوں نے عبور کیا تھا جس کی دونوں دیواریں کافی اونچی تھیں اور پانی گہرائی میں بہہ رہا تھا..... وہ اپنے ساتھ رکھی ہوئی بوتلوں کا ہی پانی استعمال کر رہے تھے..... کہیں ناریل کے درخت آجاتے تو دو چار ناریل گرا کر ان کا پانی پی لیتے..... خشک راشن ان کے پاس موجود تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اگر کمال حسن ان کے ساتھ نہ ہوتا تو شیر خان ان ویران علاقوں میں بھٹک جاتا اور خدا جانے کہاں کا کہاں نکل جاتا..... دونوں سٹین گنیں جیپ کی سیٹ کے اندر بند تھیں..... ایک ایک پستول شیر خان اور کبیر خان نے اپنے پاس چھپا کر رکھا ہوا تھا..... کمال حسن اس علاقے سے لے جا رہا تھا جہاں دکن کے وسطی علاقوں کے جنگل نہیں تھے..... ان جنگلوں میں شیر، ہاتھی، چیتے کثرت سے پائے جاتے تھے..... وہ اس جنگلی علاقے سے ہٹ کر دیہاتی آبادیوں سے دُور رہ کر سفر طے کر رہا تھا۔

کمال حسن نے کہا تھا کہ ان سنگلاخ اور آبادی کے قریب والے علاقوں میں شیر چیتے آنے سے گریز کرتے ہیں..... کہیں کہیں ایک دو چیتے ضرور دکھائی دیئے تھے..... سارا دن سفر میں گزر گیا..... سورج غروب ہو رہا تھا کہ ایک جانب ریلوے لائن دکھائی دی..... کمال حسن نے کہا۔

"یہ لائن عثمان آباد ورنگل کو جاتی ہے۔"

اور وہ جیپ کو ریلوے لائن کے پہلو میں لے آیا..... بڑی سڑک وہاں سے دو فرلانگ بائیں جانب تھی..... وہ اس سڑک پر نہیں جانا چاہتا تھا..... وہاں خطرہ تھا..... شیر خان نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہم عثمان آباد کے قریب پہنچ گئے ہیں۔"

کبیر خان بولا۔

"ابھی عثمان آباد کافی دُور ہے۔"

کمال حسن نے کہا۔

"دو ڈھائی گھنٹے کا سفر رہ گیا ہے۔"

ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ جاتی سڑک کچی تھی..... سورج غروب ہو گیا..... شام کا سرمئی دُھندلکا پھیلنے لگا..... دائیں جانب کچھ دُوری پر ایک سٹیشن کی روشنیاں گزر گئیں..... اس کے بعد پھر ویران علاقہ شروع ہو گیا..... رات ہو گئی..... ان مجاہدوں کا سفر جاری رہا..... رات کے ساڑھے آٹھ بج رہے تھے کہ دُور سے بہت ساری روشنیاں ٹمٹماتی نظر آنے لگیں..... یہ روشنیاں دائیں بائیں دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھیں..... کبیر خان نے شیر خان سے کہا۔

"شیر بھائی! تیار ہو جاؤ..... ہم منزل پر پہنچ گئے ہیں..... یہ عثمان آباد کی روشنیاں ہیں۔"

شیر خان کہنے لگا۔

"اپنے مجاہد کا مکان یہاں کس طرف ہے؟"

کمال حسن نے کہا۔

"مکان شہر سے باہر ہے..... محفوظ جگہ ہے۔"

کمال حسن جیپ کو شہر کے باہر باہر لے جا رہا تھا..... آبادیاں ان کی بائیں جانب سے گزر رہی تھیں..... ایک جگہ کسی کالونی کی روشنیاں آگئیں..... کمال حسن نے

جیپ ان روشنیوں سے دُور ہی ایک جگہ اندھیرے میں کھڑی کر دی اور شیر خان سے کہا۔

"یہاں سے ہم پیدل جائیں گے۔"

کمال حسن کے مجاہد دوست کا مکان اسی کالونی کے کونے پر تھا..... جیپ سے نکل کر تینوں مجاہد زیب النساء کو ساتھ لے کر اندھیرے میں ایک طرف کو چل پڑے..... کالونی کے کونے والے مکان کے صحن میں بتی روشن تھی..... باہر اندھیرا تھا..... کمال حسن شیر خان، کبیر اور زیب النساء کو اندھیرے میں ایک طرف روک کر خود مکان کے دروازے پر گیا اور گھنٹی بجائی..... تھوڑی دیر کے بعد اندر سے ایک آدمی دروازہ کھول کر باہر آیا..... کمال حسن اس کی طرف بڑھا..... دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے..... یہ کمال حسن کا دوست اور ان کی تنظیم کا مجاہد اصغر علی تھا..... دونوں مکان کے صحن میں آکر باتیں کرنے لگے..... کمال حسن نے اسے صورت حال بتائی تو اصغر علی نے کہا۔

"انہیں اندر لے آؤ۔"

اصغر علی نے کونے والا کمرہ کھول دیا اور بتی جلا دی..... شیر خان، کبیر اور زیب النساء کمرے میں آئے تو کمال حسن نے اصغر علی سے ان کا تعارف کروایا..... اصغر علی نے کہا۔

"یہاں آپ بے فکر ہو کر بیٹھیں..... میں کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔"

اصغر علی چلا گیا تو کمال حسن نے شیر خان سے کہا۔

"اتفاق سے اس کے بیوی بچے اورنگ آباد گئے ہوئے ہیں..... یہ گھر میں اکیلا ہی ہے۔"

اصغر علی ایک قریبی ریستوران سے کھانا لے کر آگیا..... اس دوران شیر خان اور کمال حسن جیپ میں سے اسلحہ وغیرہ نکال کر لے آئے تھے اور اسے کمرے کے کونے

میں بچھی ہوئی چارپائی کے نیچے چھپا دیا تھا..... کمال حسن نے اصغر علی کو اسلحے کے بارے میں بتایا تو اس نے کہا۔

"یہاں کب تک قیام کا ارادہ ہے؟"

کمال حسن بولا۔

"ہماری منزل حیدر آباد ہے..... زیادہ سے زیادہ کل کا دن رہیں گے..... کل اندھیرا ہوتے ہی یہاں سے چل پڑیں گے۔"

کمال حسن بولا۔

"پھر اسلحہ وغیرہ چارپائی کے نیچے ہی رہنے دو..... یہاں کوئی نہیں آئے گا۔"

کھانا کھانے کے بعد شیر خان، کبیر خان اور کمال حسن برآمدے والے کمرے میں آگئے..... پہلے والے کمرے میں زیب النساء چارپائی پر لیٹ گئی اور اپنے خاوند سے ملاقات کی دعا مانگنے لگی۔

وہ رات اور اگلا دن انہوں نے اصغر علی کے مکان میں گزارا..... سورج غروب ہونے کے بعد جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو کمال حسن نے اصغر علی کو خدا حافظ کہا اور شیر خان کبیر اور زیب النساء کے ساتھ جیپ میں سوار ہو کر اگلی منزل حیدر آباد کی طرف روانہ ہو گیا..... اس کا مجاہد اصغر علی کو بھی علم نہیں تھا کہ رات کے وقت جب کمال حسن اپنے ساتھیوں کو لے کر روانہ ہوا تھا تو ایک مخبر نے انہیں دیکھ لیا تھا..... اس نے عثمان آباد پولیس ہیڈ کوارٹر میں جا کر اطلاع کر دی کہ اصغر علی نام کے آدمی کے مکان سے تین افراد ایک جیپ میں بیٹھ کر جنوب مشرق کی سمت روانہ ہوئے ہیں..... اور ان میں ایک عورت بھی ہے۔

مدراسی ہندو ایس ایس پی جے ناتھن کو جب یہ رپورٹ ملی تو اس کو شبہ گزرا کہ ضرور یہ وہی عورت ہے جس کے بارے میں اسے رپورٹ مل چکی تھی کہ وہ ایک کشمیری مجاہد کی بیوی ہے..... کشمیری مجاہد جیل سے فرار ہو چکا ہے اور اس کی بیوی بھی

رتناگری کے قلعے سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی ہے۔

ایس ایس پی جے ناتھن نے اسی وقت ایک پولیس پارٹی ترتیب دی اور مفرور مجاہد کی مفرور بیوی کی گرفتاری کے لئے تیزی سے نکل کھڑا ہوا..... مخبر نے پولیس کو بتادیا تھا کہ یہ لوگ کس طرف کو گئے ہیں..... اپنے مجاہدوں کو کوئی علم نہیں تھا کہ ان کے پیچھے پولیس لگی ہوئی ہے، لیکن پولیس پارٹی ابھی بہت پیچھے تھی۔

کمال حسن کی جگہ اب کبیر خان جیپ چلا رہا تھا۔

شیر خان اور کمال حسن اگلی نشستوں پر ہی بیٹھے تھے..... زیب النساء بند جیپ کے اندر تھی..... جیپ رات کے اندھیرے میں ایک ویران راستے پر چلی جا رہی تھی..... راستہ ناہموار ہونے کی وجہ سے جیپ کی رفتار ہلکی ہو گئی تھی، جبکہ ان کے عقب میں پولیس پارٹی کی گاڑی پکی سڑک پر پوری رفتار سے آ رہی تھی..... دونوں گاڑیوں کے درمیان فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا۔

جب مجاہدوں کی جیپ جنگل کے وسط میں پہنچی تو انجن گرم ہو گیا اور دھواں دینے لگا..... جیپ راستے سے اتار کر درختوں کے پیچھے کھڑی کر دی گئی..... کبیر، شیر خان اور کمال حسن نیچے اتر آئے..... شیر خان پانی کی بوتلیں لینے جیپ کے اندر گیا تو اس نے زیب النساء کو بتایا کہ گاڑی کا انجن گرم ہو گیا ہے..... گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے..... کمال حسن انجن میں پانی ڈالنے لگا..... کبیر اور شیر خان جیپ کے عقب میں دروازے کے قریب ہی بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے..... انہوں نے جیپ کا پچھلا دروازہ کھول دیا تھا تاکہ زیب النساء کو بھی تازہ ہوا آتی رہے۔

کبیر خان اور شیر خان آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے کہ اچانک شیر خان بات کرتے کرتے رُک گیا اور پیچھے جنگل میں ایک طرف دیکھنے لگا۔ کبیر خان نے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

شیر خان نے کہا۔

"گاڑی کی آواز آ رہی ہے۔"

کبیر خان کان لگا کر سننے کی کوشش کرنے لگا، پھر بولا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو..... یہ گاڑی کی آواز ہے..... شاید کوئی شکاری جیپ لے کر رات کو جنگل میں شکار کی تلاش میں نکلا ہے۔"

مگر شیر خان کا تجربہ کبیر خان سے زیادہ تھا..... اس نے کہا۔

"نہیں..... مجھے کچھ اور ہی لگ رہا ہے۔"

شیر خان جلدی سے کمال حسن کے پاس گیا اور کہا۔

"مجھے شک ہے کہ پولیس ہماری تلاش میں یہاں پہنچ گئی ہے..... یہ پولیس کی گاڑی کی آواز ہے۔"

گاڑی کی آواز قریب ہوتی جا رہی تھی..... کمال حسن نے کبیر سے کہا۔

"کبیر خان! گاڑی نکال کر پیچھے درختوں کی طرف لے چلو۔"

کبیر خان دوڑ کر جیپ میں بیٹھا اور اسے چلا کر ایک طرف درختوں کے نیچے اندھیرے میں لے گیا..... گاڑی کھڑی ہوتے ہی کمال حسن نے کبیر خان سے کہا۔

"زیب النساء کو درختوں کے پیچھے لے جا کر کسی جگہ چھپا دو، جلدی کرو۔"

کبیر خان فوراً زیب النساء کو جیپ سے نکال کر پیچھے درختوں میں لے گیا..... شیر خان اور کمال حسن جیپ میں سے سٹین گنیں، میگزین اور ہینڈ گرنیڈ نکال کر پندرہ بیس قدم آگے جا کر پتھروں کے پیچھے پوزیشن لے کر بیٹھ گئے..... جنگل کے درمیان سے گزرنے والا کچا راستہ ان سے پچاس گز کے فاصلے پر تھا..... گاڑی کی آواز مزید قریب آ گئی تھی۔

پیچھے درختوں میں کبیر خان جیپ کو جھاڑیوں کی اوٹ میں چھپائے سٹین گن لئے پوزیشن لے کر بیٹھا ہوا تھا..... زیب النساء جیپ سے نکل کر کبیر خان کے قریب ہی ایک بڑے پتھر کی آڑ لے کر بیٹھی تھی۔

دُور سے انہیں تاریکی میں ایک گاڑی آتی دکھائی دی..... کمال حسن نے سرگوشی میں بشیر خان سے کہا۔

"یہ پولیس کی گاڑی ہی ہے۔"

شیر خان عقابی نظروں سے اندھیرے میں گاڑی کو ایک طرف رُکتے دیکھ رہا تھا..... گاڑی میں سے انہیں چار پانچ آدمی تیزی سے نکل کر اِدھر اُدھر درختوں میں چھپتے نظر آئے..... کمال حسن نے کہا۔

"میں فائر کرنے لگا ہوں۔"

شیر خان نے آہستہ سے کہا۔

"ذرا صبر کرو۔"

پولیس کی گاڑی آہستہ آہستہ چلتی جنگل کے راستے پر ذرا آگے آکر کھڑی ہو گئی..... یہ ایک بڑی جیپ تھی..... چار پولیس کے سپاہی ابھی تک گاڑی میں ہی تھے..... ڈرائیور کے ساتھ بھی ایک پولیس آفیسر بیٹھا تھا..... یہ ایس ایس پی جے ناتھن تھا..... پولیس کو یہ شبہ ہو گیا تھا کہ مجاہد اور مفرور لڑکی جنگل کے اسی علاقے میں کسی جگہ چھپے ہوئے ہیں لیکن پولیس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ مجاہد پولیس سے صرف چند گز کے فاصلے پر مورچہ جمائے ہوئے ہیں اور ان کی نقل و حرکت کا مشاہدہ کر رہے ہیں..... کمال حسن نے اپنے سامنے پولیس کو دیکھا تو اپنے جذبات پر کنٹرول نہ کر سکا اور اس نے سٹین گن کا برسٹ فائر کر دیا..... جنگل فائرنگ کے دھماکوں سے گونج اُٹھا..... جیپ میں بیٹھے ہوئے تین سپاہی ایک طرف کو لڑھک گئے..... ایس ایس پی جے ناتھن جیپ کی اگلی سیٹ سے اُچھل کر باہر آگیا اور جیپ کی آڑ لے کر پستول سے فائر کرنے لگا..... دوسرے دو سپاہی جو جیپ میں تھے اور بچ گئے تھے زمین پر لیٹ گئے اور رائفلوں سے فائرنگ شروع کر دی..... گولیاں کمال حسن اور شیر خان کے سروں کے اوپر سے گزر رہی تھیں۔

شیر خان بولا۔

"کمال حسن! میرے پیچھے ہو جاؤ..... اور لیٹ جاؤ۔"

شیر خان نے اوپر تلے دو ہینڈ گرنیڈ پھینکے..... دونوں دستی بم پولیس کی جیپ سے چند فٹ پیچھے گر کر پھٹے..... اچانک مجاہدوں کے عقب سے بھی اِکا دُکا رائفل کے فائر ہونے لگے۔

شیر خان نے کمال حسن سے کہا۔

"پولیس ہمیں گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہی ہے..... پیچھے جیپ کی طرف آجاؤ۔"

وہ لیٹے ہوئے اُٹھے اور جھک کر دوڑتے ہوئے جیپ کی اوٹ میں آگئے جہاں کبیر خان پہلے سے پوزیشن میں تھا..... شیر خان نے کہا۔

"زیب النساء کو ساتھ لے کر ٹیلے کی اوٹ میں آجاؤ..... جلدی کرو۔"

دستی بم اور دوسرا میگزین اُٹھا کر انہوں نے زیب النساء کو اپنے درمیان لے لیا اور دائیں جانب جو ٹیلہ تھا اس کی طرف دوڑے..... پولیس کا فائر ان کے اوپر آرہا تھا..... شیر خان کے دستی بم پھینکنے سے پولیس کو مجاہدوں کی پوزیشن کا علم ہو گیا تھا، چنانچہ وہ اسی جانب فائر کر رہے تھے جہاں ان کی جیپ کھڑی تھی۔

ٹیلے کی ڈھلان کے پاس آکر مجاہدوں نے بڑے بڑے پتھروں کے پیچھے پوزیشنیں سنبھال لیں..... شیر خان نے کہا۔

"کوئی فائر نہ کرے۔"

انہوں نے فائرنگ بند کر دی..... پولیس کی طرف سے برابر فائر آرہا تھا..... گولیاں درختوں کی ٹہنیوں کو توڑتی ہوئی چیختی چلاتی ان کے اوپر سے گزر کر ٹیلے کے ساتھ ٹکرا رہی تھیں..... مجاہدوں کی آڑ بڑی اچھی تھی..... شیر خان جانتا تھا کہ پولیس انہیں پکڑنے کے لئے آگے بڑھے گی اور ایسا ہی ہوا..... چند لمحوں کے بعد اندھیرے

میں مجاہدوں کو انسانی ہیولے ٹیلے کی طرف بڑھتے دکھائی دیئے..... شیر خان نے سرگوشی میں کمال حسن اور کبیر خان سے کہا۔

"جب تک میں نہ کہوں کوئی فائر نہ کرے۔"

وہ چار سپاہی تھے..... ان کے آگے ایس ایس پی جے ناتھن تھا..... یہ پانچوں سائے اندھیرے میں جھک کر ٹیلے کی طرف بڑھ رہے تھے..... وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ مجاہدوں کے درمیان مورچوں کی بالکل سیدھ میں آرہے ہیں اور ان کی سٹین گنوں کی زد میں ہیں..... کمال حسن، کبیر خان اور شیر خان کی انگلیاں سٹین گنوں کے ٹریگروں پر تھیں..... جب پولیس پارٹی اندھیرے میں پوری طرح ان کی رینج میں آگئی تو شیر خان نے کہا۔

"فائر۔"

اور تینوں سٹین گنیں گولیوں کی بوچھاڑ میں فائر کرنے لگیں..... چاروں سپاہی اور ایس ایس پی جے ناتھن دس دس بارہ بارہ گولیاں کھا کر وہیں دہرے ہو کر گر پڑے..... شیر خان نے فائر روک دیا۔

کبیر خان بولا۔

"شیر بھائی! اب یہاں سے نکل جانا چاہئے۔"

شیر خان نے کہا۔

"تھوڑا انتظار کرو..... ہمارے عقب میں کچھ سپاہی موجود ہیں۔"

جو چار سنتری رائفلیں لئے سب سے پہلے پولیس کی گاڑی سے کود کر ایک طرف کو چلے گئے تھے اور جو عقب سے فائرنگ کرتے رہے تھے..... انہوں نے برین گنوں کے دھماکے سنے تو سمجھ گئے کہ مجاہد پوری طرح مسلح ہیں..... ہینڈ گرنیڈوں کے دھماکے وہ پہلے سن چکے تھے..... آخر وہ انڈین پولیس کے سنتری تھے..... انہیں چند روپوں کی تنخواہ کی خاطر جان کا خطرہ مول لینے کی کیا ضرورت تھی، جبکہ مجاہدوں کے

پاس برین گنیں بھی تھیں اور دستی بم بھی تھے، انہیں اپنے ساتھی سنتریوں کی رائفلوں کے فائر بھی سنائی دینا بند ہو گئے تھے..... سپاہی سمجھ گئے کہ پولیس پارٹی پیچھے ہٹ گئی ہے..... وہ اندھیرے جنگل میں اندازے سے اس طرف بڑھنے لگے جدھر ان کی پولیس گاڑی کھڑی تھی۔

یہ چاروں سپاہی آگے بڑھتے ہوئے مجاہدوں کے بالکل سامنے آگئے..... شیر خان نے دیکھا کہ سپاہیوں کا منہ دوسری طرف تھا اور وہ تیز تیز قدموں سے واپس جا رہے تھے..... اس نے آہستہ سے کہا۔

"ان پر فائر نہ کرنا۔"

چاروں سنتری درختوں کے اندھیرے میں غائب ہو گئے..... تھوڑی دیر کے بعد پولیس کی گاڑی کے سٹارٹ ہونے کی آواز آئی..... شیر خان نے کہا۔

"وہ بھاگ رہے ہیں۔"

پولیس کی گاڑی کی آواز جب دُور ہوتے ہوتے خاموش ہو گئی تو زیب النساء جو ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں سہمی ہوئی بیٹھی تھی..... شیر خان نے اس کے پاس جا کر کہا۔

"بہن! سب ٹھیک ہے..... اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

زیب النساء جیپ میں بیٹھ گئی..... شیر خان، کبیر خان اور کمال حسن جیپ کی اگلی نشستوں پر بیٹھ گئے اور جیپ درختوں میں سے نکل کر کچے راستے پر آگئی..... جیپ کو کمال حسن چلا رہا تھا..... شیر خان کہنے لگا۔

"جو سپاہی واپس چلے گئے ہیں انہوں نے شاید اپنے ساتھیوں کی لاشیں نہیں دیکھیں..... اگر دیکھی بھی ہیں تو وہ انہیں اسی طرح چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔"

پھر اس نے کمال حسن سے پوچھا۔

"تمہارے خیال میں ان سپاہیوں کو عثمان آباد پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچنے میں کتنی دیر لگ جائے گی۔"

کمال حسن نے کہا۔

"ڈیڑھ دو گھنٹے تو لگ جائیں گے۔"

شیر خان نے پوچھا۔

"ہم حیدر آباد کی حدود میں کس وقت تک پہنچ جائیں گے۔"

کمال حسن بولا۔

"ہمیں بھی اتنی دیر ہی لگے گی۔"

"تو پھر گاڑی کی رفتار تیز کر دو۔" شیر خان نے کہا۔

"ہم پولیس تک اطلاع پہنچنے سے پہلے پہلے حیدر آباد میں داخل ہو جانا چاہتے ہیں۔"

کمال حسن کہنے لگا۔

"یہ سڑک خراب ہے..... میں اسے یہاں سے نکال کر حیدر آباد والی بڑی سڑک پر لے آتا ہوں۔"

مزید آدھے گھنٹے تک ان کی جیپ جنگل کے علاقے میں سفر کرتی رہی..... اس کے بعد وہ سڑک آ گئی جو شولاپور عثمان آباد سے ورنگل سے ہوتی ہوئی حیدر آباد کو جاتی تھی..... یہ سڑک زیادہ کشادہ نہیں تھی اور اس پر روشنی بھی نہیں تھی، لیکن سڑک پکی تھی اور خالی پڑی تھی..... سڑک پر آتے ہی کمال حسن نے جیپ کی رفتار تیز کر دی..... خطرہ صرف اس بات کا تھا کہ سڑک پر کہیں پولیس کی کوئی چیک پوسٹ نہ ہو لیکن آندھرا پردیش کے علاقے میں مجاہدین کی سرگرمیاں بہت محدود تھیں، جس کی وجہ سے پولیس نے ہائی وے پر چیکنگ کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

آسمان پر صبح کا نور جھلکنے لگا تھا..... جب دُور سے اِدھر اُدھر بکھری ہوئی روشنیاں دکھائی دینے لگیں..... کمال حسن نے کہا۔

"یہ حیدر آباد کی روشنیاں ہیں۔"

شیر خان نے ایک خاص علاقے کا نام کمال حسن کو بتایا اور کہا۔

"اپنے مجاہدوں کا خفیہ ٹھکانہ اس علاقے میں ہے۔"

تم اس علاقے میں چلو..... میں جگہ پہچان لوں گا۔

جو علاقہ شیر خان نے بتایا تھا کمال حسن جانتا تھا کہ وہ کہاں پر ہے، چنانچہ اس نے جیپ کو شہر کی طرف لے جانے کی بجائے اسے شہر کے جنوبی مضافات کی طرف ڈال دیا..... صبح کی سپیدی نمودار ہو چکی تھی، جب ان کی جیپ اس علاقے میں داخل ہو گئی جو شیر خان نے بتایا تھا..... اس علاقے میں آتے ہی شیر خان نے بعض نشانیاں پہچان لیں اور کمال حسن سے کہا۔

"یہاں سے دائیں جانب چلنا ہو گا..... آگے آموں کا ایک باغ آئے گا..... اس کی دوسری جانب کھلا میدان ہے..... وہاں سے اپنے مجاہدوں کا خفیہ ٹھکانہ زیادہ دُور نہیں ہے۔"

کمال حسن شیر خان کی رہنمائی کے مطابق جیپ چلاتا رہا..... ہم اس علاقے کا نام اور محل وقوع خفیہ رکھنا چاہتے ہیں..... آپ سمجھ لیں کہ ہمارے مجاہد زیب النساء کو لے کر اپنے حیدر آبادی مجاہدوں کے خفیہ ٹھکانے پر پہنچ گئے..... مجاہدوں کا لیڈر کمال الدین شیر خان سے گلے لگ کر ملا..... اس کے بعد باری باری اس نے کمال حسن اور کبیر خان سے ہاتھ ملایا..... شیر خان نے مختصر لفظوں میں کمال الدین کو اپنے کامیاب مشن کے بارے میں بتایا اور کہا۔

"ہم اپنے مجاہد کی بیوی زیب النساء کو کافروں کی قید سے نکال کر لے آئے ہیں۔"

کمال الدین کہنے لگا۔

"قدرت نے ان دونوں کا ملاپ یہاں پر لکھ دیا تھا..... تمہیں یہ سن کر خوشی ہو گی کہ زیب النساء کا خاوند ہماری دوسری کمیں گاہ میں ہی ہے۔"

جب یہ خبر زیب النساء کو سنائی گئی تو اس کے غم زدہ چہرے پر خوشی کی چمک سی آ گئی..... اسی وقت خاص آدمی بھیج کر دوسری کمیں گاہ سے اپنے دلی والے مجاہد اور

زیب النساء کے خاوند کو (جس کا ہم نام ظاہر نہیں کریں گے) دوسری کمیں گاہ سے بلالیا گیا اور دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو دیکھ کر خوشی سے کھل اُٹھے اور خدا کا شکر ادا کرنے لگے۔

دوسرے ہی دن مہار اشٹر کا جانباز مسلمان مجاہد کمال حسن اور کبیر خان دونوں شیر خان سے گلے مل کر رتناگری کی طرف روانہ ہو گئے۔ ....اپنی جیپ انہوں نے کچھ دنوں کے لئے وہیں چھوڑ دی تھی اور بذریعہ ٹرین گئے تھے...... شیر خان کا وہ مشن کامیابی سے ختم ہو گیا تھا جس کو لے کر وہ اس مہم پر چلا تھا...... تین دن اپنے حیور آبادی مجاہدوں کے ہاں گزارنے کے بعد وہ بھی واپس کشمیر کے محاذ کی طرف روانہ ہو گیا، جہاں اس سے بھی زیادہ اہم مشن اس کا انتظار کر رہا تھا...... وہ میدان جہاد میں تھا اور اسے کشمیری مسلمانوں کو ان کا جائز حق خود ارادی دلانے تک قابض بھارتی فوج کے ظلم و ستم کے خلاف جنگ کرتے رہنا تھا...... جہاد کرتے رہنا تھا۔